آدابِ زیارتِ حرمین شریفین اور مناسکِ حج سے متعلق جملہ مسائل

قرآن و حدیث کے مستند حوالوں کے ساتھ

زبان عام فہم اور انداز دل نشین

پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف

سابق صدر شعبہ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

سید اکادمی لاہور

نام کتاب	"ارمغانِ حرم"
تصنیف	پروفیسر سیّد محمد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ
تقدیم	نواب حبیب الرحمٰن خان شروانی مرحوم
طبعِ اوّل	۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء
طبعِ ثانی مع حواشی وضمیمہ	رجب ۱۴۰۶ھ/ مارچ ۱۹۸۶ء
تعارف	سیّد نور محمد قادری مدظلّہٗ
حواشی	مولانا محمد جلال الدین قادری
پروسس	برائٹ پروسس، لاہور
کتابت	خوشی محمد ناصر قادری
تزئینِ سرورق	اے۔ کریم
مطبع	گنج شکر پرنٹرز، لاہور
ناشر	سیّد اکادمی ۲/۲۴ سوڈھیوال کالونی، ملتان روڈ، لاہور ۲۵
تعداد	ایک ہزار
ضخامت	۲۵۶ صفحات
قیمت	-/۲۱ روپے

واحد تقسیم کار:۔

شبّیر برادرز پبلشرز، ۴۰۔بی، اردو بازار۔ لاہور

عرضِ ناشر

حج ارکانِ اسلام میں پانچواں رُکن ہے، جو ہر صاحبِ حیثیّت، عاقل و بالغ مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ ضروریاتِ دین سے لاعلمی اس درجہ کی ہے کہ عامۃ المسلمین کی عظیم اکثریت نماز، روزہ جیسے معمولات سے بھی کماحقہٗ آگاہی نہیں رکھتی۔ حج جیسی عبادت کی ضروریات اور جزئیات سے واقف نہ ہونا کون سی اچنبھے کی بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معدودے چند افراد کے سوا غالب اکثریت سے تشر کائے حج، معلّمین کی کورانہ تقلید پر مجبور ہوتے ہیں۔

بحمداللہ اس کمی کا ادراک مختلف صاحبانِ دل نے مختلف اَدوار میں کیا اور مقدُور بھر سعیِ سعید بھی کی۔ چنانچہ مناسکِ حج سے متعلق مفید معلومات پر مبنی بہت سی کتب دستیاب ہیں جن سے زائرین استفادہ کر رہے ہیں۔

لگ بھگ ساٹھ سال قبل پروفیسر سیّد محمد سلیمان اشرف (۱۸۷۸ء۔ اپریل ۱۹۳۹ء) سابق صدر شعبۂ اسلامیات علی گڈھ مُسلم یُونیورسٹی نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا اور حق تو یہ ہے کہ حق ادا کر دیا۔ ان کے ہم عصر اکابر نے دل کھول کر داد دی۔ علماء و مشائخ نے پسندیدگی کا اظہار کیا اور عوام نے قبولیّت کی سند دی۔ آج بھی اس عظیم تصنیف کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حج کے موضوع پر میسّر تمام کتب میں اس کا معیار و مقام بہت ہی ممتاز ہے۔ کیوں نہ ہو مصنّف کا مقام و مرتبہ تصنیف کے بلند پایہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ محبّتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم نے اسے مزید چار چاند لگا دیتے ہیں۔ جس سے کتاب فی الواقع بے مثل بن گئی ہے۔

ہم نے کتاب کی افادیّت و اہمیّت کے پیشِ نظر پاکستان میں اس کی اشاعتِ جدید کا اہتمام کیا ہے۔ اِس یقین کے ساتھ کہ اسلامیانِ پاکستان کے سفرِ حج کے لئے اس سے بڑا تحفہ کوئی دُوسرا نہیں ہو سکتا۔

گذشتہ نصف صدی کی تاریخی اور جُغرافیائی تبدیلیوں کی مُناسبت سے گراں قدر حواشی اور ضمیمہ میں مفید نقشوں کے اضافہ نے کتاب کی افادیّت کو دوچند کر دیا ہے۔ نقشوں کی تفصیل یہ ہے:۔

اِس نادر و نایاب کتاب کے حصُول اَور موجُودہ شکل میں اشاعتِ جدید کے سلسلہ میں اہم حواشی اَور نقشوں کی ترتیب کے لِئے مخلص کرم فرماؤں صاحبزادہ سیّد محمد عبد اللہ قادری، مکرّم حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری (بانی مرکزی مجلسِ رضا)، مولانا محمد جلال الدّین قادری، راجا رشید محمود صاحب، محترم اشرف علی صاحب کوثر، جناب مختار جاوید، الحاج اشفاق حسین قریشی، مولانا محمد اوّل اَور خوشی محمد صاحب ناصر قادری کے عملی اَور قلبی تعاون کے لِئے ادارہ حد درجہ شُکر گزار ہے۔ خُدائے بزرگ و برتر اِن حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جناب سیّد نور محمد قادری زید مجدہٗ خصُوصی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے نہایت محنت و کاوش سے فاضل مصنّف علیہ الرحمۃ اَور کتاب (الحج) کا تعارف رقم فرمایا۔

عطاءُ المصُطفٰے خان

(ناظمِ مکتبہ)

تعارف

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ نابغۂ عصر تھے اور حضرت علامہ اقبال رح کے اس لازوال شعر کے صحیح طور پر مصداق تھے ؎

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

تقریر و تحریر میں "علمۃ البیان" کی نعمت سے سرفراز تھے۔ آپ کی تصانیف و تالیفات سے استفادہ کرنے والوں میں حکیم الامت علامہ اقبال[1] اور پروفیسر براؤن[2] جیسی علمی شخصیات شامل ہیں۔ آپ کی تربیت سے پروفیسر ایم۔ ایم احمد سابق صدر شعبۂ فلسفہ کراچی یونیورسٹی، سید امیر الدین قدوائی، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، قاری محمد انوار صمدانی، علامہ شبیر احمد غوری، ڈاکٹر سید معین الحق اور مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری وغیرہم کندن بن کر نکلے۔ آپ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اسے حرفِ آخر بنا کر رکھ دیا۔ "المبین" لکھی تو عربی زبان کے علم و ادب کے شائقین متوالے ہو گئے۔ "النور" کو قلم بند کیا تو مخالفین تعلیماتِ محمدی کے منہ بند ہو گئے اور خائف و خاسر ہو کر رہ گئے۔ حج کے موضوع پر قلم اٹھایا تو "الحج" نے دین کے متوالوں سے خراج عقیدت وصول کیا۔

[1] گنج ہائے گرانمایہ تصنیف پروفیسر رشید احمد صدیقی طبع لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۴

"المبین" شائع ہوئی تو اس کا ایک نسخہ سر اقبال مرحوم کو بھی بھیجا تھا۔ اتفاق سے کچھ ہی دنوں کے بعد اقبال مرحوم اپنے لیکچروں کے سلسلے میں علی گڈھ تشریف لائے۔ کھانے پر ایک جگہ مرحومین کی ملاقات ہو گئی۔ "المبین" کا ذکر چھڑ گیا۔ سر اقبال مرحوم نے بڑی تعریف کی اور فرمایا مولانا آپ نے عربی زبان کے بعض ایسے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے جن کی طرف پہلے کبھی میرا ذہن منتقل نہیں ہوا تھا۔ گفتگو ہوتے ہوتے ایک موقع ایسا آیا جب سر اقبال مرحوم نے فرمایا کہ مولانا دوسرے ایڈیشن میں اگر اس بحث کو بھی بطور ضمیمہ شامل کر دیجیے تو بہتر ہوگا۔"

[2] تذکرہ علمائے اہل سنت تصنیف محمود احمد قادری، کانپور ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء، ص ۱۰۰

"مشہور مستشرق پروفیسر براؤن نے "المبین" کو دیکھ کر کہا "مولانا نے اس عظیم موضوع پر اردو میں یہ کتاب لکھ کر ستم کیا، عربی یا انگریزی میں ہوتی تو کتاب کا وزن اور وقار اور بڑھ جاتا۔"

کراچی یونیورسٹی کے پروفیسر ایم۔ ایم احمد صاحب ۱۹۶۷ء میں جب حج کے لئے جانے لگے تو زادِ راہِ سعادت کے طور پر "الحج" کو بھی ساتھ لے گئے اور اس کی روشنی و راہبری میں حج کو مکمل کیا۔ پروفیسر صاحب کے ایک ہمراہی سیّد علی اشرف صاحب سابق صدر شعبۂ انگریزی کراچی یونیورسٹی تحریر فرماتے ہیں :۔

"ڈاکٹر صاحب کی دماغی و روحانی تہذیب میں حضرت مولانا سلیمان اشرف صاحب کا زیادہ ہاتھ تھا جب ہم حج پر گئے تو ڈاکٹر صاحب کے ساتھ مولانا صاحب کی کتاب تھی۔ ہم اُسے پڑھتے اور جہاں تک ہو سکتا عمل کرتے" [۳]

پروفیسر عبید اللہ قدسی تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کو حضرت مولانا سے جو خاص ربط تھا وُہ اس کو اِس طرح بیان کیا کرتے تھے :۔

"مولانا سلیمان اشرف صاحبؒ ہندوستان کے مشہور عالم، علی گڑھ میں سب کے اُستاد تھے۔ دینیات کے ڈین تھے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین وغیرہ سب اُن کے شاگرد تھے اور بہت احترام کرتے تھے۔ مولانا سیرتُ النبی کے بیان میں بے مثال تھے۔ فلسفہ میں مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری کے شاگرد تھے۔ علم و عمل کے یکساں پابند اور بڑے کھرے انسان تھے" [۴]

مندرجہ بالا سطور میں جو یہ کہا گیا ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدینؒ وغیرہم بھی اُن کے شاگرد تھے۔ اس سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے جس کا دُور کرنا ضروری ہے۔ اصل میں مولانا ہر روز یونیورسٹی کی مسجد میں درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ اور جو اِس درس میں شریک ہوتے مولانا اُنہیں اپنا شاگرد تسلیم کرتے تھے۔ اور ایسے لوگوں میں ڈاکٹر ضیاء الدین وغیرہ سب شامل تھے۔ جناب سیّد امیر الدین قدوائی مرحوم تحریر کرتے ہیں :۔

"حضرت مولانا پروفیسر سیّد سلیمان اشرف صاحب قبلہ بڑے جیّد عالم اور مرتاض درویش تھے۔ وُہ اپنی طرف سے تفسیر کا درس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی مسجد میں دیا کرتے تھے۔ اور جو لوگ اس میں شرکت کرتے تھے صرف اُن ہی کو شاگرد تسلیم کرتے تھے، وُہ فیض

---

[۳] ماہنامہ "تاج" کراچی محمود نمبر جلد ۱۲، شمارہ ۸، ص ۳۱۵

[۴] ایضاً، صفحہ ۷۸

کا دریا تھے جس نے حسبِ ظرف جو کچھ اُن سے حاصل کر لیا اُس کی برکت اُسی نے نہیں بلکہ دُنیا نے بھی دیکھی اَور اُس سے نفع پایا۔" ۵

"الحج" کی اشاعت تو ۱۹۲۸ء میں ہوئی لیکن اس کا مسودہ چند سال پہلے مکمل ہو چکا تھا۔ چنانچہ مولانا کے مکرّم دوست مولوی حبیب الرحمٰن شروانی جب ۱۹۲۶ء میں حج کو جانے لگے تو مولانا کی اجازت سے "الحج" کا مسودہ بھی ساتھ لے لیا تاکہ اس کی راہنمائی اَور روشنی میں مراسمِ حج اطمینان، دِل جمعی اَور خوش دِلی سے ادا کر سکیں اَور اس عظیم تصنیف سے دَورانِ حج وُہ جس طرح متاثّر اَور مستفیض ہوئے اس کا ذکر "الحج" کے شروع میں "گزارش" کے عنوان سے وُہ اِس طرح کرتے ہیں:۔

"میرے ساتھ سفرِ حج میں ایک سے زیادہ رسالے تھے، فِقہ کی کتابیں بھی تھیں، تاہم تجربہ ہُوا کہ مسائل کا اُن رسالوں سے اَور کتابوں سے عین وقت پر معلوم ہونا آسان نہیں۔ عموماً رسالوں میں مسائلِ حج متفرق طور پر لکھ دیئے گئے ہیں۔ عبارت کی صفائی و شگفتگی پر کم لحاظ رکھا گیا ہے۔ معہذا اُن کے بیان میں وُہ ذوق نہیں جو سفرِ حج کا رُکنِ اعظم ہے۔ پس ان رسالوں اَور کتابوں کے ہوتے ہُوئے بھی ایسے رسالے کی ضرورت تھی جو شگفتہ و پاکیزہ، ذوق آفریں، شوق افزا بیان و عبارت میں ترتیب و تفصیل کے ساتھ لِکھّا گیا ہو، اَور ترتیب ایسی ہو کہ ہر موقع کا مسئلہ وقت پر بہ آسانی نکل سکے۔ میرے سفرِ حج کے وقت محبّی فی اللہ فضائل پناہ مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحب نے غایت کرم سے رسالہ ہذا کا مسودہ بطورِ زادِ راہ میرے ساتھ کر دیا۔ مَیں نے اس کو حرزِ بازو بنایا اَور برابر زیرِ مطالعہ رکھا۔ مَیں صاف اِقرار کرتا ہُوں کہ یہ رسالہ ساتھ نہ ہوتا تو یا تو بہت سے مسئلے معلوم ہی نہ ہوتے یا دِقّت سے مِلتے۔۔۔۔۔ بعض دُوسرے رسالوں میں دُعائیں ایسی ایسی طویل تھیں کہ اُن کا یاد کرنا اَور پڑھنا دُشوار بلکہ بعض وقت شاید غیر ممکن ہوتا۔ مثلاً طواف کی دُعائیں۔ اس رسالے نے مجھ کو بہت کچھ بصیرت اَور سہولت بخشی۔۔۔۔۔ آپ دیکھیں گے کہ غیر ضروری مسائل درج نہیں کیے۔ ضروری مسائل نہایت سلیس صاف

---

۵ ماہنامہ "تاج" کراچی محمود نمبر جلد ۱۲، شمارہ ۸، صہ ۱۱۲

بیان میں ایسے دِل کش اور شوق آفریں انداز سے تحریر فرمائے گئے ہیں کہ ہر موقع کا مسئلہ فوراً نکل آئے گا، پڑھنے پر بے دِقّت سمجھ میں آجائے گا۔ اسی کے ساتھ دِل میں ایک کیفیتِ شوق و نیاز پیدا کر دے گا۔"[6]

شروانی صاحب نے "الحج" کی جن اِمتیازی خصوصیات کی طرف اِشارہ کیا ہے، کتاب کے مطالعہ سے اُن کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ ہم ذیل میں دو تین اِقتباسات پیش کرتے ہیں جو اِن خصوصیات مثلاً شگفتہ بیانی، وجدانی کیفیت کا پیدا ہونا اور حج کے تمام ضروری مسائل مع جزئیات کے حامل ہیں ملاحظہ ہوں:۔

ا۔ کتاب کا ایک باب ہے "محرم کو جن باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے"۔ اس میں مصنّفؒ نے ایسی چیزوں کا ذِکر کیا ہے جو محرم پر بعض صورتوں میں حرام اور بعض میں مکروہ ہو جاتی ہیں مثلاً خوشبو کا اِستعمال اور ناخن کترنا وغیرہ اور اِسی باب میں "جزئیات" کی سُرخی قائم کرکے مزید تفصیلات پیش کی ہیں جیسا

---

[6] "الحج" علی گڈھ ۱۹۲۸ء، گزارش" از حبیب الرحمٰن خاں شروانی ص ۲ تا ۴

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی صاحب مرحوم (۱۸۶۶ء - ۱۹۶۲ء) حضرت مولانا سیّد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے خاص احباب میں سے تھے۔ جتنے بھی دنوں تک اُن کا قیام علی گڈھ میں ہوتا حضرت مولانا سے کسبِ فیض کے لئے ہر روز اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ سیّد بدرالدین علوی صاحب سابق پروفیسر عربی مُسلم یُونیورسٹی علی گڈھ فرماتے ہیں:۔

"نواب صدر یار جنگ مرحوم کی عادت تھی کہ جتنے دن بھی علی گڈھ قیام رہتا روزانہ نمازِ مغرب کے قریب مولوی سید سلیمان اشرف صاحب کے یہاں تشریف لاتے۔ علمی و دینی مسائل، بزرگوں کے تذکرے اور تاریخی واقعات موضوعِ سخن رہتے۔"

(ماہنامہ معارف، اعظم گڈھ دسمبر ۱۹۵۰ء، مضمون سیّد بدرالدّین علوی ص ۴۲۵)

حضرت مولانا کی وفات پر اُنھوں نے ایک نفیس تاریخ کہی جو حسب ذیل ہے ؎

سلیمان اشرف سرِ اہلِ تقوےٰ ۔۔۔ بہ علم و عمل والہِ دینِ اشرف
چو نفسش شنید آیہ ارجعی را ۔۔۔ بہ جنّت شُد از قربتِ حق مشرّف
سنش از دلِ پاک حسرت نوشتہ ۔۔۔ بہ جنّاتِ عدن سلیمان اشرف

۱ ۔۔۔ ۱۳۵۷

۱+ ۱۳۵۷ = ۱۳۵۸ھ

(سہ ماہی "العلم" کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۸۳ء، مضمون پروفیسر محمد اسلم ص ۵۷)

ہیں مکروہات کے سلسلہ میں تمباکو اور چائے کا ذکر بڑے ہی دل نشین اور دلکش انداز سے کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے جہاں اُن کی قادر الکلامی اور شگفتہ بیانی عیاں ہے وہاں ادائے حج کے دوران احتیاط اور ادب کے جملہ تقاضے بھی سامنے آجاتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے :-

"اس دور ایّام میں تمباکو کی یہ ہمہ گیری ہے کہ ایک بادشاہ فرماں روا اور بھیک مانگنے والا گدا، ایک متورّع عالم اور ایک رندِ بے باک، ایک صوفی با اوقات اور ایک غافل مستِ خور و خواب ہر ایک اس کا مبتلا پایا جاتا ہے۔ کوئی کھاتا ہے، کوئی پیتا ہے، کوئی سونگھتا ہے کسی نہ کسی طرح اس کا گرفتار ضرور ہے۔ ہر طبقہ اور ہر مدارج میں چونکہ تمباکو کی رسائی ہے اس لئے اس میں تنوّعات گوناگوں بھی پیدا ہو گئے۔ قوام گولی، زردہ زعفرانی اور زردہ مشکی وغیرہ۔

ان کے اعلیٰ قسموں میں خالص خوشبو کافی مقدار میں ملائی جاتی ہے۔ پھر خوشبو ملا کر انہیں طبخ بھی نہیں دیا جاتا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ زعفران، لونگ، الائچی، سنبل الطیب اور مشک باوجود غالب مقدار اور بقائے طیب تمباکو میں مل کر کیوں کر جائز و مرخّص ہوں گے۔

تمباکو کشیدنی کا یہ حال ہے کہ پینے والے کا منہ تمباکو سے بس جاتا ہے اور ایسے اشخاص جو تمباکو نہیں پیتے اُن کے سامنے تمباکو پی کر اگر گفتگو کی جائے تو منہ کا رائحہ انہیں سخت ناگوار گزرتا ہے۔

انصاف شرط ہے کہ قصداً منہ میں بد رائحہ پیدا کر کے بوسہ گاہِ نبوی کو چومنا بیت اللہ شریف میں جا کر تسبیح و درود شریف پڑھنا کہاں تک شرطِ ادب کی بجا آوری ہے۔ وہ علمائے کرام جو تمباکو پینے کو جائز سمجھتے ہیں وہ بھی کراہتِ تنزیہی کے قائل ہیں۔

اسی طرح چائے کے متعلق یہ گذارش ہے کہ وہ حضرات جنہیں اس بوٹی کے اسرار پر فی الجملہ بصیرت حاصل ہے وہ موسم گرما میں عرقِ بید مشک اور سرما میں مشک و زعفران کم تر اور عنبر اکثر و بیشتر اس میں ملا کر استعمال کرتے ہیں۔ ملکِ عرب اور علی الخصوص حرمین شریفین میں امتزاجِ عنبر کا عام رواج ہے۔ حالتِ احرام میں اس

سے پرہیز کریں ورنہ کفّارہ لازم آئے گا۔" ؎

کون حاجی بظاہر اِن چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف توجّہ دیتا ہوگا لیکن مولانا کے نزدیک حج چوں کہ ایک ایسا رُکن ہے جس کی ایک بار ادائیگی ساری عمر کے لئے کافی ہوتی ہے اس لئے وُہ چاہتے ہیں کہ اس کے ادا کرنے میں احتیاط اور ادب کا کوئی پہلو بھی تشنہ نہ رہ جائے۔ اور جب وُہ اِس موضوع پر قلم اُٹھاتے ہیں تو آدابِ سفر، محرّماتِ حج، لباس، نیّت اور تلبیہ، مکّہ معظمہ میں داخلہ، منٰی، مزدلفہ اور عرفات میں قیام، طواف اور مدینہ طیّبہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ اطہر پر حاضری کی برکات و جزئیات تک کو زیرِ قلم لے آتے ہیں تاکہ ہر مکرُوہ سے بچا جائے اور ہر مستحب اور مستحسن فعل کو ادا کیا جائے کیونکہ حج دوسری عبادات کی طرح روز روز کا قصّہ نہیں اسے ہر حالت میں کامل و اکمل طور پر ادا ہونا چاہیئے۔

۲۔ مولانا جہاں حج کی اہمیت بیان کرتے ہیں وہاں حج کی ادائیگی کے دوران حاجی کو ہمہ وقت سراپا عجز و نیاز اور سراپا بندگی و عبُودیّت کی تصویر بنے رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ دیکھئے اِس اہم ترین امر کو وُہ کس طرح بیان کرتے ہیں :۔

"حج ہی ایک ایسا رُکن ہے جس کے ہر عمل میں والہانہ فدویّت کی ایسی شان پائی جاتی ہے کہ ؏ باوجودت زمن آواز نیاید کہ منم
کا ہُو بہُو نقشہ کھنچتا ہے۔

اگر اِس خود فراموشی و فدویّت میں تقصیر واقع ہوئی اور کسی فعل سے خودی یا ہشیاری کا ثبوت ہوا تو فوراً جرمانہ میں قربانی کرنی پڑتی ہے۔ خط بڑھ گیا اس کی خبر نہیں، جسم پر مَیل کچیل کی تہہ جم گئی اس کی پروا نہیں، کپڑے یا بال میں جُوں پڑ گئی تو ان کی اذیّت رسانی کا احساس نہیں۔ اِس عبادت کا مقصد ہی یہ ہے کہ عمر میں ایک مرتبہ ایسی حالت اپنے اُوپر طاری کر لی جائے جس میں ہر طرح کے علائق سے بے نیاز ہو کر اپنے رب کا دیوانہ بن جائے۔ خشیّتِ ایزدی اور رحمتِ الٰہی اِس طرح اسے اِحاطہ کر لے کہ کسی کا تو ذکر کیا تن بدن کا بھی نہ اِحساس باقی رہے نہ شعور۔

؎ "الحج" مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۲

دیکھو، سِلا ہوا کپڑا علاوہ ستر پوش اور راحت رساں ہونے کے ایک زیب و زینت بھی ہے، احرام میں اِسی لِئے ممنوع ہوا کہ ایک شوریدہ حال کے لِئے زیبائش میں کہاں آرائیش ہوسکتی ہے۔ اس کے لِئے تو جیب و گریباں کی دھجیاں سو سنوار ہیں۔۔۔۔۔

ہر وُہ مقام جس سے معرفتِ الٰہی اور خُدا پرستی کا اِحساس ہوتا ہے، اُس کے پاس پہنچ کر طرح طرح سے اپنی فدویّت کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ حجرِ اسود کو چُومتے ہیں، ملتزم سے لپٹتے ہیں، کعبہ کے گِرد گھُومتے ہیں، صفا و مروہ میں دوڑتے ہیں، عرفات پہنچ کر دُعا و مناجات میں محو ہو جاتے ہیں۔ منیٰ پہنچ کر کنکریاں پھینکتے ہیں۔ یہ سب ایک دِل باختہ شوریدہ سر کے افعال و حرکات ہیں جو وُہ اپنے محبوب کے مقام و منزل پر پہنچ کر کیا کرتا ہے۔''[۵]

حج سے فارغ ہونے کے بعد حاجی اس حدیثِ پاک ''من زار قبری وجبت لہٗ شفاعتی'' کے مِصداق اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضور نذرانۂ عقیدت و سلام پیش کرنے کے لِئے مدینہ شریف حاضر ہوتا ہے۔ مولانا اس عاشق و دیوانہ کو محبُوب کے دربار میں حاضری کے آداب سے اِس طرح آگاہ کرتے ہیں :۔

''تحیۃ المسجد اور سجدۂ شکر سے فارغ ہو چکے (تو) اَدب میں ڈوبے ہُوئے، گردن جُھکائے، گناہوں کی ندامت سے شرمسار اور حضُورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلّم کے عفو و کرم کے اُمّیدوار سرکارِ والا کے پائین یعنی مشرق کی طرف سے مواجۂ عالیہ میں حاضر ہو۔ حضُورِ اقدس اپنے مزارِ پُرانوار میں قبلہ رُو جلوہ فرما ہیں، پائین سے حاضر ہو گے تو حضور کی ''نگاہِ بےکس پناہ'' تمہاری طرف ہوگی اور یہ سعادت تمہارے لِئے دارین میں کافی ہے الحمد للہ کہ نگاہِ رحمت کے سایہ میں تم آگئے ؎

تُو کہ کیمیا فروشی نظرے بقلبِ ما کُن
کہ بضاعتے نداریم و فگندہ ایم دامے

---

[۵] ''الحج'' مطبوعہ علی گڈھ ۱۹۲۸ء، صفحہ ۹ - ۱۰

اب زیرِ قندیل اُس چاندی کی کیل کے جو حجرۂ مطہرہ کے جنوبی دیوار میں چہرۂ انور کے مقابل لگی ہے کم ازکم چار ہاتھ کے فاصلے سے قبلہ کو پیٹھ اور مزارِ انور کو مُنہ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر نہایت ادب و وقار کے ساتھ باآوازِ حزیں و درد آگیں سلام عرض کرو۔ امام محمّد ابن حاج مکّی مدخل میں اور امام احمد قسطلانی مواہبِ لدنیہ میں و نیز دیگر ائمہ دین فرماتے ہیں ''لافرق بین موتہ وحیاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فی مشاھدتہ لامتّہ ومعرفتہ باحوالھم ونیّاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذالک عندہٗ جلی لاخفأبہٖ''

یعنی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وُہ اپنی اُمّت کو دیکھ رہے ہیں اور اُن کی حالتوں، اُن کی نیّتوں، اُن کے ارادوں اور اُن کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں...... ہاں سلام میں نہ تو آواز بلند اور سخت ہو کہ اس سے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ سُورۂ حجرات کی آیات اس پر دلیل ہیں نہ بہت ہی پست و دھیمی کہ خلافِ سُنّت ہے۔ معتدل آواز سے سلام عرض کرو۔

''السّلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہٗ۔ السّلام علیك یا رسول اللہ، السّلام علیك یاخیر خلق اللہ۔ السّلام علیك یاشفیع المذنبین۔ السّلام علیك وعلیٰ آلك واصحابك وامتك اجمعین''۔

سلام عرض کرنے کے بعد دُرُود کی کثرت کرو اور حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم سے اپنے لئے، اپنے ماں باپ کے لِئے، اپنے اساتذہ کے لِئے، اپنے شیُوخِ طریقت کے لِئے، اپنے اولاد و اعزّہ کے لِئے، اپنے احباب اور سارے مسلمانوں کے لِئے صدقِ دل سے شفاعت مانگو۔'' [9]

اِنسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ وُہ جہاں بھی جائے، اُس جگہ سے متعلّق زیادہ سے زیادہ جاننا

---

[9] ''الحج'' مطبوعہ علی گڈھ ۱۹۲۸ء ص ۱۸۰ تا ص ۱۸۲

چاہتا ہے۔ مولانا نے اِنسانی ذوقِ تجسّس اور شوق و لگن کا پُورا پُورا خیال رکھا ہے۔ اور کتاب میں کعبہ شریف اور مدینہ شریف کی مکمّل تاریخ تمام تر تفصِیلات و جُزئیات کے ساتھ بیان کر دی ہے اور ایک پُورا باب اِس مقصد کے لِئے مختص کر دیا ہے۔ اِس طرح یہ کتاب صرف مسائِلِ حج ہی کی نہیں بلکہ تحقیق و تاریخ کی بھی جامع دستاویز بن گئی ہے۔

اَب مَیں اِس عظیم اور بابرکت کتاب اور قارئین کے درمیان حائل نہیں ہونا چاہتا۔ وُہ اِسے پڑھیں اور اپنے دین و دُنیا کو سنواریں۔ اور آخر میں کتاب کے ناشر جناب ظہور الدّین اور عزیزم سیّد محمد عبداللہ قادری کے لِئے جس کی سعی سے یہ کتاب دستیاب ہُوئی ہے دُعا کرتا ہُوں کہ مولائے کریم اِن دونوں کو اپنے دین کی خِدمت کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

سیّد نُور محمّد قادری

۸۔ مارچ
سنہ ۱۹۸۶ء
چک نمبر ۵ اشمالی ضِلع گجرات

فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج

الحج

یعنی

رسالہ جس میں حج و زیارت کے تمام ضروری مسائل نہایت سہل زبان و دل نشین ترتیب میں بیان کئے گئے ہیں

نوشتہ

فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ

کے بود یا رب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں طبع ہوا
۱۳۴۶ھ ۱۹۲۸ء

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

گزارش

حسب ارشاد نبوی اسلام جن پانچ ستونوں پر قایم ہے اُن میں سے ایک حج بھی ہے۔ اُس کے ادا کرنے کے بڑے بڑے فضائل ہیں، نہ کرنے پر نہایت شدید وعید۔ تمام عمر میں صرف ایک مرتبہ یہ فرض ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہوگا کہ حج کا سفر کس قدر مہتم بالشان سفر ہے۔ خدانخواستہ اگر اس سفر میں آداب و فرایض کا اہتمام نہ ہوا تو گویا ساری عمر کی محنت برباد ہوئی، ثواب و اجر سے محرومی جداگانہ اس کے علاوہ دوسرے فرایض مثلاً نماز و روزہ ایسے ہیں کہ انسان اُن کو دوسروں کو ادا کرتے دیکھتا رہتا ہے۔ علیحدہ چونکہ نماز ہر روز ادا ہوتی ہے، روزے ہر سال آتے ہیں اس لیئے اُن کے مسائل بھی بہت کچھ علم و عمل میں ہیں۔ ایک ان فرایض کے ادا کرنے میں یہ سہولت بھی ہے کہ گھر پر ادا ہوتے ہیں۔ برخلاف حج کے کہ وہ عمر میں

اکثر ایک ہی مرتبہ ادا کیا جاتا ہے۔ اس لیئے اُس کے مسائل کا چرچا اور علم بہت کم ہوتا ہے۔ اس بے علمی کے ساتھ سفر کی صعوبت اور مصروفی ایسی ہوتی ہے کہ مسٔالہ معلوم بھی ہو تو اس کا ذہن میں رہنا اور اُس پر عمل ہونا آسان نہیں۔

سفر کا تجربہ بتاتا ہے کہ بہت کم لوگ ضروری مسائل سے واقف ہوتے ہیں۔ جو لوگ لکھے پڑھے نہیں وہ ایک طرف، اچھے لکھے پڑھے بھی ضروری مسائل سے واقف نہیں ہوتے۔ حرمین محترمین میں پہونچ کر ایسے لوگوں کے ہاتھ میں پڑجاتے ہیں جو اکثر بے علم اور اس لیئے صحیح مسائل سے کم واقف ہوتے ہیں۔ حجاج اپنے آپ کو اُن کی سپرد کر دیتے ہیں اور جو وہ بتاتے جاتے ہیں اُس پر عمل کرتے جاتے ہیں۔ اس لیئے ایسے عام فہم رسالوں کی شدید ضرورت ہے جن میں ضروری مسائل حج و زیارت بیان کیئے گئے ہوں۔ علمائے کرام نے وقتاً فوقتاً اِس جانب توجہ فرمائی ہے۔ میرے ساتھ سفر حج میں ایک سے زیادہ ایسے رسالے تھے۔ فقہ کی کتابیں بھی تھیں۔ تاہم تجربہ ہوا کہ مسائل کا اُن رسالوں سے اور کتابوں سے عین وقت پر معلوم ہونا آسان نہیں۔ عموماً رسالوں میں مسائل حج متفرق طور پر لکھدیئے گئے ہیں۔ عبارت کی صفائی و شگفتگی پر کم لحاظ کیا گیا ہے معہذا اُن کے بیان میں وہ ذوق نہیں جو سفر حج کا رُکن اعظم ہے۔ پس ان رسالوں اور کتابوں کے ہوتے ہوئے بھی ایسے رسالے کی ضرورت تھی جو شگفتہ و پاکیزہ، ذوق آفرین، شوق افزا بیان و عبارت میں ترتیب و تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہو۔ اور ترتیب ایسی ہو کہ ہر موقع کا مسٔالہ وقت پر بہ آسانی نکل سکے۔ میرے سفر

حج کے وقت محبی فی اللہ فضائل پناہ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے غایت کرم
سے رسالۂ ہٰذا کا مسودہ بطور زاد راہ میرے ساتھ کر دیا تھا۔ میں نے اُس کو حرز بازو
بنایا اور برابر زیر مطالعہ رکھا۔ میں صاف اقرار کرتا ہوں کہ یہ رسالہ ساتھ نہ ہوتا
تو یا تو بہت سے مسائل معلوم ہی نہ ہوتے یا دقّت سے ملتے اور یہ دقت سفر کی دقتوں
میں ایک اور دقّت کا اضافہ کرتی۔ آسانی اس سے سمجھو کہ بعض دوسرے رسالوں
میں دعائیں ایسی ایسی طویل تھیں کہ اُن کا یاد کرنا اور پڑھنا دشوار بلکہ بعض وقت
شاید غیر ممکن ہوتا مثلاً طواف کی دعائیں کہ ایک طواف میں متعدد دعائیں پڑھنی ہوتی
ہیں اور مختصر دعاؤں کی گنجائش بھی اس وقت میں دقّت سے نکلتی ہے۔ بہر حال اس
رسالے نے مجھ کو بہت کچھ بصیرت اور سہولت بخشی۔ اللہ تعالیٰ مؤلف عالی مرتبہ کو
جزائے خیر بخشے۔ اُس وقت تک یہ رسالہ صرف مسائل حج تک مرتب ہوا تھا۔ زیارت
مدینہ طیبہ کے مسائل قلمبند نہ ہوئے تھے۔ اِس لئے میں نے حضرت شیخ دہلوی قدس سرہ
کی کتاب جذب القلوب سے استفادہ کیا۔ اب مولانا نے مسائلِ زیارت شریف کو
بھی اضافہ فرما کر رسالہ مکمل فرما دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حرمین محترمین کے ضروری
حالات، قابل زیارت مقامات کی تفصیل بھی درج فرما دی ہے تاکہ مزید بصیرت و تعلق
حاصل ہو۔

ابھی آپ دیکھینگے کہ غیر ضروری مسائل درج نہیں کیئے۔ ضروری مسائل مرتب
ابواب اور نہایت سلیس و صاف بیان میں ایسے دل کش اور شوق آفریں انداز سے

تحریر فرمائے گئے ہیں کہ ہر موقع کا مسٔلہ فوراً نکل آئیگا - پڑھنے پر بے دقت سمجھ میں آجائیگا۔
اسی کے ساتھ دل میں ایک کیفیت شوق و نیاز پیدا کر دیگا۔ اب اس کے آگے اللہ کا نام
اور اس کا فضل اور اُس کے حبیب پاک کا کرم درکار ہے۔ صلّی اللہ علیہ وسلم - جب عاجز
بندہ شوق سے ادائے ارکان و آداب کریگا، فضل و کرم کی اُمید واثق ہے۔

مسائل کی صحت کا پورا اطمینان اس سے ہو سکتا ہے کہ مستند فقہ کی کتابوں کی اصل
عبارتیں حوالہ کے ساتھ درج فرمادی گئی ہیں۔ ان عبارتوں کا اور دعاؤں کا سلیس ترجمہ
بھی فرمادیا ہے۔ دعاؤں کا ترجمہ اُن کے اثر و نیاز میں مددگار ہوگا۔

اے عازمانِ حج، مولٰنا اپنا فرض ادا فرما چکے اب تمہارا کام ہے کہ عمل کی کوشش
کرو اور دارین کی فلاح حاصل۔

اللہ تعالٰی یہ سعی مشکور فرمائے۔ حضرت مؤلف کو جزائے خیر بخشے اور جس ذات
گرامی نے عامۂ مسلمین کی حج کی مقبولی کی فکر فرمائی ہے اُس کا اور اُس کے رفقاء
کا سفرِ حج (جو اس سال مع الخیر و العافیہ انشاء اللہ تعالٰی ہونے والا ہے) مقبول و
مبرور ہو۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ اجمعین۔

حبیب گنج:
۲۸ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ

نیازمند
حبیب الرحمٰن خاں (صدر یار جنگ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

مقدمۃ الکتاب

قادر و قیوم عزّ اسمہٗ و جلّ جلالہٗ کی قدرت کا کرشمہ اربابِ بصیرت کو یوں تو ایک ایک ذرّہ میں نظر آتا ہے لیکن اِس عالمِ کون و فساد اور خاکدان سرتاسر تغیر و انقلاب میں ایک بقعہ اپنے مامون و محفوظ ہستی سے بنیِ آدم کو زبانِ حال سے اِس کا پتہ دے رہا ہے کہ اگر امن کی آرزو ہے تو میرے دامن سے وابستگی پیدا کرو۔

اربابِ سیر سے یہ مخفی نہیں کہ دُنیا جب سے قایم ہوئی اُسی وقت سے انقلاب کے زبردست ہاتھوں نے اس کی شکل و صورت میں تبدیلی شروع کر دی، کتنی آباد بستیاں بے نام و نشان ہوگئیں اور کتنے ویرانے آباد ہو کر شہر بن گئے دریانے جو شکل بدلی تو خشک زمین ہو کر آدمیوں کا جنگل بن گیا موج و گرداب کی جگہ پر قصر و ایوان اور باغ و راغ اب اُس میں نظر آنے لگے انسان کے آباد مقامات

میں جب گردش کا دور آیا تو دریا بُرد ہو کر پانی کے سمندر بن گئے۔

لیکن سرزمینِ مکہ پر ایک مبارک بقعہ جو اپنے آفرینش کے وقت میں خدا پرستی کا گھر بن کر آیا وہ آج تک اسی فیض کا سرچشمہ بنا ہوا ہے۔

اسلامی مؤرخین کا اتفاق ہے جس کی تائید و تفصیل علّامہ ازرقی نے تاریخ مکہ میں فرمائی ہے کہ خانہ کعبہ کو پہلی بار فرشتوں نے، دوسری بار حضرت آدم علیہ السلام نے، تیسری مرتبہ حضرت شیث علیہ السلام نے تعمیر کیا زمانہ کے امتداد نے بندوں کی صنعت کو شکستہ و مضمحل کر دیا لیکن اس بقعۂ پاک میں کوئی تغیر نہ آیا اب ابراہیم خلیل کو حکم ہوا اور آپ نے اسی بنیاد پر تعمیر شروع فرمائی۔

تعمیر حضرت ابراہیم خلیل — حضرت ابراہیم کے تعمیر کی شکل یہ تھی دیواریں زمین سے نو ہاتھ بلند دروازہ بغیر کواڑ اور سطح زمین کے برابر دیواروں پر چھت نہیں ڈالی گئی۔

تعمیر بنو جرہم — حضرت ابراہیم کے بعد بنو جرہم نے بنایا اور بعینہٖ اسی نقشہ و ہیئت پر بنو جرہم نے بھی نہ چھت پاٹی نہ کوئی اور تغیر کیا۔

تعمیر عمالیق — بنو جرہم کے بعد قبیلہ عمالیق نے بنایا لیکن انھوں نے بھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔

تعمیر قصی ابن کلاب — ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سو برس قبل قصی ابن کلاب نے بیت اللہ شریف کو بنایا قصی نے چھت پاٹ دی اور عرض میں سے کچھ حصہ کم کر دیا اور اس کا حطیم نام ہوا۔

تعمیر قریش — قریش نے دیواروں کو اٹھارہ ہاتھ بلند کیا چار ہاتھ ایک بالشت کی کرسی دے کر دروازہ کھڑا کیا جس میں چوکھٹ کواڑ زنجیر سب کچھ تھا چھت پاٹ کر دو صفوں میں چھ ستون کھڑے کئے حطیم کی طرف چھ ہاتھ ایک بالشت زمین چھوڑ کر ایک قوسی دیوار گھیر دی اس تعمیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے ایک روایت میں آپ کی عمر بارہ برس دوسری میں پچیس برس مروی ہے۔

تعمیر عبداللہ ابن زبیر — حطیم کو کعبہ میں داخل کیا چھ ستون کی جگہ تقریباً وسط میں صرف تین ستون لگائے

دیواروں کو ستائیس ہاتھ بلند کیا سطح زمین کے برابر دو دروازے بنائے ایک شرق میں دوسرا غرب میں تاکہ ایک دروازے سے لوگ آئیں اور دوسرے سے باہر جائیں۔

تعمیر حجاج حطیم کو کعبہ سے علیٰحدہ کرکے قوسی دیوار سے گھیر دیا، غربی دروازہ بند کیا اور کرسی دے کر اتنا ہی بلندی پر دروازہ لگایا جو بلندی قریش کی تعمیر میں تھی۔

بعض مورخین کی یہ تحقیق ہے کہ موجودہ عمارت حضرت عبداللہ ابن زبیر اور حجاج بن یوسف کی ہے جس میں وقتاً فوقتاً مرمت ہوا کی ہے لیکن علّامہ ابو الکرم کی رسالہ مفردہ میں علامہ حسن صاحب امداد الفتاح اپنے رسالہ میں علّامہ ابن علان البکری اور علامہ عبداللہ بن سالم بصری کی تحقیق یہ ہے کہ موجودہ تعمیر سلطان مرادخاں کی بنوائی ہوئی ہے بہرحال عمارت پر حوادثات کا اثر ہوتا رہا مگر وہ زمین اپنی برکاتِ عظیمہ کے ساتھ علیٰ حالہ رہی اور ہے اور انشاء اللہ تا قیامت رہیگی۔

مسجد الحرام کعبہ کے گرد اگرد جو مطاف کا دائرہ ہے حضرت ابراہیم خلیل کے وقت سے زمانہ نبوت بلکہ عہد صدیق اکبر تک بس اسی قدر مسجد الحرام کی زمین تھی اسے محیط کرنے کے لیئے کوئی احاطہ بھی گھیرا نہیں گیا تھا اولاد اسمٰعیل ابتدا میں حرم سے باہر حل میں رہا کرتے تھے کعبہ کے پاس مکان بنانا یا سکونت اختیار کرنا ادب کے منافی جانتے تھے۔

قصی ابن کلاب جب متولی خانہ کعبہ ہوئے تو انھوں نے قریش کو مشورہ دیا کہ کعبہ سے قریب گھر بنا کر رہیں اس قرب کے فوائد ایسے موثر پیرایہ میں بیان کیئے کہ اُس قدر حصہ جو مسجد الحرام کی زمین تھی اُسے چھوڑ کر کعبہ کے گرد اگرد مکانات بننے شروع ہو گئے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مسجد الحرام میں توسیع فرمائی، قریش کے مکانات خرید کر داخل مسجد الحرام کیئے اور اُس کے گرد اگرد قدِ آدم سے بھی چھوٹی دیوار کھینچ دی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکانات خریدے اور مسجد الحرام میں وسعت کی پھر حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے پھر ولید ابن عبدالملک نے

پھر خلیفہ محمد مہدی نے، غرض آخری تعمیر و توسیع وہ ہے جو سلطان مراد نے کی ہے سلطان مراد کے بعد تزئین استحکام اور مرمت البتہ دیگر سلاطین کے عہد میں بھی ہوئی ہے۔

غرض مسجد الحرام کی وہ زمین جس پر دیوار کا احاطہ بھی نہ تھا اِس وقت اُسے ایک عالی شان عمارت گھیرے ہوئے ہے وہ زمین جس کی پیمایش گز سے کی جاسکتی تھی آج اُس کا رقبہ میل سے بیان کیا جاسکتا ہے موجودہ مربع ایک لاکھ تیئس ہزار سات سو اٹھائیس گز شرعی ہے (۱۲۳،۷۲۸) طول چار سو سات گز اور عرض تین سو چار گز۔[۱]

زمزم | حضرت ابراہیم خلیل اللہ جب کہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو بموجب حکم مولیٰ تعالیٰ مکہ میں پہنچا کر واپس تشریف لے گئے اور حضرت ہاجرہ کا پانی ختم ہو گیا تو اُس وقت حضرت اسمٰعیل کی تکلیف تشنگی سے بے تاب ہو کر بہ ایں خیال کہ کوئی قافلہ نظر آجائے صفا پہاڑ پر چڑھیں وہاں سے جب کچھ نظر نہ آیا تو مروہ پر گئیں بیچ میں ان دونوں پہاڑوں کے وادی نشیب میں تھی جس سے حضرت اسمٰعیل نظر سے حضرت ہاجرہ کے چھپ جاتے تھے تو آپ شفقتِ مادری سے بے چین ہو کر وادی کو دوڑ کر طے کرتی تھیں اس طرح جستجو قافلہ میں جب سات پھیرے ہو چکے تو حضرت اسمٰعیل کے قدموں کے نیچے پانی کی جھلک دکھائی دی حضرت ہاجرہ نے پانی کے گرد مینڈھ باندھ لی اور اُس نا اُمیدی میں زمین سے پانی کا اُبلنا آپ کے لیئے ایسا مسرت بخش تھا کہ مینڈھ باندھتے ہوئے ماءُ زمّ ماءُ زمّ فرماتی جاتی تھیں یعنی پانی بہت ہے پانی بہت ہے اِس لیئے اس کوئیں کا نام زمزم ہوا۔

اِس یادگار رہیں کہ تعمیل حکم الٰہی میں اگر کوئی مُصیبت پیش آئے تو وہ فی الحقیقت دائمی راحت کا پیش خیمہ ہے، صفا و مروہ کا چڑھنا اور سعی کا دوڑنا حج اور عمرہ میں واجب کیا گیا۔

حضرت ہاجرہ کو اس پانی کو پائے ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ بنو جرہم کا قافلہ

---

[۱] سلطنتِ عثمانیہ کی تعمیر شدہ مسجد کے چاروں طرف اَب نئی تعمیر سے یہ پیمایش اَور بڑھ گئی ہے۔
نوٹ: حرم پاک کا موجودہ رقبہ سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار مربع فٹ ہو چکا ہے۔ (معین الحج والزیارۃ، مطبوعہ ۱۹۸۳ء)

اُس طرف سے گزرا اور پانی دیکھ کر حضرت ہاجرہ سے اقامت کا طالب ہوا پانی ملک حضرت ہاجرؔ کا قرار پایا اور استعمال کی اجازت بنو جرہم کو دی گئی اُس وقت سے مکہ کی آبادی شروع ہو گئی۔

ایک عرصہ کے بعد یہ کنواں پٹ گیا اور اہل مکہ اُسے بھول گئے جب زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا قریب آیا تو اُس کی برکت سے عبدالمطلب کو خواب میں اس کنوئیں کا پتا بتایا گیا۔ آپ نے جب کھودنے کا ارادہ کیا تو قریش مانع آئے آخر عبدالمطلب کامیاب ہوئے اور پھر یہ کنواں لوگوں کو سیراب کرنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پانی ایسا محبوب تھا کہ آپ بطور تحفہ بھیجتے تھے اور جو کوئی مدینہ طیبہ حضور کے پاس زمزم کا تحفہ لاتا تو آپ اُس سے خوش ہوتے۔

اِس کی فضیلت میں متعدد حدیثیں آئی ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک امام شافعی امام ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت ہے کہ ہم نے جس مقصد سے پیا اللہ تعالیٰ نے اُس کی برکت سے عطا فرمایا۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَہٗ یعنی زمزم کی یہ برکت ہے کہ جس نیت سے پیو وہ مقصد پورا ہوگا۔

یہ خصوصیت صرف اِسی پانی میں ہے کہ برسوں رکھا رہتا ہے اور نہ اس میں جالا لگتا ہے نہ پانی کے ذائقہ میں فرق آتا ہے نہ اس کی بو میں تغیر ہوتا ہے۔ صدائے یورپ پر لبیک کہنے والے گندھک اور پوٹاس وغیرہ کا وجود اس میں تسلیم کر کے اس کی شفابخشی اور عدم تغیر کی تعلیل کر لیتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آخر گندھک اور پوٹاس میں یہ طاقت کیوں ہے اس کا جواب یہ ہوگا کہ تجربہ لیکن کیوں کا سوال ہنوز جواب طلب ہے تجربہ سے تم کو علم ہوا ہے لیکن تجربہ سے اُس میں یہ اثر پیدا نہیں ہوا ہے۔ غرض مباحثہ کتنا ہی طویل ہو تجربہ اور مشاہدہ سے ایک قدم آگے نہ بڑھائیگا۔ بس یہاں

بھی یہ سمجھ لو کہ تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عین حق ہے کہ ماء زمزم لما شرب لہ ان شربتہ تستشفی بہ شفاک اللہ وان شربتہ لقطع ظمئک قطعہ یعنی زمزم اگر شفا پانے کی غرض سے پیو تو شفا حاصل ہو گی اور پیاس بجھانے کو پیو تو سیراب ہو گے زمزم پینے کے وقت یہ دعا پڑھو

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ ط

الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں علم مفید روزی فراخ اور ہر دکھ سے شفا۔ آمین

تحائف کعبہ

کعبہ کا نام ہمیشہ سے بیت اللہ تھا اسی لیئے اس کی عظمت و حرمت کی طرف ہمیشہ قلوب بنی آدم کا میلان رہا چنانچہ اپنی اس عقیدت کا اظہار دنیا کے اکابر و اعیان نے چڑھاوے چڑھا کر کیا ہے سب سے پہلے کعب بن مرہ نے سونے اور چاندی کی دو تلواریں بطور زیور آویزاں کیں بعض سلاطین عجم نے سونے کا ہرن بنا کر کعبہ کے پیش کش کیا۔ لیکن ایّام جاہلیت کے تحائف سے قطع نظر کر کے عہد اسلام پر نظر ڈالیئے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خزانہ کعبہ ہی نہیں کہ عہد رسالت اور خلفاء راشدین میں محفوظ رہا بلکہ جب کوئی نادر شئے مسلمانوں کے ہاتھ آئی تو خانہ کعبہ پر چڑھا دی گئی۔ چنانچہ خزانہ کسریٰ کے جواہرات کے دو ہلال جب کہ فاروق اعظم رضہ کے سامنے منجملہ دیگر غنائم پیش ہوئے تو آپ نے اُنھیں کعبہ میں آویزاں فرما دیا پھر خلیفہ سفاح عباسی نے ایک زمرد کی رکابی بھیجی متوکل نے ایک طلائی کلس موتی اور جواہرات سے مرصع بھیجا جسے طلائی زنجیر میں دروازہ سے مقابل آویزاں کیا گیا اس طرح جہاں جہاں اسلام کا قدم پہونچا وہاں سے کعبہ کے لیئے قیمت ہدیہ آتا رہا لیکن اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے بھی ہوتے آئے کہ جب انھیں ضرورت پیش آئی تو خزانہ کعبہ یا اُس کا کوئی چڑھاوا اپنے صرف میں لے آئے اس بیان سے میرا مقصد یہ ہے کہ کعبہ کی یہ بھی تعظیم ہے کہ اُس پر کچھ چڑھایا جائے پس اس وقت

سب سے بہتر اور سب سے خوب صورت چڑھاوا اہلِ مکہ کی خدمت گزاری ہے جہاں تک ہو سکے فقراء غربا مساکین اور مجاورین کی خدمت کی جائے کمی کا لحاظ نہ کرو خوش دلی اخلاص سے جو ہو سکے دو اسی طرح تھوڑا تھوڑا بہت ہاتھوں سے جو پہونچتا رہیگا تو بہت ہو جائیگا۔

غلاف کعبہ غلاف خانہ کعبہ اُس کے احترام کی دوسری دلیل ہے بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزار برس پیشتر یمن کے بادشاہ تبع حمیری نے یمنی چادر کا غلاف کعبہ پر چڑھایا۔

اُس وقت سے برابر کوئی نہ کوئی بادشاہ یا رئیس غلاف بھیجتا رہا جب مکہ فتح ہوا تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمنی چادر کا غلاف کعبہ کو پہنایا، آپ کے بعد عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما نے مصری کپڑے کا غلاف چڑھایا پھر حضرت امیر معاویہ نے کسی موقع پر دیبا کسی سال مصری اور کبھی یمنی چادر کا، پھر یہ دستور رہا کہ آٹھویں ذی الحجہ کو سادہ غلاف کعبہ پر ڈالتے۔ دسویں ذی الحجہ کو اُس پر ایک اور چادر ڈال دی جاتی جو ماہ مبارک رمضان تک رہتی آخر رمضان میں چادر اُتار کر ایک اور غلاف ڈالتے خلفائے عباسیہ کے خلیفہ مامون عباسی کے عہد تک یہ معمول رہا کہ سال میں تین غلاف چڑھائے جاتے ایک سُرخ دیبا کا آٹھویں ذی الحجہ کو مصری کپڑے کا پہلی رجب کو سفید دیبا کا عید الفطر کے موقع پر لیکن نیا غلاف چڑھاتے وقت پہلا غلاف اُتارا نہیں جاتا تھا تہہ پر تہہ بڑھتا جاتا تھا۔ خلیفہ مہدی عباسی جب کہ ادائے حج کے لیئے آیا تو خدام مکہ نے شکایت کی کہ غلاف کی تہیں اتنی چڑھ گئی ہیں کہ اُن کے بوجھ سے دیوار کے گرنے کا اندیشہ ہے خلیفہ نے حکم دیا اور غلاف علیحدہ کیئے گئے دیوار کعبہ خوشبو عرقیات سے دھو کر مشک و عنبر و زعفران سے لیپا گیا پھر تین غلاف ایک مصری دوسرا حریر تیسرا دیبا کا کعبہ پر چڑھائے گئے۔

جب خلافت عثمانیہ میں ضعف آگیا تو پھر غلاف چڑھنے کا یہ التزام باقی نہ رہا۔ اب کبھی یمن سے غلاف آگیا، اور کبھی مصر سے یہاں تک کہ سلطانِ مصر نے ایک علاقہ خاص غلاف کے لیئے

وقف کردیا اس موقوفہ قریہ کا نام بیسوس ہے لیکن جب کہ اس کی آمدنی ناکافی ثابت ہوئی تو ایک اور گاؤں جس کا نام سندبیس ہے وقف کیا گیا اور یہ دونوں گاؤں صوبہ قلبوبیہ میں ہیں۔

پھر جب حکومت خاندان عثمان کی قایم ہوئی اور مصر بھی انھیں کے زیرنگیں ہوا تو اب پھر غلاف کی خدمت خادم الحرمین سلاطین عثمانیہ سے متعلق ہو گئی۔ سلیمان خاں عثمانی نے یہ قرار دیا کہ غلاف سیاہ رنگ کا خانہ کعبہ کے لیئے ہر سال روانہ ہو اور مدینہ طیبہ اور اندرون کعبہ کا غلاف ہر بادشاہ کی تخت نشینی پر بھیجا جائے اندرون کعبہ کا غلاف سرخ رنگ کا مدینہ طیبہ کا سبز رنگ کا اور بیرون کعبہ کا غلاف سیاہ رنگ کا۔

مدینہ طیبہ اور اندرونِ کعبہ کا غلاف تخت نشینی کے موقع پر چونکہ بھیجا جاتا تھا اس لیئے اُس کا صرف سلطنتِ ترکیہ کے ذمہ تھا اور اب ایک عرصہ سے تخت نشینی کا اسلوب کچھ اور ہے اس لیئے یہ دو غلاف بدلے نہیں گئے۔ سلطان عبدالحمید خاں کی تخت نشینی کے موقع پر جو آئے تھے وہی ہیں لیکن بیرونِ کعبہ کا سیاہ غلاف جائداد موقوفہ مصر سے متعلق تھا اس لیئے وہ برابر آرہا تھا۔ بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ سیاہ غلاف خلفائے عباسیہ کی تجویز ہے لیکن تحقیق یہی ہے کہ یہ تجویز وقرارداد سلطان سلیمان خاں عثمانی کی ہے۔

غلاف کی نوعیت یہ ہے کہ آٹھ پردے سیاہ حریر کے ہوتے ہیں جن میں ہر جگہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بنا ہوتا ہے کعبہ کی چھت پر حلقے نصب ہیں اور نیچے شاذروان میں بھی حلقے پڑے ہوئے ہیں کعبہ کی ہر سمت دو دو پردے ڈالے جاتے ہیں چھت اور شاذروان کے حلقوں میں اوپر نیچے پردوں کو باندھ دیتے ہیں اس کے بعد ٹکموں سے ایک پردہ کو دوسرے سے ایسا ملا دیتے ہیں کہ اس کی ہیئت ایک مربع قمیص کی ہو جاتی ہے۔

پردہ لگا لینے کے بعد ثلث حصہ کے نیچے ایک حزام گرداگرد غلاف کے لگاتے ہیں۔ یہ حزام

سنہرے مقیش کا ہوتا ہے جس پر خطِ نسخ میں قرآن مجید کی آیات تین طرف اور سلاطین عثمانیہ کے اسمار چوتھی جانب کڑھے ہوئے ہیں۔

غلاف کا وہ حصہ جو خانہ کعبہ کے دروازے کے رُخ پر پڑتا ہے اس پر بعد بسم اللہ آیۂ کریمہ وَمَا جَعَلْنَا الْبَيْتَ سے اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ تک اور حجرِ اسود کے رُخ کے سامنے بعد بسم اللہ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ سے مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ تک اور اس جانب جو مقام مالکی[1] کے مقابل ہے لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ سے وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ تک چوتھی طرف جس رُخ میزاب رحمت واقع ہے سلاطین کے اسما

غلاف مصر[2] سے داخل مکہ معظمہ ہو کر شیبی صاحب کے حوالہ کر دیا جاتا ہے اور دسویں ذی الحجہ کو بعد نماز صبح پرانا غلاف اُتار کر نیا چڑھا دیا جاتا ہے زریں حزام شریف صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا ہے اور سیاہ غلاف شیبی صاحب کا حق ہے وہ اُسے زائرین کو دیتے ہیں فروخت کرتے ہیں لیکن اگر حج جمعہ کے روز ہو تو زریں حزام سلطان المعظم کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔

الرحلۃ الحجازیہ جو خدیو مصر حلمی پاشا کا سفر نامہ حجاز ہے اس میں غلاف کی تیاری کا صرف اور روانگی کا خرچ نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے غلاف کی تیاری چونکہ خدیو سے ہی متعلق ہے اس لیے اُن کی تحریر سے زیادہ مستند اور کوئی تحقیق نہیں ہو سکتی اس لیئے اُس کا ذکر نامناسب نہ ہوگا۔

(۱) سنہرہ مقیش چودہ ہزار نو سو پینتس مثقال (۱۴۹۳۵) روپہلا مقیش تین ہزار آٹھ سو پانچ مثقال۔ (۳۸۰۵) اس مجموعہ کی قیمت پانسو پندرہ (۵۱۵) گنی مصری۔

(۲) زرکشی کا کام کرنے والوں کی اُجرت جن کی تعداد سینتالیس[۴۷] نفر ہوتی ہے ایک ہزار چھ سو چونسٹھ (۱۶۶۴) گنی مصری۔

(۳) حریر کی قیمت اور بننے والوں کی اُجرت جن کی تعداد ستر[۷۰] نفر ہے ایک ہزار ایک سو گیارہ[۱۱۱۱] گنی مصری

---

[1] سلطنتِ عثمانیہ تک (۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء تک) کعبہ کے گرد چاروں ائمہ کے مصلّے تھے، اَب سعودی حکومت نے وہ اُٹھا دیئے ہیں۔ تاہم خانہ کعبہ کا وہ نقشہ جس میں یہ مقام (مصلّے) دکھائے گئے ہیں ضمیمہ میں دے دیا گیا ہے۔

[2] اب غلافِ کعبہ، سعودی حکومت اپنے خرچ سے بنوا کر چڑھاتی ہے۔

(۴) کام کرنے کے آلات کی قیمت دو سو گنی۔

(۵) شب مہرجان یعنی جس رات غلاف کے جلوس کا جلسہ ہوتا ہے ایک سو پچاس گنی

(۶) تیاری غلاف کے آخر میں کام کرنے والوں کی اُجرت ساٹھ گنی

(۷) دفتر غلاف کے متعلقین اور کارخانہ کے مستقل ملازمین کی تنخواہ آٹھ سو پچاس گنی

جملہ صرف یعنی میزان کل چار ہزار پانسو پچاس گنی مصری [1]

محمل | اونٹ کا کجاوہ اگر ادنیٰ مرتبہ کا ہے تو اُسے شبری اوسط کو شعذف اعلیٰ کو خیزران کہتے ہیں لیکن اگر ہودج اور اس کے پردے میں نفاست کی گئی ہو پھر اُس کا مصرف یہ ہو کہ مکہ معظمہ یا مدینہ طیبہ کے ہدایا لے جائے تو اُسے محمل کہینگے تاریخوں میں محمل عراقی اور محمل یمنی کا جو ذکر آتا ہے اُن سے وہی اونٹ مراد ہیں جن پر مکہ معظمہ کے ہدایا ہودج میں پردے ڈال کر بھیجے جاتے تھے مصر سے غلافِ کعبہ مع دیگر ہدایا اور تحائف ایک چوبی گنبد نما ہودج میں آتا ہے جسے محمل کہتے ہیں۔

مصر سے اِس کی روانگی کا دن خاص رونق کا دن ہوتا ہے خدیو مصر ایک وسیع مقام پر جسے مصطبہ کہتے ہیں وزرا اعیانِ دولت اور ارکانِ سلطنت کے ساتھ بیٹھتے ہیں علماء اور ساداتِ صوفیہ بھی اِس مجمع میں ہوتے ہیں اب محمل عظیم الشان جلوس کے ساتھ جس میں فوجی سوار اور پیدل فوج محمل کی خدمت گزار اور دیگر شرکا، قافلہ اور ان سب کے آگے امیر الحج ہوتا ہے اپنا معمولی دورہ کرتا ہوا خدیو مصر کے مصطبہ کے پاس آتا ہے مہتمم غلاف کے ہاتھ میں محمل کی نکیل ہوتی ہے جسے حاضر ہو کر خدیو کے ہاتھ میں دیتا ہے خدیو مصر اپنے ہاتھ میں لے کر امیر الحج کے حوالہ کرتے ہیں امیر الحج عموماً کوئی فوجی پاشا ہوتا ہے جس کا تعین پہلے سے کر دیا جاتا ہے۔

اِس رسم کے بعد توپوں کی سلامی ہوتی ہے اس کے بعد جلوس اس ترتیب سے روانہ ہوتا ہے سب سے آگے ساداتِ صوفیہ ان کے بعد فوج پھر محمل جن کے آگے امیر الحاج محمل کے پیچھے محامل پھر

---

[1] لیکن اب یہ مصارف کئی گنا بڑھ گئے ہیں۔

شتربان پھر نقارچی۔

امیر الحج کی سپردگی میں علاوہ غلاف دیگر ہدایا اور زر نقد بھی ہوتا ہے جن کی میزان کل پچاس ہزار گنی مصری ہوتی ہے اگر غلاف کے تیاری کی رقم اُس کے ساتھ جمع کرلی جائے تو پھر چوّن ہزار پانسو پچاس گنی کی میزان آئیگی اب سے دو سال قبل تک یہ رسم جاری تھی لیکن اب کیا ہے اور آیندہ کیا ہوگا اس کا علم عالم الغیب مولیٰ سبحانہ تعالیٰ کو ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ [1]

---

[1] پاک ہے آپ کا رب عزت والا ان کی باتوں سے (جو کافر اس کی شان میں کہتے ہیں) اور سلام ہے سب پیغمبروں پر اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنہار ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

اے خوش نصیب مولیٰ تعالیٰ کے مقبول بندے اور حبیب رب العالمین کے محبوب امت آج کہ تو نے عزم حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہے اس سرتاسر توفیق خیر پر جس قدر تو شکر بجالائے وہ کم ہے۔

آج تیرے لئے ہر قدم پر نیکی لکھی جائیگی اور گناہ معاف کئے جائینگے یہ سفر فی الحقیقت وسیلۃ الظفر ہے اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہوگی کہ رب العزت جل مجدہ کا تو مہمان خاص اور حرم توحید تیرا مقام ہوگا۔

آج تیرا گزر وہاں ہوتا ہے جہاں ہزاروں فرشتے آتے اور اپنے رب کی جناب سے بے شمار رحمتیں پاتے ہیں۔ رب العزۃ کا آخری کلام سارے عالم کی ہدایت کے لئے اسی جگہ نازل ہونا شروع ہوا اللہ کے حبیب اور سارے عالم کے سچے رہنما رحمۃ للعالمین کی اسی مقام پر ولادت ہوئی اسی جگہ منصب رسالت عامہ اور نبوۃ تامہ کا خلعت عطا ہوا اس مقام کی زیارت اور یہاں کی عبادت اُس سعید ازلی کو نصیب ہوتی ہے جس کی روح نے عالم ارواح میں لبیک کی صدائے حق بلند کی ہے۔
یہاں کی عبادت سے فارغ ہوکر تیرا سفر اُس دیار قدس کی طرف ہوگا جہاں کا ایک ٹکڑا

اپنی عظمت وفضیلت میں خانہ کعبہ بلکہ عرش عظیم سے بھی افضل واعلیٰ ہی جہاں کی خاک میں روحانی و جسمانی امراض سے شفا، جہاں کی ہوا سے روح کی تازگی اور ایمان کی افزائش ہی۔

اللہ اللہ پروردگار بے نیاز کی کیسی رحمت ہی کہ اُس نے تجھے اپنے حبیب کے حرم کی زیارت کی توفیق عطا فرمائی اور تیرے آقا تیرے پیشوا کا کیسا کرم تجھ پر ہی جو تجھے اپنا مہمان بنا کر طلب فرمایا۔

آج وہ کہ جن کی شان میں یہ وارد کہ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا اِلَّا لِيُعْرَفَ كَرَامَتُكَ وَمَنْزِلَتُكَ عِنْدِي[1] اُن کے روضۂ پاک کی جالیاں تیرے روبرو ہونگی آج تیری آنکھیں اُس نور کے انوار سے روشن ہونگی جن کے نور کے صدقے میں تمام عالم کا ظہور ہے سبحان اللہ والحمد للہ والشکر للہ ؏

زہے سعادتِ آں بندۂ کہ کرد نزول ✣ گہے بہ بیت خدا و گہے بہ بیتِ رسول[2]

آداب سفر و مقدمات حج

حق العباد جس کا قرض آتا ہو یا امانت کسی کی پاس ہو تو اُسے ادا کرے اگر کسی کا مال ناحق لیا ہو تو اُسے واپس دے یا معاف کرائے اگر صاحب حق کا یا اُس کے وارثوں کا پتا نہ چلے تو اُس قدر مال فقیروں کو دیدے۔

قصور کی معافی اگر کسی کا دل دکھایا ہو یا غیبت کی ہو یا چغلی کھائی ہو تو اُس سے معافی مانگے لیکن اگر وہ زندہ نہ ہو تو توبہ کرے اور صدق دل سے خدا کی جناب میں معافی چاہے۔

حق اللہ نماز، روزہ، زکوٰۃ جتنی عبادات اپنے ذمہ ہوں اُنھیں ادا کرے اور اس تاخیر پر توبہ کرے خدا سے استغفار چاہے منہیات شرعیہ میں سے اگر خدانخواستہ کسی کا مرتکب ہوا ہی تو اس سے توبہ کرے اپنے رب کریم سے بصد تضرع والحاح آمرزش چاہے۔

اجازت اب کہ حق العباد اور حق اللہ سے فارغ ہو چکا سفر کے لئے حسب ہدایت شارع علیہ السلام آمادہ ہو۔ والدین اگر زندہ ہوں تو اُن سے اجازت طلب کرے، بی بی اپنے شوہر سے اجازت

---

[1] مَیں نے دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے صرف اِس لئے پیدا کیا تاکہ آپ کی کرامت اور عظمت جو میرے ہاں ہے اُس کو پہچان لے۔ (رواہ ابن عساکر عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ)

[2] اُس بندے کی سعادت کا کیا کہنا جو کبھی بیت اللہ کے قریب ٹھہرے اور کبھی مدینہ طیبہ میں۔

چاہیے اس لئے کہ بغیر ان کی اجازت کے سفر کرنا مکروہ ہی، اگر یہ خوشی سے اجازت دیدیں تو فہو المراد ورنہ بغیر اجازت ملے فرض ادا کرنے کے لئے روانہ ہو جائے۔

عورت کے لئے محرم ضرور ہی

عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابل اطمینان نہ ہو سفر حرام ہی اگر کریگی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔ محرم وہی ہی جس سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہی۔ ہمارے ائمہ احناف کی یہی تحقیق ہی اور یہی مسئلہ حق ہی۔ آج کل یہ مسئلہ بنا لیا گیا ہی کہ اگر عورت کسی ایسی عورت کے ساتھ حج کے لئے جائے جس کے ساتھ اُس کا محرم ہو تو سفر جائز ہو گا۔ ہرگز یہ مسئلہ احناف کے نزدیک مقبول نہیں ایسے مفتی جنھیں اپنے مذہب کے لطائف و نفائس کی خبر نہیں اُن کے فتاوے سے احتراز چاہیئے۔

خویش و اقارب سے دعا کی طلب

چلتے وقت سب بزرگوں، عزیزوں، دوستوں اور خدام وغیرہ سے مل کر اپنے قصور معاف کرائے اور سلامتی سفر اور قبول حج کے لئے دعا کا طالب ہو اور اب اُن پر لازم کہ دل سے معاف کر دیں صحیح حدیث میں وارد ہی کہ جس کے پاس اُس کا مسلمان بھائی معذرت لائے اُسے قبول کرنا واجب ہی ورنہ حوض کوثر پر آنا نہ ملے گا۔

روانگی

سفر کا لباس پہنکر چار رکعت نفل ادا کرے پہلی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ قل یٰٓاَیُّھَا الکافرون دوسری میں قل ھو اللہ تیسری میں قل اعوذ برب الفلق چوتھی میں قل اعوذ برب الناس پڑھکر دعا مانگے پھر اَللّٰھُمَّ کُنْ لَنَا صَاحِبَنَا فِیْ سَفَرِنَا وَخَلِیْفَتَنَا فِیْ اَھْلِنَا[1] پڑھکر جا نماز سے اُٹھے انشاءاللہ یہ نماز واپس آنے تک اُس کے اہل و مال کی نگہبانی کرے گی۔

روانگی کا وقت

جمعرات یا سنیچر یا دوشنبہ کا دن مبارک ہی ہاں جمعہ کے روز اہل جمعہ کو قبل نماز جمعہ سفر کرنا اچھا نہیں، ان ایام کے علاوہ اتوار، منگل، بدھ ان میں بھی سفر کرنے کا مضائقہ نہیں۔ یہ خیال محض عامیانہ ہی کہ بدھ کا دن منحوس ہی۔ اہل علم جانتے ہیں کہ حضرت محبوب الٰہی سیدنا نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی اس دن کے ساتھ عجیب خصوصیت یہ ہی کہ آپ کی ولادت چہارشنبہ کو ہوئی،

---

[1] اے اللہ! سفر میں تو ہمارا نگہبان بن اور ہمارے گھر والوں کا ہمارے بعد مُحافظ ہو۔

آپ کی بیعت کا دن چہار شنبہ ہی، شیخ نے جس روز کہ خرقہ خلافت عطا فرمایا وہ چہار شنبہ کا دن تھا، آپ نے جس روز رحلت فرمائی وہ چہار شنبہ تھا۔

مکان کا دروازہ | جب مکان کے دروازہ پر پہنچے تو قدم باہر رکھتے ہی یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ وَ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نُزَلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نُضَلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا اَحَدٌ (ترجمہ) اللہ کے نام اور اللہ کی مدد سے اور میں نے اللہ پر بھروسا کیا اور نہ گناہوں سے پھرنا نہ طاعت کی طاقت مگر اللہ کی توفیق سے۔ الٰہی ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ خود لغزش کریں یا دوسرا ہمیں لغزش دے یا خود بہکیں یا دوسرا بہکائے یا ظلم کریں یا ہم پر ظلم کیا جائے یا جہل کریں یا ہم پر کوئی جہل کرے۔

مسجد سے رخصت ہونا | اب اپنی اس مسجد میں آئے جس میں نمازیں پڑھا کرتا تھا دو رکعت نفل قل یا ایہا الکافرون اور قل ھو اللہ کے ساتھ پڑھے اور مسجد سے رخصت ہو جس طرح عزیزوں دوستوں سے معافی مانگی اسی طرح اُن فروگزاشتوں کی جو حق مسجد کی اس سے ہوئی ہوں معافی مانگے اور روانہ ہو جائے۔

وقت روانگی کی دعا | مسجد سے رخصت ہونے کے بعد اس سے قبل کہ سواری پر سوار ہو یا سفر کے لئے قدم بڑھائے حسب ترتیب دعائے ماثورہ اور بعض سور قرآنیہ کی تلاوت کرلے۔ انشاء اللہ برکات گوناگوں سے سرفراز ہوگا۔ سب سے پہلے یہ دعا پڑھے:-

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَ کَآبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ وَ الْاَھْلِ وَ الْوَلَدِ (ترجمہ) الٰہی ہم تیری پناہ مانگتے ہیں سفر کی مشقت اور واپسی کی بدحالی اور مال یا اہل یا اولاد میں کوئی بُری حالت نظر آنے سے۔

اب حسب ذیل سور و آیات کی تلاوت کرے:

قل یا ایہا الکافرون۔ اذا جاء نصر اللہ۔ قل ھو اللہ۔ قل اعوذ برب الفلق

قل اعوذ برب الناس - سورۃ فاتحہ شروع سورۃ بقرہ کی آیات الٓمٓ سے مفلحون تک، آیۃ الکرسی ختم سورہ بقرہ کی آیات آمن الرسول سے فانصرنا علی القوم الکافرین تک - پھر ان کے بعد اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ (ترجمہ) بے شک وہ جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ضرور تجھے پھرنے کی جگہ واپس لائے گا - ایک بار پڑھکر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہکر چل کھڑا ہو -

سواری پر سوار ہونے کی دعا

جس سواری پر سوار ہو خواہ موٹر ہو یا ریل، گھوڑا ہو یا اونٹ - بسم اللہ کہکر سوار ہو پھر بیٹھ کر اللہ اکبر اور الحمد للہ اور سبحان اللہ تین تین بار لا الٰہ الا اللہ ایک بار کہے اس کے بعد اس آیہ کریمہ کی تلاوت کرے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

(ترجمہ) پاکی ہے اُسے جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا اور ہم میں اُس کی طاقت نہ تھی بے شک ہم ضرور اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں -

انشاء اللہ عافیت نصیب ہو اور سواری کی آفت و شر سے امان میں رہے -

منازل کی دعا

بلندی پر چڑھے تو اللہ اکبر کہے ڈھال میں اترے تو سبحان اللہ کہے -

جس منزل سے اُترے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (ترجمہ) میں اللہ کی کامل باتوں کی پناہ مانگتا ہوں اُس کی سب مخلوق کی شر سے -

انشاء اللہ ہر نقصان سے بچے گا اور ہر شر سے محفوظ رہے گا -

کسی شہر میں جانے کی دعا

جب وہ بستی نظر آئے جہاں ٹھیرنا یا جانا چاہتا ہے کہے اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا (ترجمہ) الٰہی ہم تجھ سے مانگتے ہیں اس بستی کی بھلائی اور اس بستی والوں کی بھلائی اور اس بستی میں جو کچھ ہے اُس کی بھلائی اور تیری پناہ مانگتے ہیں اس بستی کی بُرائی اور اس بستی والوں کی بُرائی اور اس بستی میں جو کچھ ہے اُس کی بُرائی سے -

دریا کی سواری اور اُس کی دعا | جب جہاز پر سوار ہو کہے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ (ترجمہ) اللہ کے نام سے ہے اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا، بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے (کافروں نے) خدا ہی کی قدر جیسی چاہئے تھی نہ پہچانی حالانکہ ساری زمین قیامت کے دن بہت ہی حقیر چیز کی طرح اُس کے مُٹھی میں ہوگی اور سب آسمان اس کی قدرت سے لپیٹے جائیں گے وہ پاک و بلند ہے اُن کے شرک سے۔

شب کو سوتے وقت | رات کو سوتے وقت آیۃ الکرسی ایک بار ضرور تلاوت کرے چور اور شیطان سے امان میں رہے گا۔

دشمن یا راہ زن | اگر دشمن یا راہ زن کا خوف ہو تو سورۂ لایلاف پڑھے ہر بلا سے امان میں رہے گا۔

بھوک پیاس | یَا صَمَدُ ایک سو چونتیس بار ہر روز کسی وقت پڑھ لیا کرے کھانے پینے کی تکلیف سے محفوظ رہے گا۔

حل مشکل | کوئی مشکل پیش آئے تو تین بار کہے یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِیْنُوْنِیْ[1] غیب سے مدد ہو گی۔ صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے۔

واپسی | واپسی کے وقت بھی وہی طریقے ملحوظ رکھے جو یہاں تک بیان ہوئے۔ مکان پر پہنچنے کی اطلاع پہلے سے دیدے بغیر اطلاع ہرگز نہ جائے۔ شریعت نے ہمیں یہی ادب سکھایا ہے۔ مکان دن کے وقت پہنچے؛ رات میں آنے سے پرہیز کرے۔ گھر پہنچ کر سب سے پہلے اپنی مسجد سے ملے اگر وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت نفل اُس میں پڑھے کہ یہی اُس سے ملنا ہے۔ اب گھر میں داخل ہو اور دو رکعت نفل یہاں پڑھے پھر احباب اعزّہ اور خدّام وغیرہ سے بکشادہ پیشانی ملے عزیزوں اور دوستوں کے لئے کچھ نہ کچھ تحفہ بھی ضرور لائے کہ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حاجی کا تحفہ حرمین شریفین کے تبرکات سے زیادہ اچھا اور کیا تحفہ ہے۔ دوسرا تحفہ دعا ہے کہ مکان پہنچنے سے پہلے استقبال کرنیوالوں اور سب مسلمانوں کے لئے کرے کہ قبول ہے۔

---

[1] اے اللہ کے نیک بندو! میری مدد کرو۔ (طبرانی، حصن حصین مطبوعہ تاج کمپنی، کراچی، ص ۱۷۵) صاحب حصن حصین لکھتے ہیں کہ "یہ عمل آزمودہ ہے"۔

یہ مسئلہ یاد رکھنا چاہیئے کہ غائبانہ دعا خاص اثر رکھتی ہے۔ اسی طرح مسافر کی حالت سفر میں دعا مقبول ہے پھر ایک ایسا مسلمان جس نے ابھی ابھی حج کا فرض ادا کیا ہے وطن سے دُور حالت سفر میں ہے وہ جس وقت مسلمانوں کے لئے، اپنے اعزہ و اقرباء کے لئے، اپنے احباب اور ملنے والوں کے لئے دعا کرے گا تو رحمت الٰہی کیونکر اُسے قبول نہ کرے گی۔ لہذا مکان پہنچنے سے قبل حاجی کو دعا کرنے میں دریغ نہ کرنا چاہیئے۔

سفر کے آداب اور اُس کی دعائیں جو اوپر مذکور ہوئیں اگرچہ ان کی خصوصیت کچھ سفر حج کے ساتھ مخصوص نہیں اس لئے کہ شریعت غرّہ کی یہ ایسی پاک اور بابرکت تعلیمات ہیں جنھیں ہر مسلمان دیندار کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنانا حقیقی لطف ایمان و اسلام کا حاصل کرنا ہے۔ لیکن اس مقام پر مقدمات حج کے تحت میں انھیں بایں خیال لکھ دیا گیا کہ اگر اس وقت تک ان کی تعمیل سے محرومی رہی تو آج اُن سے محروم نہ رہے۔ جب کہ اُس اہم عبادت کے بجالانے کے لئے سفر کر رہا ہے جس کی ادائیگی اگر آداب و شرائط کے ساتھ کامل ہو جائے تو گناہوں سے ایسی پاکی نصیب ہو جیسا کہ اُس دن پاک و معصوم تھا جب کہ ماں کے پیٹ سے اس خاکدانِ عالم میں آیا تھا۔

مقدمات حج خانہ کعبہ سے متعلق دو عبادتیں ہیں ایک کا نام عمرہ ہے اور دوسرے کا حج۔ فرق ان دونوں عبادتوں میں یہ ہے کہ عمرہ سنت ہے اور حج فرض۔ ثانیاً یہ کہ عمرہ جب چاہے ادا کرے لیکن حج کے لئے مہینے اور ایام مقرر ہیں۔ ثالثاً یہ کہ عمرہ کے لئے میقات آفاقی اور غیر آفاقی دونوں ہی کا حل ہے لیکن حج کے لئے آفاقی کا میقات وہی مقام ہے جو بیان میقات میں آئے گا لیکن غیر آفاقی کے لئے حرم ہی میقات ہے۔

عمرہ اور حج عمرہ کے اعمال دو ہیں طواف بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ۔ طواف رکن ہے اور سعی واجب۔ حج کے دو رکن ہیں نویں کو عرفات میں ٹھیرنا اور دسویں کو طواف بیت اللہ صفا و مروہ کی سعی رکن حج نہیں بلکہ واجب ہے۔ احرام اور قیود احرام کا حکم عمرہ اور حج دونوں میں یکساں ہے۔

حج رکن دین ہے یہ امر محتاج بیان نہیں کہ جس طرح نماز، روزہ اور زکوٰۃ فرض اور ارکانِ دین میں

اسی طرح حج بھی ایک رکن دین اور صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ فرق اس رکن اور تین بقیہ ارکان میں یہ ہے کہ ایک مسلمان جب تک زندہ ہے ہر روز اُس پر نماز پنجگانہ فرض ہے ہر سال جب کہ مہینہ رمضان کا آئے تو روزہ اُس پر فرض ہوگا اور ہر سال کے تمام پر صاحب نصاب کو تا زیست زکوٰۃ ادا کرنا ہوگا۔

رکن حج کا دیگر ارکان سے مقابلہ

لیکن حج ایک ایسا رکن ہے جس کا ساری زندگی میں صرف ایک مرتبہ ادا کرلینا شریعت نے فرض کیا ہے۔ اسی بنیاد پر ایک مسلمان جب حج کے رکن سے فارغ ہوتا ہے تو اُسے حاجی کے لقب سے یاد کرتے ہیں یعنی یہ ایک ایسا مسلمان ہے جو اپنے ایک رکن دین کے فراغ کی سعادت حاصل کرچکا۔

حج کی اہمیت

حج کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے کہ اس کا ایک مرتبہ ادا کرلینا ساری عمر کے لئے کفایت کرتا ہے۔ اسی لئے علماء شریعت نے اس کی تاکید فرمائی ہے کہ حج کرنے والے کو ہر عمل کے ادا میں اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ حتی الامکان مستحب و مستحسن امور بھی چھوٹنے نہ پائیں۔ انتہا یہ کہ سفر میں سرمہ، کنگھا اور آئینہ رکھنا بھی مسنون ہے۔

اسی کے ساتھ ہر مقام و ہر اوقات پر اوراد مسنونہ اور اذکار ماثورہ کی اس قدر کثرت کرے کہ عجز و نیاز اور خشوع و خضوع میں سرتاسر غرق ہو جائے۔ انشاءاللہ کثرت اذکار کی برکت سے مولیٰ تعالیٰ کی رحمت جب کہ تواضع و نیازمندی کی شان پیدا کردے گی تو راہ کی بہت سی ناگواریاں یہی نہیں کہ گوارہ ہو جائینگی بلکہ اُن میں ایک لطف و ذوق پائے گا۔ مثلاً:

جمالوں کے ساتھ نرمی

جمالوں کی خشونت عموماً حجاج کو گراں گزرتی ہے وہ اُنھیں اپنے دیار کے اونٹ گاڑی چلانے والے یا یکہ ہانکنے والے[1] جیسا سمجھتے ہیں اور اس غلط فہمی کا نتیجہ جمالوں کی خشونت ہوتی ہے لیکن اگر اُنھیں اپنا مخدوم سمجھ لیا جائے اُن کا احترام ملحوظ رکھا جائے اور کھانے پینے کی چیز عزت کے ساتھ اُن کے سامنے پیش کی جائے تو پھر اُن کی شرافت اور مہمان نوازی کا ایسا لطف پائے کہ اُن کی راحت رسانی وطن کے اعزہ کو بھی بھلا دیگی۔ یہ تو راستہ اور سفر کا آرام ہوا اسی کے ساتھ اُن سے جو نرمی کی گئی اور اُن کی سختی کا ادب کے ساتھ تحمل کیا گیا تو اس پر

[1] آج کل کے دور میں سفر کی تمام جدید تر سہولتیں میسر ہیں۔

شفاعت نصیب ہونے کا وعدہ ہے۔

اہل عرب سے نرمی اور اُن سے چشم پوشی

اس کا لحاظ رہے کہ بدوؤں کے ساتھ عربیوں کے ساتھ، اہل حرمین کے ساتھ اور علی الخصوص اہل مدینہ کے ساتھ ہرگز ہرگز بے ادبی کا برتاؤ نہ کرے نہ ان کی کمزوریوں کی طرف نظر کرے، نہ ان پر معترض ہو ان کے اُس خدمت جلیلہ کو دیکھے جس کے انصرام و انجام کی سعادت انھیں حاصل ہوئی ہے۔ یعنی اللہ کے بندوں کو اللہ کے گھر تک اللہ کے حبیب کے آستانہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ اہل حرمین خصوصاً اہل مدینہ حجاج کو اپنے گھروں میں ٹھیراتے ہیں۔ ان کے ہر طرح کی راحت کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ عبادت میں زیارت میں ان کی رہنمائی کرتے ہیں یہ اُن کا احسان کیا کم ہے اور اس کا شکر ادا کرنا کیا آسان ہے جو اُن کے اعمال کے احتساب کے پیچھے پڑ کر اپنی نیازمندی میں فرق لایا جائے۔ یہ مقام خودی اور خود کو مٹا دینے کا ہے اگر یہاں پہنچکر بھی نفس و نفسانیت کا استیصال نہ ہوا تو کمال حسرت کا مقام ہے۔ رفقا کے ساتھ، خدام کے ساتھ، جانوروں کے ساتھ جبکہ رحم و نرمی کی تاکید ہو تو پھر اہل عرب نہ کہ اہل حرمین نہ کہ اہل مدینہ!

رکن حج سراسر فدویت ہے

حقیقت یہ ہے کہ حج ہی ایک ایسا رکن ہے جس کے ہر عمل میں وہ الہانہ فدویت کی ایسی شان پائی جاتی ہے کہ ؎

با وجودت زمن آواز نیاید کہ منم[1]

کا ہو بہو نقشہ کھنچتا ہے۔

اگر اس خود فراموشی و فدویت میں تقصیر واقع ہوئی اور کسی فعل سے خودی یا ہوشیاری کا ثبوت ہوا تو فوراً جرمانہ میں قربانی کرنی پڑتی ہے۔ خط بڑھ گیا اس کی خبر نہیں، جسم پر میل کچیل کی تہ جم گئی اس کی پروا نہیں، کپڑے یا بال میں جوں پڑ گئی تو ان کی اذیت رسانی کا احساس نہیں، یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ؎

عاشقاں کشتگانِ معشوق اند

بر نیاید ز کشتگاں آوازہ[2]

---

[1] تیرے ہوتے ہوئے مجھ سے یہ بھی نہیں کہا جاتا کہ میں ہوں۔

[2] عشاق تو معشوق کے مارے ہوئے ہیں اور مرے ہوتے لوگوں کی آواز نہیں آیا کرتی۔

اس عبادت کا مقصد ہی یہ ہے کہ عمر میں ایک مرتبہ ایسی حالت اپنے اوپر طاری کرلی جائے جس میں ہر طرح کے علائق سے بے نیاز ہو کر اپنے رب کا دیوانہ بن جائے خشیتِ ایزدی اور رحمت الٰہی اس طرح اسے احاطہ کرے کہ کسی کا تو ذکر کیا تن بدن کا بھی نہ احساس باقی رہے نہ شعور۔

دیکھو! سلا ہوا کپڑا علاوہ ستر پوشی اور راحت رساں ہونے کے ایک زیب و زینت بھی ہے احرام میں اسی لئے ممنوع ہوا کہ ایک شوریدہ حال کے لئے زیبائش میں کہاں آرایش ہو سکتی ہے اس کے لئے تو جیب و گریبان کی دھجیاں سو سنوار ہیں۔

لیکن ہاں یہ شوریدگی و دیوانگی اس جلیل و جبار کی یاد میں ہے جس کے احکام کی پابندی، جس کے آداب کی رعایت اور جس کی رضا جوئی کمال جنون میں بھی ملحوظ رکھی جائیگی۔ اس لئے سلا ہوا کپڑا تو اُتار دیا لیکن ستر پوشی کا لحاظ کامل رکھتا ہے ؎

مستی میں بھی سر اپنا ساقی کے قدم پر ہو
اتنا تو کرم کرنا اے لغزشِ مستانہ

سر برہنہ ہے صرف دو چادریں جسم سے لپٹی ہوئی ہیں گویا مقام محبت پر شہید ہونے کے لئے کفن ساتھ ہے۔ لبیک کی صدا بار بار زبان پر آتی ہے یعنی ؎

بردر آمد بندۂ بگریختہ[1]
آبروے خود زعصیاں ریختہ

ہر وہ مقام جس سے معرفت الٰہی اور خدا پرستی کا احساس ہوتا ہے اس کے پاس پہنچکر طرح طرح سے اپنی فدویت کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ حجر اسود کو چومتے ہیں ملتزم سے لپٹتے ہیں کعبہ کے گرد گھومتے ہیں صفا و مروہ میں دوڑتے ہیں، عرفات پہنچکر دعا و مناجات میں محو ہو جاتے ہیں، منیٰ پہنچکر کنکریاں پھینکتے ہیں یہ سب ایک دل باختہ شوریدہ سر کے افعال و حرکات ہیں جو وہ اپنے محبوب کے مقام و منزل پر پہنچکر کیا کرتا ہے۔

جو چیزیں وصل و وصال سے روکنے والی ہیں انھیں دور کیا جاتا ہے ہٹایا جاتا ہے۔ رمی جمار

---

[1] بھاگا ہوا غلام تیرے دروازے پر آیا ہے اور اپنی آبرو گناہوں کے باعث ضائع کر چکا ہے۔

اسی کا نمونہ ہے اور جو اُس سے ملا دینے والی ہیں اُن کے تشکر و امتنان میں کبھی اُن کے قدم چومتے ہیں، کبھی اُن کے گرد گھوم کر قربان ہوتے ہیں حجرِ اسود کا بوسہ اور کعبہ کا طواف اسی کی مثال ہے۔ بلا تشبیہ کعبہ شمع ہے اور زائرِ بیت اللہ پروانہ۔ پس اے سعید بیدار بخت اس شمع کے پاس بصد بیتابی و بے قراری حاضر ہو کر حقِ پروانگی ادا کرے

رو بحرم کن[1] کہ دراں خوش حریم — ہست سیہ پوش نگارے مقیم

قبلۂ خوبانِ عرب روئے او — سجدۂ شوخانِ عجم سوئے او

حج کے اقسام مسائل حج سے پہلے اقسامِ حج[2] کا جاننا ضرور ہے تاکہ احرام کے وقت جس قسم کے حج کرنے کا ارادہ ہو اُسی کی نیت کی جائے۔ پس جاننا چاہئیے کہ حج کی تین قسمیں ہیں۔ افراد تمتع اور قران

اگر صرف حج کی نیت ہے تو افراد ہے اگر میقات پہنچکر صرف عمرہ کی نیت سے احرام باندھا اور مکۂ معظمہ پہنچکر بعد ادائے عمرہ حج کا احرام باندھا تو تمتع ہے اور اگر میقات پہنچکر عمرہ اور حج دونوں کی ایک ساتھ نیت کرکے احرام باندھا تو قران ہے۔ سب سے افضل قران ہے پھر تمتع، پھر افراد۔ اب قدرے تفصیل کے ساتھ ہر ایک کا بیان ذیل میں کیا جاتا ہے۔

اِفراد حج کے مہینے میں میقات پر پہنچکر احرام باندھے مکہ معظمہ پہنچکر سب کاموں سے پہلے طواف قدوم کے ادا کی سعادت حاصل کرے پھر زمزم پر آئے اور تین سانس میں خوب کوکھ بھر کر پانی پئے ہر سانس کے ابتدا میں بسم اللہ اور ختم پر الحمد للہ کہے جو پانی ڈول میں بچ جائے اُسے اپنے بدن پر ڈال لے یا کنوئیں میں گرا دے پھر حجر اسود کے پاس آئے اور اس کا استلام کرکے باب الصفا سے نکل کر سعی صفا و مروہ کی کرے۔

اسی طواف قدوم میں اگر رمل کی سنت بھی ادا کرے تو طواف فرض میں جسے طواف زیارت اور طواف افاضہ بھی کہتے ہیں رمل کرنا نہ ہوگا۔ اسی طرح طواف قدوم کے بعد اگر سعی کر لی ہے تو طواف فرض میں دوبارہ سعی کی حاجت نہ رہے گی۔

ساتویں کو خطبہ سُننا، آٹھویں کو منیٰ پہنچنا، نویں کو بعد نماز فجر وہاں سے روانہ ہو کر عرفات

---

[1] اپنا رُخ حرم شریف کی جانب کر کہ اِس خوبصورت چار دیواری میں ایک سیاہ پوش محبوب مقیم ہے۔ عرب کے محبوبوں کا قبلہ اُس کا چہرہ ہے اور عجم کے معشوقوں کا سجدہ اُس کی جانب ہے۔

[2] حج عن الغیر یعنی حج بدل والوں کو ہمیشہ "اِفراد" ہی کرنا چاہیئے اور اگر قِران کرنا ہو تو بھیجنے والے سے صراحۃً اِجازت لی جائے، کیونکہ حج بدل میں تمتع کرنا کسی حال دُرست نہیں۔ اِلّا یہ کہ کوئی وارث اپنے کسی مرحوم عزیز کی طرف سے حجِ بدل کرائے۔

پہنچنا ہے۔ یہاں پہنچکر تا غروب آفتاب مصروف دعا و مناجات رہنا ہے بعد غروب مزدلفہ کی روانگی آج یعنی نویں ذی الحجہ کو مغرب کی نماز مزدلفہ پہنچکر ادا کی جائے گی۔ نماز مغرب و عشا سے فارغ ہو کر جس قدر توفیق ہو دعا مناجات اور تسبیح و تہلیل میں شب بسر کرے بعد نماز فجر جو دسویں تاریخ ذی الحجہ کی ہوگی مزدلفہ سے روانہ ہو رمی جمار کے لئے مزدلفہ یا مزدلفہ کے راہ سے کنکریاں چن لے منیٰ پہنچکر صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کرے پہلی کنکری پھینکتے ہی لبیک موقوف کرے، لبیک پکارنے کا وقت بس اب ختم ہو گیا۔

رمی سے فارغ ہوتے ہی فوراً قیام گاہ کی طرف روانہ ہو راستہ میں اگر چاہے دعا بھی کرتا رہے قیام گاہ پہنچکر قربانی کرے۔ یہ وہ قربانی نہیں جو عید اضحیٰ میں ہوتی ہے اس لئے کہ وہ تو مسافر پر اصلا واجب نہیں اگرچہ غنی و مال دار ہو وہ تو مقیم مال دار پر واجب ہے اگرچہ حج میں ہو۔

بلکہ یہ قربانی حج کا شکرانہ ہے۔ قارن و متمتع پر تو واجب ہے اگرچہ فقیر ہو اور مفرد کے لئے مستحب اور بے انتہا موجب اجر۔

بعد قربانی رو بقبلہ بیٹھ کر مرد حلق کریں کہ افضل ہے یا بال کتروائیں کہ رخصت ہے حلق ہو یا تقصیر دہنی طرف سے ابتدا کرنا چاہیئے اور اُس وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کہتا رہے۔

عورتیں حلق نہ کرائیں اس لئے کہ سر منڈانا عورتوں کے لئے حرام ہے صرف ایک پور برابر بال کتروا دیں۔ حلق سے فارغ ہو کر ناخن ترشوائیں خط بنوائیں۔ حلق سے پہلے ناخن کتروانا یا خط بنوانا آج اس مقام پر خطا ہے بال و ناخن وغیرہ زمین میں دفن کر دیں۔

اب احرام کی تمام پابندیوں سے آزادی ہوگئی اِلّا مجامعت و ہم بستری کہ اس کی اجازت طواف زیارت کے بعد ہوگی۔

افضل تو یہ ہے کہ آج ہی دسویں تاریخ طواف فرض کے لئے مکہ جائیں اور اُنھیں آداب و شرائط کے ساتھ جو طواف میں ذکر ہونگے اس فرض کے ادائیگی کی سعادت حاصل کریں بعد طواف

دو رکعت نماز مقام ابراہیم پر پڑھیں۔ الحمدللہ کہ حج ادا ہو گیا۔

اس لئے کہ حج کے صرف دو رکن تھے نویں کو عرفات کا ٹھیرنا ایک رکن تھا جو ادا ہو چکا اور بعد وقوف عرفات خانہ کعبہ کا طواف دوسرا رکن تھا اُس کی سعادت آج حاصل ہو گئی اس کے بعد عورت سے ہم بستری بھی حلال ہو گئی۔

اگر کمزور و ضعیف دسویں کو طواف کے لئے نہ جائیں تو گیارہویں یا بارہویں کو یہ فرض ادا کرلیں اگر اب بھی ادا نہ کیا تو جرمانہ میں ایک قربانی کرنی ہوگی۔ بلا عذر بارہویں سے زیادہ تاخیر کرنا گناہ ہے۔ ہاں عورتوں کو اگر انھیں ایام میں حیض و نفاس آجائے تو اُنھیں پاک ہونے تک تاخیر کرنا درست ہے۔ لیکن ایام سے فارغ ہونے کے ساتھ ہی اُنھیں غسل کرکے فوراً طواف کرنا چاہیئے۔ اب اگر تاخیر ہوئی تو جرمانہ میں انھیں بھی قربانی کرنا پڑے گی۔ طواف زیارت میں اضطباع نہیں ہے۔ قارن و مفرد طواف قدوم میں اور متمتع بعد احرام حج کسی طواف نفل میں۔ حج کے رمل و سعی دونوں خواہ صرف سعی کر چکے ہوں تو اس طواف میں رمل و سعی کچھ نہ کریں۔ لیکن اگر اُس میں رمل سعی کچھ نہ کیا ہو تو اس طواف میں کرنا ہوگا۔

گیارہویں تاریخ بعد نماز ظہر امام کا خطبہ سُن کر پھر رمی کو روانہ ہوں۔ جمرۂ اولیٰ سے شروع کریں اور جمرۂ عقبہ پر ختم۔ بارہویں کو پھر بعد زوال تینوں جمرے کی رمی کریں اور اب اختیار ہے مکہ معظمہ آجائیں یا منیٰ میں ایک دو روز اور ٹھیریں۔

جب مکہ معظمہ سے عزم رخصت ہو تو طواف وداع جو آفاقی پر واجب ہے بے رمل و اضطباع بجالائیں اور بقدر استطاعت فقراء مکہ پر کچھ تصدق کرکے روانہ ہو جائیں۔

وداع کے وقت صرف سات مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کرنا واجب ہے جس طرح اس میں نہ رمل ہے نہ اضطباع اُسی طرح طواف وداع کے بعد سعی صفا و مروہ بھی مشروع نہیں۔

قران | عمرہ اور حج کو اس طرح جمع کرنا کہ احرام کے وقت دونوں کی ایک ساتھ ہی نیت کرلی جائے قران ہے اور اس جمع کرنے والے کو قارن کہیں گے۔ مفرد کے لئے جرائم کا کفارہ جہاں ایک دم یا

ایک صدقہ ہی قارن کے لئے دو ہونگے۔

مکہ معظمہ پہنچکر قارن پہلے عمرہ ادا کرے گا یعنی طواف کعبہ اور سعی صفا و مروہ اس کے بعد حج کے اعمال مثل مفرد ادا کرے گا۔ سب سے پہلے طواف قدوم اور اس کے ساتھ سعی صفا و مروہ تاکہ طواف زیارت کے بعد سعی نہ کرنی پڑے پھر ساتویں کو استماع خطبہ، آٹھویں کو منیٰ کا قیام، نویں کو وقوف عرفات دسویں کی شب کو مزدلفہ۔ اور دسویں کے دن کو منیٰ پہنچکر جمرہ عقبہ کی رمی پھر قربانی واجب میں مشغولی اُس سے فارغ ہو کر حلق یا قصر اب مکہ معظمہ پہنچکر طواف فرض کی ادائگی۔

تمتع | میقات پہنچکر صرف عمرہ کی نیت سے احرام باندھے مکہ معظمہ پہنچکر طواف کعبہ کرے صفا و مروہ کی سعی بجالائے اس کے بعد حلق کرائے یا قصر عمرہ ادا ہو گیا۔ احرام نے جو کچھ حرام یا مکروہ کیا تھا اب سب حلال و مباح ہو گیا۔ لبیک پکارنا بھی اس کے لئے نہ رہا۔ اس لئے کہ بوقت طواف حجر اسود کا پہلا بوسہ لیتے ہی متمتع کو لبیک چھوڑ دینا چاہیئے۔

پھر متمتع اگر چاہے تو آٹھویں ذی الحجہ تک بے احرام رہے مگر افضل یہ ہی کہ جلد حج کا احرام باندھ لے۔ اگر متمتع بعد ادائے عمرہ مکہ معظمہ میں ہی ٹھیرا رہا تو اُسے حج کا احرام باندھنے کے لئے کہیں جانا نہیں۔ مکہ معظمہ میں ہی باندھے اور اس سے بہتر مسجد الحرام اور سب سے بہتر یہ کہ حطیم میں احرام باندھے۔ بعد احرام حج جملہ اعمال مثل مفرد انجام دے۔ ہاں دسویں کو بعد رمی جمرہ عقبہ اس پر مثل قارن کے قربانی واجب ہی۔ جرائم کے کفارہ میں متمتع مثل مفرد ہی اور شکرانہ حج کی قربانی میں قارن کے مثل یہ حکم اُس صورت میں ہی جب کہ متمتع نے بعد ادائے عمرہ احرام کھول ڈالا ہو لیکن اگر اُس نے احرام نہ کھولا تو جرمانہ مثل قارن کے ادا کرنا ہوگا۔

فرق قران و تمتع | قارن بعد ادائے عمرہ احرام نہ کھولے گا جو قیود احرام کے وقت لازم ہوئے تھے وہ بعد ادائے عمرہ قائم رہیں گے۔ لیکن متمتع بعد ادائے عمرہ احرام کھول سکتا ہی اور قیود احرام سے آزاد ہو سکتا ہی احرام کھولنے پر متمتع پر احرام کے قیود اب اُس وقت عاید ہونگے جب کہ وہ حج کا احرام باندھے گا۔

بعد ادائے عمرہ اگر متمتع حرم سے باہر چلا گیا تو حج کے لئے احرام حل میں باندھے گا اور اگر میقات سے بھی باہر ہو گیا ہے تو حج کا احرام میقات پر باندھے گا لیکن اگر عمرہ ادا کرنے کے بعد حرم ہی میں رہا تو حج کا احرام حرم ہی میں باندھے گا۔

دوسرا فرق

دوسرا فرق یہ ہے کہ قارن نے احرام باندھتے وقت جو لبیک کہا ہے اُس کا سلسلہ دسویں ذی الحجہ تک برابر جاری رکھے گا لیکن متمتع نے بوقت طواف جیوں ہی کہ پہلا بوسہ حجر اسود کا لیا لبیک چھوڑ دے گا۔ ہاں جب حج کا احرام باندھے گا تو اُس وقت سے پھر لبیک پکارنا شروع کریگا۔

تیسرا فرق

طواف قدوم جس طرح کہ مفرد کے لئے سنت موکدہ ہے اسی طرح قارن کے لئے بھی سنت موکدہ ہے۔ قارن بعد ادائے عمرہ طواف قدوم بجا لائے گا لیکن متمتع کے لئے طواف قدوم نہیں ہے۔

مفرد و قارن طواف قدوم میں اگر رمل کرلیں گے تو طواف زیارت میں دسویں تاریخ اُنھیں رمل کرنا نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مفرد و قارن نے طواف قدوم کے بعد سعی صفا و مروہ کرلی ہے تو طواف زیارت کے بعد سعی کی بھی حاجت نہیں۔

لیکن متمتع پر طواف قدوم نہیں ہے اس لئے طواف زیارت میں اسے رمل بھی کرنا ہوگا اور بعد طواف صفا و مروہ کی سعی بھی کرنی ہوگی۔

ہاں متمتع اگر اس خیال سے کہ دسویں کو ہجوم ہوگا شاید طواف میں رمل اور مسعیٰ میں دوڑنا متعذر ہو، بعد ادائے عمرہ کسی طواف نفل میں رمل کرلے اور سعی سے بھی فارغ ہو جائے تو پھر اُس کے لئے بھی طواف زیارت میں رمل اور صفا و مروہ کی سعی نہیں۔

تمتع ہدی کے ساتھ

اگر متمتع اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے گیا ہے تو بعد ادائے عمرہ نہ حلق کرائے گا نہ قیود احرام سے فارغ ہوگا۔ عمرہ تو ادا ہو گیا لیکن پابندیاں احرام کی یوں باقی رہیں کہ قربانی کا جانور جس کا لقب شریعت نے ہدی رکھا ہے ہنوز ذبح نہیں ہوا ہے دسویں تاریخ منیٰ پہنچکر رمی جمرہ عقبہ کے بعد ہدی کی قربانی کرے گا۔ اس کا حال پابندی اور کفارۂ جرائم

میں قارن جیسا ہے۔ فرق اس میں اور قارن میں صرف یہ ہے کہ قارن کو حج کے لئے احرام باندھنا نہیں ہے اور متمتع کو حج کے لئے احرام باندھنا ہوگا۔

متمتع محض اور ہدی کے ساتھ متمتع میں ایک فرق یہ ہے کہ متمتع محض بعد ادائے عمرہ اگر چاہے احرام کھول کر احرام کی پابندی سے آزاد ہوسکتا ہے اور اگر چاہے تو اُس وقت تک کہ حج کا احرام نہیں باندھا ہے عمرہ کے احرام پر قائم رہے نہ حلق و قصر کرائے نہ احرام کھولے۔ لیکن وہ متمتع جو اپنے ساتھ ہدی لایا ہے وہ بعد ادائے عمرہ نہ حلق و قصر کرسکتا ہے نہ قیود احرام سے آزاد ہوسکتا ہے

دوسرا فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ متمتع محض نے اگر احرام کھول ڈالا تو کفارۂ جرائم میں اس کا حال مفرد جیسا ہے لیکن اگر احرام نہیں کھولا تو اس کا حال مثل قارن کے کفارہ میں ہے لیکن وہ متمتع جو ہدی اپنے ساتھ لایا ہے اُسے احرام سے آزاد ہونے کی چونکہ اجازت ہی نہیں ہے اس لئے اس کا حال کفارہ میں بہر حال مثل قارن کے ہے۔

داخلہ اگر بیت اللہ شریف کی داخلی بغیر داد و ستد کے میسر آئے تو اس میں شک نہیں کہ یہ ایک نعمت عظمیٰ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا یعنی جو اس گھر میں داخل ہوا وہ امان میں ہے لیکن ایسا موقع نہ ملے تو فقہا کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ حطیم کی حاضری پر قناعت کرے اس لئے کہ وہ بھی ایک حصہ کعبہ کا ہی ہے۔

داخلی مستحب ہے اور اُس پر لینا یا دینا حرام پس حرام کے ذریعے سے جو مستحب حاصل کیا جائے وہ بھی حرام ہو جائے گا۔

سال میں علاوہ موسم حج چند بار بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلتا ہے اگر کسی خوش نصیب کو بغیر لین دین داخلی خاص یا عام داخلی میں بغیر اس کے کہ کسی کو دھکا دے یا کچلے یا خود اس قدر کشاکش میں پھنس جائے کہ ذوق حاضری اضطراب و کرب سے بدل جائے داخل ہونے کا موقع مل جائے تو کمال ادب ظاہر و باطن سے وہاں حاضر ہو۔

آنکھیں جھکی ہوئی ہوں اور اپنی تقصیر اعمال پر بدرجۂ غایت نادم و شرمسار ہو دل جلالِ

رب العزت سے لرز رہا ہو۔ انتہائی خشوع و خضوع سے بسم اللہ کہہ کر پہلے سیدھا پاؤں بڑھا کر داخل ہو
اور سامنے کی دیوار تک اتنا بڑھے کہ تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے۔ وہاں دو رکعت نفل غیر وقت مکروہ
میں پڑھے کہ یہ مقام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلّٰی ہے۔ آپ نے اس مقام پر نماز ادا فرمائی ہے۔

پھر دیوار کعبہ پر منہ رکھے خدا کی حمد بجالائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور
سوز دل سے دعا مانگے اسی طرح چاروں گوشوں پر جائے اور دعا کرے۔ پھر ستونوں سے بکمال
ادب لپٹ کر دعا مانگے اور اس نعمت کے بار بار ملنے کی خواستگاری کرے۔ حج و زیارت کے
قبول کی دعا کرے پھر اسی ادب کے ساتھ واپس آئے۔

ہرگز ہرگز در و دیوار پر نظر ڈال کر اپنے یکسوئی میں فرق نہ آنے دے۔ خانہ کعبہ کی چھت
اور اندرونی دیواروں پر دبیز ریشمی گلابی رنگ کا کپڑا چڑھا ہوا ہے اور اس پر چوکونے
چوکونے ٹکڑوں میں "اَللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ" زرّیں تار سے بخط نسخ منقوش ہے۔

مغربی شمالی اور جنوبی دیوار کعبہ میں متعدد تختیاں لگی ہوئی ہیں جن میں اُن سلاطین کے
اسماء مکتوب [1] ہیں جنھوں نے اپنے اپنے زمانے میں خانہ کعبہ کی مرمت و تعمیر کی سعادت حاصل کی۔
مغربی اور جنوبی دیوار کی تختی پر عبارت نثر میں ہے اِلّا شمالی دیوار جسے باب توبہ کہتے ہیں اُس کی
عبارت منظوم ہے۔

خانۂ کعبہ کی چھت میں بیش بہا تحفے آویزاں ہیں سیکڑوں چراغ چاندی سونے کے
چھت میں لٹک رہے ہیں۔ جن میں بعض نادر و گراں بہا جواہرات سے مرصع ہیں۔ یہ سب کچھ ہے
لیکن زائر بیت اللہ کے لئے زیارت کے وقت مور خانہ نظر سزاوار نہیں۔ تاریخی تحقیق کے لئے
انشاء اللہ پھر کوئی اور موقع آئے گا۔

علاوہ موسم حج خانہ کعبہ سال کے حسب ذیل ایام میں کھولا جاتا ہے۔

تاریخ افتتاح	مقصد افتتاح
(۱) دسویں محرم الحرام	مردوں کے زیارت کے لئے

[1] موجودہ سعودی حکومت نے اِن سب سلاطین کے اسماء کی تختیوں کو ہٹادیا ہے۔

تاریخ افتتاح	مقصد افتتاح
(۲) گیارہویں شب محرم الحرام	عورتوں کے زیارت کے لئے
(۳) بارہویں ربیع الاول طلوع صبح صادق کے وقت	سلطان کی دعا کے لئے اس وقت شریف مکہ و چند اعیان کے سوا کوئی زائر داخل نہیں ہوسکتا
(۴) بارہویں ربیع الاول بعد طلوع آفتاب	مردوں کے لئے
(۵) بارہویں ربیع الاول بعد غروب آفتاب	عورتوں کے لئے
(۶) بیسویں ربیع الاول کو بعد طلوع آفتاب	غسل کعبہ کے لئے
(۷) رجب المرجب کے پہلے جمعہ کو	مردوں کے لئے
(۸) رجب کے دوسرے جمعہ کو	عورتوں کے لئے
(۹) رجب کے تیسرے جمعہ کو بعد طلوع آفتاب	مردوں کے لئے
(۱۰) رجب کے تیسرے جمعہ کو بعد غروب آفتاب	عورتوں کے لئے
(۱۱) رمضان المبارک کے پہلے جمعہ کو	مردوں کے لئے
(۱۲) رمضان المبارک کے دوسرے جمعہ کو	عورتوں کے لئے
(۱۳) سترہویں رمضان کو	سلطان کی دعا کے لئے اس تاریخ میں بھی شریف مکہ والی مکہ اور چند اعیان مکہ کے سوا کوئی زائر داخل نہیں ہوسکتا۔
(۱۴) جمعۃ الوداع کو	سلطان کی دعا کے لئے اس تاریخ میں بھی کوئی زائر داخل نہیں ہوسکتا
(۱۵) نصف ذوالقعدہ میں دن کو	مردوں کے لئے
(۱۶) نصف ذوالقعدہ میں رات کو	عورتوں کے لئے
(۱۷) بیسویں ذوالقعدہ کو	غسل کعبہ کے لئے
(۱۸) اٹھائیسویں ذوالقعدہ کو	احرام کعبہ کے لئے

فائدہ | سال میں دو مرتبہ خانہ کعبہ کی زمین کو غسل دیا جاتا ہے۔ شریف والی اور اعیانِ مکہ اس خدمت کو انجام دیتے ہیں۔ دروازہ کھلنے پر سب سے پہلے شریف مکہ داخل ہوتا ہے۔ اُس کے بعد والی مکہ، اس کے بعد اکابر و اعیان مکہ جنھیں اس خدمتِ مقدسہ میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

شریف مکہ خانہ کعبہ میں داخل ہو کر پہلے دو رکعت نماز ادا کرتا ہے پھر کھجور کی چھوٹی جھاڑوؤں سے چاہ زمزم کے پانی سے زمین کو دھوتا ہے۔ زمزم کے بعد گلاب سے دھوتا ہے۔ پانی نکلنے کے لئے خانہ کعبہ کی چوکھٹ میں ایک سوراخ بنا ہوا ہے۔ غسالہ اُسی سوراخ سے نکل جاتا ہے۔

غسل کے بعد قسم قسم کے عطریات سے زمین کو اور خانہ کعبہ کی دیواروں کو جہاں تک کہ ہاتھ پہنچ سکتا ہے معطر کرتا ہے۔ اُس وقت ایک انبوہ عظیم حجاج و زائرین کا دروازۂ کعبہ پر قابلِ دید نظارہ رکھتا ہے۔ خوشبو کی لپٹ جو مقدس گھر سے باہر آتی ہے تو دل و دماغ کے علاوہ ایمان کو بھی تازہ اور معطر کرتی ہے۔

ان کاموں سے فارغ ہو کر شریف باہر آتا ہے اور اُن جھاڑوؤں کو حجاج و زائرین کے انبوہ کی طرف پھینکتا ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے ہر شخص ایک خاص جوش کے ساتھ سعی بلیغ کرتا ہے[1]۔

اُٹھائیس ذوالقعدہ کو خانہ کعبہ کے بیرونی غلاف سے تقریباً دو گز غلاف ہر چہار سمت سے نیچے کی جانب سے کاٹ کر سفید لٹھا کا تھان گرداگرد کعبہ کے لپیٹ دیا جاتا ہے۔ اسی کو مکہ معظمہ کے رہنے والے احرام کعبہ کہتے ہیں۔ یہ حال کی ایجاد ہے مسئلہ شرعیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

اللہ کی یاد | مقدمات حج کے ہی ذیل میں دو مسئلوں کو اور سمجھ لینا چاہیے۔ ایک تو کثرت سے اللہ کی یاد کرنا۔ دوسرے محل اجابت پر دعا و مناجات کرنا ہے۔

اپنے رب کی یاد مومن کے لئے کیا برکات رکھتی ہے اُس کے لئے آیۂ کریمہ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ کا مژدہ کفایت کرتا ہے۔ رب جلیل جس کی ذات غنی و حمید ہے وہ ارشاد فرماتا ہے کہ

---

[1] اب یہ عمل ذی الحجہ کی سات تاریخ کو ہوتا ہے۔

تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا۔ پھر جسے اُس کا مولیٰ تعالیٰ یاد کرتا ہو کیا اُسے عالم میں اس کی ضرورت ہو گی کہ کوئی اور بھی یاد کرے۔ جس کی یاد قادر و قیوم نے فرمائی کیا وہ اپنی حاجتوں اور کامیابیوں میں کسی اور کا بھی محتاج و نیاز مند ہو سکتا ہے۔ ؟

اسی لئے ہمارے پیشوا، ہمارے آقا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کی تاکید فرمائی کہ جہاں تک ہو سکے خدا کی یاد کرتے رہنا دین کو آراستہ کرنا دنیا کو سنوارنا اور دارین کا فلاح پانا ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایت ہے کہ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ یعنی اللہ کے یاد کرنے والے کی مثال زندہ کی ہے اور خدا کا نہ یاد کرنے والا مثل مردہ کے ہے۔

ابن حبان بزار اور طبرانی میں حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ آخِرُ کَلَامٍ فَارَقْتُ عَلَیْہِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ قُلْتُ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُکَ رَطْبٌ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوتے وقت آخری بات میری یہ ہوئی کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب کاموں میں کون سا کام زیادہ پیارا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے اُس حال میں کہ موت آئے زبان تیری خدا کی یاد سے تر و تازہ ہو۔

طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے مرفوعاً اور ابن حبان احمد بن حنبل ابو یعلی ابن السنی حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو سعید خذری سے یہ روایت کی ہے کہ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کی یاد اس کثرت سے کرو کہ غافل و ناآشنا تمھیں دیوانہ اور پاگل کہیں۔

قابل لحاظ یہ امر ہے کہ جب اللہ کی یاد کی یہ تاکید عام حالت زندگی میں ہے تو رکن حج جو اپنی شان ہی عاشقانہ رکھتا ہے اُس میں اگر اس کثرت سے خدا کی یاد نہ ہوئی کہ بیگانہ و ناآشنا نے اس

مبارک مسافر کو رب کا دیوانہ نہ کہا تو شاید یہ کہنا صحیح ہو کہ اس پُرشوق رکن کے حق میں کمی کی گئی زائر بیت اللہ کو یہی چاہیئے کہ ذکر خدا سے اپنا دل بھلائے تاکہ بارگاہ شریعت میں اس کا شمار زندوں میں ہو۔ بارگاہ کبریائی میں اُس کی یاد ہو اور رحمت کے فرشتے اُس کے ساتھ ساتھ ہوں کلام مجید کی تلاوت کرے، دلائل الخیرات کا ورد رکھے جو درود یاد ہو اُسے پڑھتا رہے۔ تسبیح یعنی سبحان اللہ تحمید یعنی الحمد للہ تہلیل یعنی لا الٰہ الا اللہ تکبیر یعنی اللہ اکبر کا وظیفہ جاری رکھے۔

جب ایک ورد سے طبیعت سیر ہونے لگے تو دوسرا ورد شروع کردے۔ قصہ کہانی اور فضول باتوں میں وقت برباد نہ کرے۔ ہاں مسائل حج کا دیکھتے رہنا یا فضائل حرمین طیبین کا پڑھنا، سننا یا ذکر پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا سننا یہ بھی ذکر ہے اور ادَ سے فارغ ہو تو اس طرح کے مطالعہ اور شغل سے دل بھلائے غرض اس سے یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے جا رہا ہے اُسی کی یاد ہو ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ـــــ بسا کیں دولت از گفتار خیزد

محل اجابت پر دعا

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ احادیث میں بکثرت دعا کے فضائل مذکور ہوئے ہیں۔ رب کی جناب میں بندے کی نیاز مندی اور عاجزانہ خواستگاری بے حد پسندیدہ ہے چند حدیثیں تبرکاً وترغیباً اس باب میں بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

امام بخاری اپنی تاریخ میں اور ابو داؤد و ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی اپنی صحاح میں طبرانی کتاب الدعا میں، حاکم مستدرک میں، نعمان ابن بشیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ تَلَا قَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ الآیۃ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا عین عبادت ہے پھر ثبوت میں آپ نے اس آیۃ کریمہ کی تلاوت فرمائی کہ تمھارا رب کہتا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

ترمذی و ابن ماجہ حضرت سلمان فارسی سے اور ابن حبان و حاکم حضرت ثوبان سے راوی

ے عشق صرف محبوب کے دیدار ہی سے پیدا نہیں ہوتا بسا اوقات یہ دولت صرف باتوں سے حاصل ہو جاتی ہے۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ یعنی قضا کو رد کردینے والی کوئی چیز سوائے دعا کے نہیں ہے۔

امام بخاری الادب المفرد میں ترمذی و ابن ماجہ اپنے صحاح میں حاکم مستدرک میں، امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہ سے راوی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی اللہِ مِنَ الدُّعَاءِ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کسی کی عزت نہیں۔

ترمذی و حاکم سے روایت کہ مَنْ لَّمْ یَسْأَلِ اللہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ یعنی جو بندہ خدا سے مانگتا نہیں تو اللہ تعالیٰ اُس پر غضب فرماتا ہے۔

سمجھنے کی بات ہے کہ بندہ کے لئے ہر حال اور ہر مقام پر جب کہ دعا کرنا رحمت الٰہی کا اپنے اوپر نازل کرنا ہے تو ایسی حالت وکیفیت میں جب کہ حج و زیارت کا ولولہ ہو رب جلیل کا گھر ہو، اور محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ ہو۔ کیا ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت کرنا ہوشمندی کہی جاسکتی ہے؟

کتب احادیث میں ہر موقع و محل کے لئے خاص خاص دعائیں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے توفیق دے اُن دعاؤں کو خوب اچھی طرح سمجھ کر حفظ کرے۔ لیکن اس زمانہ میں جب کہ عربی سے بیگانگی روز افزوں ہو رہی ہے کم اشخاص ایسے ہونگے جنھیں اُن ساری دعاؤں کا یاد کرنا میسر آسکے۔ اس لیئے ایک ایسی دعا جس میں جامعیت پائی جاتی ہے اور علماء و فقہا نے اسے دعاء جامع کہا ہے اسی جگہ پر حدیث سے نقل کردیتا ہوں تاکہ کم از کم یہی ایک چھوٹی سی دعا یاد کرلی جائے جس کا ہر موقع و محل پر پڑھ لینا کافی ہو۔

دعاء جامع | اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ [۱] رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اگر کسی وجہ سے یہ دعا بھی یاد نہ ہو سکے تو ہر موقع و محل پر درود شریف کا پڑھنا کافی ہے اس خصوص میں صرف ایک حدیث جلیل کا روایت کرنا کافی سمجھتا ہوں۔ ترمذی میں ابی بن کعب

---

[۱] الٰہی میں تجھ سے خطاؤں کی معافی اور عافیت جسمانی و روحانی، دُنیا اور آخرت میں مانگتا ہوں۔ اے ہمارے رب ہمیں دُنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچالے۔

سے مروی ہے عَنْ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّی اُکْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ صَلٰوتِیْ فَقَالَ مَا شِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ اَلنِّصْفُ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ فَالثُّلُثَیْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ فَقُلْتُ اَجْعَلُ لَکَ صَلٰوتِیْ کُلَّھَا قَالَ اِذًا تُکْفٰی ھَمُّکَ وَ یُکَفَّرُ لَکَ ذَنْبُکَ

ابی ابن کعب کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ باعتبار دیگر وظائف میں آپ پر درود زیادہ تر بھیجتا ہوں۔ اب حضور ارشاد فرمائیں کہ درود شریف کی بہ نسبت دیگر اوراد کیا مقدار مقرر کروں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جس قدر تم چاہو۔ میں نے عرض کیا کہ سارے وظائف کا چوتھائی ارشاد فرمایا جس قدر تم چاہو اور اگر زیادہ کرو تو تمھارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا نصف ارشاد ہوا جس قدر تم چاہو اور اگر زیادہ کرو تو تمھارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا دو تھائی ارشاد ہوا جس قدر تم چاہو اور اگر زیادہ کرو تو تمھارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اب تو میرا سارا ورد صرف حضور پر درود بھیجنا ہی ہوگا ارشاد ہوا تو پھر اللہ تعالیٰ تیرا کام بنا دیگا اور گناہ معاف فرمائے گا۔

اگر یہ بھی میسر نہ آئے تو پھر سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتا رہے اور اگر اس سے بھی محروم رہا تو صرف یا اللہ کا ورد جاری رکھے اگر اس میں بھی کوتاہی ہوئی تو وہ جانے اور اس کے رب کی رحمت۔

کم خوابی و کم خوری | یہ کون نہیں جانتا کہ شریعت محمدی نے مسلمانوں کو کم کھانے اور کم سونے کی طرف بہت ہی رغبت دلائی ہے تاکہ قوائے حیوانیہ کا ایسا غلبہ نہ ہونے پائے جو قوائے ایمانیہ کو مغلوب کر لیں لیکن اگر کوئی اس ہدایت پر وطن یا جائے اقامت میں عمل نہیں کرتا تو یہ ایک نقص ہے جس کے ہٹانے میں سستی کرتا ہے۔

لیکن حرمین طیبین میں جب تک قیام رہے جس طرح ہو سکے نفس کو قابو میں لائے اور

آدھے پیٹ سے کبھی زیادہ نہ کھائے۔ اسی طرح شب کے اخیر حصے میں ضرور بیدار رہو اور اس بابرکت ساعت کو جسے حرمین کی مقدس زمین نے اور بھی پُرانوار بنا دیا ہی ہرگز ہرگز سو کر نہ کھوئے۔
ساتویں ذی الحجہ سے اعمالِ حج شروع ہو کر بارہ ذی الحجہ کو ختم ہو جاتے ہیں۔ ان تاریخوں میں اور بھی کمرِ ہمت مضبوط باندھ کر کھانے اور سونے میں تقلیل کرے لیکن نہ اس افراط کے ساتھ کہ ضعف مانع عبادت واذکار ہو جائے یا کثرتِ بیداری سے دماغ میں ٹیس پیدا ہو جائے۔
خدا کے مقرب بندوں کا تجربہ ہی کہ اگر اخلاص و صدق نیت کے ساتھ سخت سے سخت کار خیر کا بھی عزم کر لیا جائے تو رحمت الٰہی اُس کے معین ہو کر اُسے فائز المرام کرتی ہی۔
وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاۤءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَاُصَلِّیْ وَاُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاَوْلِیَاۤءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ [1]

مواقیت

مواقیت لفظ میقات کی جمع ہی۔ اطراف مکہ کے وہ مقامات جہاں سے حج یا عمرہ کرنے والے کو بغیر احرام باندھے ہوئے آگے بڑھنا جائز نہیں انھیں اصطلاح شرع میں میقات کہتے ہیں۔ [2]
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں ایسے اشخاص جو میقات سے باہر رہتے ہیں اگر بغیر نیت حج و عمرہ کسی اور ضرورت سے مکہ معظمہ میں داخل ہونا چاہیں تو اُن پر بھی احرام باندھنا واجب ہی۔ مکہ معظمہ کی جلالت و عظمت کا یہی اقتضا ہی کہ شخص احرام باندھ کر اس مقدس مقام پر حاضر ہو۔
ابن ابی شیبہ اور طبرانی وغیرہ میں بسند صحیح یہ حدیث مروی ہی کہ بغیر احرام باندھے ہوئے کوئی میقات سے آگے نہ بڑھے۔ اس حدیث جلیل نے یہ بتایا کہ حج و عمرہ کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ مطلقاً ہر ایک آفاقی جو بیروں میقات کا رہنے والا ہی اُسے

---

[1] اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور میں اُس کے رسول نبی امین پر درود و سلام پیش کرتا ہوں۔ آپ کی آل، اصحاب اور اُمت کے اولیاء پر بھی درود و سلام ہو۔"

[2] نقشہ حدودِ میقات کتاب کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

بغیر احرام باندھے ہوئے مکہ معظمہ کی طرف قدم نہ بڑھانا چاہیئے اسی حدیث سے استناد کرتے ہوئے صاحب ہدایہ نے یہ مسئلہ تحریر فرمایا کہ اس[1] مقدس مقام کی عظمت نے احرام واجب کر دیا ہے آفاقی خواہ حج و عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے یا کسی اور ضرورت سے داخل مکہ معظمہ ہو اس حکم احرام میں سب برابر ہیں۔

ہاں میقات[2] میں داخل ہونے سے پہلے اگر احرام باندھ لیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حضرت[3] ابن عمر نے بیت المقدس سے احرام باندھا اور عمران بن حصین نے بصرہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے شام سے احرام باندھا اور ابن مسعود قادسیہ سے احرام باندھ کر روانہ ہوئے۔

مدینہ طیبہ سے آنے والوں کے لئے میقات مقام ذوالحُلَیْفہ[1] ہے (بضم حائے مہملہ و فتح لام) مکہ معظمہ سے یہ مقام دوسو ستائیس[۲۲۷] میل ہے۔

اہل عراق کا میقات ذات عِرق ہے (بکسر عین و سکون را) مکہ معظمہ سے تقریباً بیالیس میل پر یہ جگہ واقع ہے۔

اہل[2] شام کا میقات جُحْفَہ ہے[3] (جحفہ بضم جیم و سکون حا) یہ ایک گاؤں ہے مکہ معظمہ سے اس کا فاصلہ بیالیس میل ہے دوسرا نام اس کا مَھْیَعَہ ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر سے جو ایک خواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ طیبہ کے بارہ میں منقول ہے اس میں جحفہ کا دوسرا نام مہیعہ بتایا گیا ہے۔

اہل نجد کا میقات قَرْن ہے (قرن بفتح قاف و سکون را) یہ مقام بھی مکہ معظمہ سے بیالیس میل بعید ہے یہ وہ قرن نہیں ہے جس کی طرف حضرت اویس قرنی کی نسبت ہے۔ حضرت اویس رض کی نسبت جس قرن کی طرف ہے وہ یمن کا ایک گاؤں ہے اور یہ قرن جو میقات اہل نجد کا ہے یہ طائف کے پاس ہے اسے قرن المنازل بھی کہتے ہیں۔

اہل یمن کا میقات کوہ یَلَمْلَم[4] ہے (یلملم بفتح یا وہردو لام مفتوح وہردو میم ساکن)

---

[1] ذُوالحلیفہ ما بیر علی (ذوالحلیفہ میں میقات پر پہنچ کر مسجد شجرہ میں احرام باندھنا مستحب ہے کہ یہ شارع علیہ السلام کی اِتّباع ہے)۔ [2] اور اہلِ مصر۔ [3] جس کو عوام رابغ کہتے ہیں۔ [4] یلملم جس کو آج کل سعدیہ بھی کہتے ہیں، یمن سے آنے والے راستہ پر (عدن کے قریب) ایک پہاڑی مقام ہے۔ عدن سے جدّہ کا فاصلہ ۷۰۵ میل ہے۔

مکہ مکرمہ سے یلملم بھی بیالیس میل کی راہ پر ہے۔ اہل ہند[1] کا میقات اسی یلملم کا محاذ ہے۔ بحری سفر کرنے والوں کا گزر جب کہ عین میقات سے نہ ہو تو میقات کا محاذ اُن کے حق میں میقات کا حکم رکھتا ہے۔ دنیا کے کسی گوشہ سے اگر بہ ارادۂ مکہ معظمہ سفر کیا جائے تو مقامات خمسہ مذکورۂ بالا سے یا اُن کے محاذ سے گزرنا ضرور ہوگا اسی لئے شارع علیہ السلام نے انھیں پانچ مقامات کو میقات مقرر فرمایا۔

لیکن اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ کوئی شخص ایسے راہ سے آیا کہ نہ میقات پر اُس کا مرور ہوا نہ اُس کے محاذ سے وہ گزرا تو اُسے وہاں پہنچکر احرام باندھ لینا چاہیئے جس جگہ سے مکہ معظمہ دو منزل رہ جائے۔

میقات میں سکونت اور وطن کا لحاظ نہیں ہے بلکہ اُس مقام کا لحاظ ہے جس سے اب مرور اور گزر ہوگا۔ مثلاً ہندوستان[2] سے مکہ معظمہ جانے والا قافلہ معمولاً کامران سے گزرتا ہوا براہ جدّہ داخل حرم شریف ہوتا ہے اس راہ میں یلملم کا محاذ ہوتا ہے۔ اس لئے یہ ہندیوں کا میقات ہے اور وہ احرام اسی جگہ سے باندھتے ہیں۔ لیکن اگر ہندوستان[2] کا باشندہ سیر و سیاحت کرتا ہوا شام یا عراق یا مدینہ طیبہ پہنچ جائے اور وہاں سے مکہ معظمہ کا ارادہ کرے تو اُس کا میقات اب یلملم نہیں ہے بلکہ جحفہ یا ذات عرق یا ذوالحلیفہ ہے۔

بخاری[8] و مسلم میں تعین میقات کی جو روایت حضرت ابن عباس سے مروی ہے اُس میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ کو میقات قرار دیا ہے اور اہل شام کے لئے میقات جحفہ کو مقرر فرمایا۔ لیکن مسلم شریف میں وہ حدیث جو حضرت جابرؓ[9] سے منقول ہے اُس میں اس کی تصریح ہے کہ اہل مدینہ جب براہ شام مکہ میں داخل ہوں تو پھر اُن کا میقات ذوالحلیفہ نہیں بلکہ جحفہ ہے۔ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ آنے والوں کے لئے دو راستے تھے ایک ذوالحلیفہ ہو کر اور دوسرا براہ جحفہ۔ حضرت جابر کی روایت نے اس مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا کہ میقات میں وطن کا لحاظ نہیں بلکہ مرور و گزر کا ہے۔

---

[1] پاک و ہند   [2] ہندوستان یا پاکستان

مقاماتِ مذکورہ اُن کے احرام باندھنے کی جگہیں ہیں جو میقات سے باہر رہتے ہیں اور جنھیں اصطلاحِ شریعت میں آفاقی کہتے ہیں۔ لیکن وہ آبادیاں[۱۰] جو میقات کے اندر ہیں اُن کا وہی حکم ہے جو اہلِ مکہ کا حکم ہے یعنی حج کا احرام وہ اُسی جگہ سے باندھیں گے جہاں وہ آباد ہیں عام ازیں کہ وہ مقام حِلّ[۱] ہو یا داخلِ حرم ہو۔ ہاں عمرہ کے لئے البتہ اُنھیں حل میں پہونچکر احرام باندھنا ضروری ہے۔

حضرت[۱۱] ابن عباس کی روایت میں یہ نص صریح موجود ہے کہ جو میقات کے اندر رہتا ہے اُس کے احرام باندھنے کی جگہ اُس کا مقامِ سکونت ہے۔ یہاں تک کہ اہلِ مکہ حج کا احرام مکہ ہی سے باندھیں گے۔

حجۃ[۱۲] الوداع کی حدیث بتاتی ہے کہ ایک کثیر جماعت صحابہ کرام کی جنھوں نے عمرہ سے فراغت پاکر احرام کھول دیا تھا یوم الترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کو اُنھوں نے حج کا احرام مکہ ہی سے باندھا اور پھر منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے۔

عمرہ[۱۳] کے لئے حل میں جاکر احرام باندھنا ضروری ہے اس کا ثبوت اُس حدیث جلیل سے ہوتا ہے جو بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اُنھیں حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ مکہ سے تنعیم جائیں اور وہاں سے ادائے عمرہ کے لئے احرام باندھ کر مکہ معظمہ آئیں۔

(۱) لا یجاوز احد المیقات الا محرما	(۱) بغیر احرام باندھے ہوئے کوئی میقات سے آگے نہ بڑھے۔
(۲) لان وجوب الاحرام لتعظیم ھذہ البقعۃ الشریفۃ فیستوی فیہ الحاج والمعتمر وغیرھما (ھدایہ)	(۲) اس مقدس مقام کی عظمت نے احرام واجب کر دیا ہے۔ حج کرنے والا عمرہ ادا کرنے والا اور ان دونوں کے سوا سب اس حکم میں برابر ہیں (ہدایہ)

---

[۱] یعنی بیرونِ حرم

(۳) فان قدم الاحرام علیٰ هذه المواقیت جاز (ہدایہ)

(۳) میقات میں داخل ہونے سے پیشتر احرام باندھنا جائز ہے (ہدایہ)

(۴) روی عن ابن عمر انه احرم من بیت المقدس وعمران بن حصین من البصرة وعن ابن عباس رضی الله عنهما انه احرم من الشام وابن مسعود من القادسیة (فتح القدیر)

(۴) حضرت ابن عمر نے بیت المقدس سے اور عمران بن حصین نے بصرہ سے اور ابن عباس نے شام سے اور ابن مسعود نے قادسیہ سے احرام باندھا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

(فتح القدیر)

(۵) (الف) والمواقیت اللتی لایجوز ان یجاوزها الانسان الا محرما خمسة لاهل المدینة ذوالحلیفه ولاهل العراق ذات عِرق ولاهل الشام جحفه ولاهل نجد قرن ولاهل الیمن یلملم (ہدایہ)

(۵) (الف) مواقیت جن سے بغیر احرام باندھے ہوئے کسی کو آگے بڑھنا جائز نہیں ہے وہ پانچ ہیں اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ اور اہل عراق کے لئے ذات عرق اور اہل شام کے لئے جحفہ اور اہل نجد کے لئے قرن اور اہل یمن کے لئے یلملم۔ (ہدایہ)

(ب) کل واحد من هذه المواقیت وقت لاهلها ولمن مربها من غیر اهلها

(عالمگیری)

(ب) یہ پانچ مقامات احرام باندھنے کی جگہ اہل مدینہ عراق، شام، نجد اور یمن کے ہیں۔ اسی طرح وہ جو ان مقامات یعنی مدینہ، عراق وغیرہ کے باشندہ تو نہیں مگر انھیں میقات سے گزر رہے ہیں (عالم گیری)

(۶) ومن حج فی البحر فوقته اذا حاذی موضعاً من البر لایتجاوزه

(۶) جو سفر حج بحری راہ سے طے کر رہا ہے اُس کا میقات محاذی ہے اُس مقام کا جو خشکی پر میقات ہے جب

الاحراماً (عالمگیری)

وہاں پہونچے تو بغیر احرام آگے نہ بڑھے (عالمگیری)

(۷) فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین الی مکه

(عالمگیری)

(۷) لیکن اگر کسی میقات کا محاذ بھی نہ ہو تو پھر وہاں پہنچکر احرام باندھے جہاں سے مکہ دو منزل ہو۔

(عالمگیری)

(۸) وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاھل المدینه ذا الحلیفة ولاھل الشام الجحفہ (صحیحین)

(۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کا ذوالحلیفہ اور اہل شام کا جحفہ میقات مقرر فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

(۹) عن جابر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مهل اهل المدینة من ذی الحلیفة والطریق الآخر الجحفه ومهل اهل العراق من ذات عرق ومهل اهل نجد قرن ومهل اهل الیمن یلملم.

(مسلم شریف)

(۹) حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل مدینہ کا میقات ذوالحلیفہ ہے لیکن اگر اہل مدینہ شام کی راہ سے آئیں تو اُن کا میقات جحفہ ہے اور اہل عراق کا ذات عرق، اہل نجد کا قرن اور اہل یمن کا یلملم ہے (مسلم شریف)

(۱۰) من کان داخل المواقیت اوفی نفس المواقیت فوقته الحل معلوما اذا کان داخل المواقیت الذی هو الحل اما اذا کان ساکنا فی ارض الحرم فمیقاته کمیقات اهل مکة وهو الحرم فی الحج والحل فی العمرة (فتح القدیر)

(۱۰) جو میقات کے اندر یا عین میقات کے رہنے والے ہیں اُن کے احرام باندھنے کی جگہ اگر وہ حل میں ہیں تو حل ہی ہے۔ لیکن اگر حرم کے رہنے والے ہیں تو اُن کا میقات مثل میقات اہل مکہ ہے اور وہ حج کے لئے حرم عمرہ کے لئے حل ہے۔ (فتح القدیر)

(۱۱) فمن کان دونہن فمھلہ من اھلہ وکذالک وکذالک حتی اھل مکۃ یھلون منھا (بخاری ومسلم)

(۱۱) جو میقات کے اندر رہتا ہے اُس کے احرام باندھنے کی جگہ وہی ہے جہاں وہ رہتا ہے اور ایسا ہی اور ایسا ہی یہاں تک کہ اہل مکہ احرام مکہ ہی سے باندھینگے۔ (صحیحین)

(۱۲) فلما کان یوم الترویۃ توجھوا الی منی فاھلوا بالحج (رواہ مسلم عن جابر بن عبداللہ)

(۱۲) جب آٹھویں تاریخ ذی الحجہ کی ہوئی تو منی کی طرف روانہ ہوئے اور حج کا احرام باندھا (مسلم)

(۱۳) عن عائشۃ قالت بعث معی عبد الرحمٰن بن ابی بکر وامرنی ان اعتمر مکان عمرتی من التنعیم (متفق علیہ)

(۱۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ میرے حقیقی بھائی عبدالرحمٰن کو روانہ فرمایا اور مجھے ارشاد ہوا کہ تنعیم پہنچکر میں عمرہ کے لئے احرام باندھوں اور مکہ معظمہ آکر عمرہ اپنا ادا کروں (بخاری ومسلم)

احرام اور اُس کا طریقہ

یہ تو معلوم ہو چکا کہ مسلمانانِ ہند[1] کے لئے میقات یلملم کا محاذ ہے۔ جہاز[2] جب کامران سے گزرتا ہے اور جدہ دو یا تین منزل رہ جاتا ہے اُس وقت جہاز والے حجاج کو اطلاع دیتے ہیں کہ میقات قریب آپہنچا احرام[3] کے لئے تیار ہو جائیں۔

زائر بیت اللہ شریف کو چاہیئے کہ یلملم آنے سے پیشتر تیار و مستعد ہو جائے تاکہ عین وقت پر دل پراگندگی سے اور وقت برباد ہونے سے محفوظ رہے۔

احرام باندھنے سے قبل ناخن کتریں، موئے زیرناف اور بغل کے بال صاف کریں،

---

[1] پاک و ہند [2] یعنی بحری جہاز

[3] پاکستان سے بذریعہ ہوائی جہاز جانے والے حاجی، کراچی میں ہی احرام باندھ لیں لیکن جو جدہ پہنچ کر پہلے مدینہ منورہ حاضری کا ارادہ رکھتے ہوں، وہ یہاں احرام نہ باندھیں، اُن کو مدینہ طیبہ سے روانگی کے وقت احرام باندھنا چاہیئے۔

مونچھ ترشائیں اس لئے کہ حالت احرام میں ناخن کترنا بال مونڈنا جرم ہے اگر چاہیں سر کے بھی بال منڈائیں۔ نگہداشت کی زحمت سے فراغت ہو جائیگی۔

اصلاح وخط سے فارغ ہو کر اچھی طرح بدن مل کر نہائیں۔ سر کے بال اگر منڈائے نہیں ہیں تو خوشبو تیل ڈال کر کنگھی کریں، ڈاڑھی میں بھی تیل ڈال کر شانہ کشی کریں۔ بدن پر خوشبو ملیں اُس خوشبو میں اگر مشک کی بھی آمیزش ہو تو یہ احسن واطیب ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام سے قبل جس خوشبو کا استعمال فرمایا تھا اُس میں مشک کی بھی آمیزش تھی۔

اب کہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو چکے مرد سلا ہوا کپڑا اُتار ڈالیں اور بغیر سلی ہوئی ایک چادر کا تہ بند باندھیں اور ایک چادر کندھوں سے اوڑھ لیں یہ دونوں چادریں پاک ہوں۔ دُھلی ہوئی ہوں اور اگر نئی ہوں تو دُھلی سے افضل ہیں۔

احرام کا جامہ پہنکر اب دو رکعت نماز بہ نیت احرام ادا کریں پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ پڑھیں سلام پھیر کر حج یا عمرہ یا دونوں کی جسے اصطلاح شرع میں قران کہتے ہیں، ان میں سے جس کا ارادہ ہو اُس کی نیت زبان سے بھی کریں۔ پھر لبیک کا کلمہ مرد با آواز بلند پکاریں مگر نہ اس قدر بلند جو چیخنا اور گر جنا ہو جائے اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آہستہ درود بھیجیں اور دعا مانگیں۔

یہ صدائے لبیک مفرد اور قارن اُس وقت تک جاری رکھے گا جب تک رمی جمرۂ عقبہ سے دسویں تاریخ فارغ نہ ہو۔ ہاں متمتع اور معتمر حجر اسود کا پہلا بوسہ لیتے ہی لبیک چھوڑ دے گا۔ اس وقت سے لبیک کی کثرت رکھیں۔ بلندی پر چڑھتے ہوئے پستی میں اُترتے ہوئے سواری جب مُڑے، قافلہ جب ملے۔ صبح جب طلوع ہو اور ہر فرض نماز ادا کرنے کے بعد سواری سے لبیک کہتا ہوا اُترے اور جب سوار ہو تو لبیک کہے۔

بعد دوگانہ احرام لبیک پکارتے ہی احرام کامل وتمام ہو گیا۔ اب بہت سے مباحات

حرام ہو گئے۔اور بہت مباح مکروہ ہو گئے۔

یہی حکم عورتوں کے لئے ہے اور یہی طریقہ اُن کے احرام کا ہے لیکن تین مسئلوں میں اُن کا حکم خاص ہے۔عورت سلا ہوا کپڑا جس طرح کہ قبل احرام پہنتی تھی اب بھی پہنیگی۔ہاں زعفران، کُسم یا اسی جیسی خوشبو گھاس ورس کا رنگا ہوا کپڑا نہ ہو جس کی خوشبو کی لپٹ لوگوں کو متوجہ کرے۔

عورت کے لئے سر کھولنا یا بالوں کا اس طرح کھلا رکھنا کہ نا محرم کی نظر اُس پر پڑے یوں بھی حرام ہے اب حالت احرام میں اور بھی واجب ہوا کہ سر کے بال چُھپے رہیں۔

عورت بعد احرام اپنا چہرہ کھلا رکھے گی۔نا محرم کے سامنے پنکھے وغیرہ سے آڑ کرلے یا چادر مُنھ کے سامنے اس طرح لے آئے کہ کپڑا چہرے سے ملنے نہ پائے۔

حالت احرام میں مرد اپنا سر کھُلا رکھے گا۔سر پر کپڑا ڈالنا یا بالوں کا چھپانا مرد کے لئے جُرم ہے۔عورت اپنا چہرہ کھلا رکھے گی۔مُنھ اس طرح چھپانا کہ کپڑا چہرے سے لپٹ جائے اس کے لئے جُرم ہے۔

عورت لبیک آہستہ کہے گی آواز بلند کرنا اس کے لئے منع ہے اتنی آواز سے لبیک کہے کہ صدا اپنے کانوں تک آجائے، نا محرم کے کانوں تک اس کی آواز ہرگز نہ جانے پائے۔

(۱) ویستحب کمال التنظیف من قص الاظفار والشارب وحلق الابطین والعانۃ والراس لمن اعتادہ من الرجال والا فتسریحہ وازالۃ الشعث والوسخ عنہ وعن بدنہ بغسلہ بالخطمی والاشنان ونحوھما (عالمگیری)

(۱) کمال نظافت کے خیال سے ناخن اور مونچھ کترنا، بغل اور زیر ناف کے بال مونڈنا مستحب ہے۔اگر عادی سر منڈانے کا ہے تو سر بھی منڈائے ورنہ کنگھی کرکے بالوں کو سلجھائے۔ تاکہ بالوں میں سے میل کچیل نکل جائے اور اُن کی اُلجھن دُور ہو خطمی اور اشنان مل کر بدن سے بھی میل دُور کرے۔ (عالمگیری)

(۲) واذا اراد الاحرام اغتسل اوتوضأ والغسل افضل ولبس ثوبين جديدين او غسيلين ازارا ورداءً ومس طيبا وصلّے ركعتين وقال اللهم اني اريد الحج فيسره لي وتقبله مني ثم يلبي عقيب صلوٰة (قدوری)

(۲) احرام کا جب ارادہ ہو تو نہائے یا وضو کرے اور نہانا افضل ہے دو نئے یا دُھلے کپڑے پہنے جن میں سے ایک تہبند اور دوسرا چادر ہو۔ خوشبو ملے دو رکعتیں پڑھے اور حج کی نیت کرکے نماز کے بعد لبیک پکارے۔ (قدوری)

عن زيد بن ثابت رضي الله عنهما انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم تجرد لاهلاله واغتسل (رواه الترمذي والدارمي)

ترمذی و دارمی میں زید بن ثابت سے یہ روایت مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے ارادہ احرام کا فرمایا تو جسم مقدس سے کپڑے اتارے اور غسل فرمایا۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما انطلق النبي صلى الله عليه وسلم من المدينة بعد ما ترجل وادهن ولبس رداء وازاره هو واصحابه الخ (بخاری)

ابن عباس سے روایت ہے کہ مدینہ طیبہ سے بغرض ادائے حج جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو بالوں میں کنگھی فرمائی تیل ڈالا اور ایک تہبند باندھا اور ایک چادر اوڑھ لی یہی آپ کا اور آپ کے اصحاب کا لباس تھا۔ (بخاری)

(۳) طيب بدنه ان كان عنده لا ثوبه (رد المحتار)

(۳) اگر خوشبو پاس ہو تو بدن پر ملے کپڑے میں نہ لگائے۔ (رد المحتار)

(۴) عن عائشة كنت اطيب رسول الله صلے الله عليه وسلم قبل ان يحرم بطيب فيه مسك (صحیحین)

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ احرام باندھنے سے قبل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو مل دیا کرتی تھی جس میں مشک کی آمیزش ہوتی۔ (بخاری و مسلم)

(۵) والجديد والغسيل في هذا المقصود سواءٌ غير ان الجديد افضل لقوله صلى الله عليه وسلم لابي ذر رضي الله عنه تزين لعبادة ربك (المبسوط)

(۵) نئے اور دھلے احرام کے لئے دونوں برابر ہیں بجز اس کے کہ نیا افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا کہ اپنے رب کی عبادت کے لئے آراستگی اختیار کر (مبسوط)

(۶) ثم يصلي ركعتين ويقرأ فيهما بما شاء وان قرأ في الركعة الاولى بفاتحة الكتاب وقل يا ايها الكافرون وفي الثانية قل هو الله احد تبركاً بفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو افضل (عالمگیری)

(۶) پھر دو رکعتیں پڑھے اور جو چاہے قرآن کی سورۃ اس میں تلاوت کرے اور اگر تبرکاً پہلی میں بعد فاتحہ قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں بعد فاتحہ قل ہو اللہ پڑھے کہ ان دونوں سورتوں کا ان دو رکعتوں میں پڑھنا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو یہ افضل ہے (عالمگیری)

(۷) ويستحب في التلبية كلها رفع الصوت من غير ان يبلغ الجهد في ذالك (عالمگیری)

(۷) ہر وقت تلبیہ بلند آواز سے کہنا مستحب ہے۔ مگر نہ گلا پھاڑ کر (عالمگیری)

فقال يا رسول الله اي الحج افضل قال العجّ والثجّ

(ابن ماجه و في شرح السنة)

کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا حج افضل ہے آپ نے فرمایا جس میں لبیک کی صدا بلند آواز سے پکاریں اور قربانیاں کریں۔ (ابن ماجہ و شرح سنہ)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتاني جبرئيل فامرني ان آمر اصحابي ان يرفعوا اصواتهم بالاهلال او التلبية (مالك والترمذي وابو داؤد والنسائي)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ میں اپنے اصحاب کو حکم دوں کہ وہ اپنی آواز لبیک کہنے میں بلند کریں۔ (مالک ترمذی، ابوداؤد ونسائی)

(۸) ثم اذا لبّى صلّى على النبي المعلم للخيرات ودعا بما شاء الا انه يخفض صوته

(۸) لبیک کہنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جنھوں نے ہر طرح کی نیکیاں ہمیں سکھائیں۔ درود بھیجے اور

اذا صلى عليه (عالمگیری)

(۹) ویکثر التلبیة ما استطاع فی ادبار المکتوبات وکلما لقی رکبا او علا شرفا او هبط وادیا و بالاسحار وحین استیقظ من منامه او استعطف راحلته وعند کل رکوب ونزول (عالمگیری)

(۱۰) اما النساء فیباح لها لبس المخیط بل اولی لان علیها التستر بابلغ الوجوه وتغطی راسها وشعر راسها من العورة فکشفها حرام ولا تخمر وجهها وتخمر الوجه حرام علیها (ارکان اربعه)

(۱۱) والمرأة لا تکشف راسها لانه عورة وتکشف وجهها لقوله علیه السلام احرام المرأة فی وجهها ولو سدلت شیئا علی وجهها وجافته عنه جاز ولا ترفع صوتها بالتلبیة لما فیه من الفتنة (ہدایہ)

عن ابن عمر انه سمع رسول الله

دعا مانگے مگر درود بھیجنے میں آواز آہستہ ہو (عالمگیری)

(۹) حتی الامکان لبیک کی کثرت کرے۔ فرض نمازوں کے بعد قافلہ سے ملتے وقت بلندی پر چڑھتے ہوئے پستی میں اُترتے ہوئے، صبح کے وقت خواب سے بیدار ہو کر جب سواری مُڑے، سوار ہوتے ہوئے اُس سے اُترتے ہوئے۔

(عالمگیری)

(۱۰) عورتوں کے لئے سِلا ہوا کپڑا پہننا جائز بلکہ بہتر ہی اس لئے کہ پردہ پوشی سلے کپڑے میں بہت اچھی ہوتی ہی اور اُسے سر بھی ڈھانکنا ہوگا۔ اس لئے کہ عورت کا سر اور اُس کے سر کا بال بھی عورت ہی اُس کا کھولنا حرام ہی۔ مُنھ اپنا نہ چھپائے گی اس لئے کہ مُنھ دوپٹے سے چھپانا اس پر حرام ہی۔ (ارکان اربعہ)

(۱۱) عورت اپنا سر نہ کھولے گی اور مُنھ کھلا رکھے گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ عورت کو چہرہ کھلا رکھنا ہی اگر کوئی کپڑا چہرے سے ہٹا ہوا لٹکالے تو یہ جائز ہی۔ لبیک کہنے میں آواز بلند نہ کرے رفع صوت میں عورت کے لئے فتنہ ہی۔

(ہدایہ)

ابن عمر سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی

صلے اللہ علیہ وسلم نہی النساء فی احرامھن عن القفازین والنقاب وما مس الورس والزعفران من الثیاب الخ (ابوداؤد)

علیہ وسلم نے عورتوں کو منع فرمایا ہی کہ حالت احرام میں وہ قفاز پہنیں یا اپنے چہروں کو نقاب سے چھپائیں یا ایسا کپڑا پہنیں جو زعفران یا ورس میں رنگا گیا ہو (ابوداؤد)

(قفاز ہاتھوں کی پوشش ہی اور بعضوں کے نزدیک زیور کی ایک قسم ہی)

عن عائشہ قالت کان الرکبان یمرون بنا ونحن مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم محرمات فاذا جازوا بنا سدلت احدانا جلبابھا من راسھا علے وجھھا فاذا جاوزنا کشفناہ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم یعنی ازواج مطہرات احرام باندھے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے سوار مسافر جب ہم میں سے کسی کے مقابل سے گزرتے تو ہم سر کے اوپر سے چادر سرکا کر چہرے کی آڑ کر لیتے تھے جب وہ آگے بڑھ جاتے تو پھر ہم چہرہ کھول دیتے تھے (ابوداؤد)

نیت اور تلبیہ

حج کی نیت اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی

اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو میرے لئے حج کی ادائیگی آسان فرمادے اور مجھ سے اس عبادت حج کو قبول بھی فرمالے خالص اللہ کے لئے میں نے حج کی نیت کی۔

عمرہ کی نیت اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی

اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں تو میرے لئے عمرہ کی ادائیگی آسان فرمادے اور مجھ سے اس عبادت عمرہ کو قبول بھی فرمالے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے میں نے عمرہ کی نیت کی۔

قران کی نیت | اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی

اے اللہ میں حج اور عمرہ دونوں عبادتوں کا ارادہ کرتا ہوں تو میرے لئے حج اور عمرہ کی ادائیگی آسان فرمادے اور مجھ سے اس عبادت حج وعمرہ کو قبول بھی فرمالے میں نے خالص اللہ کے لئے حج وعمرہ کی نیت کی۔

تلبیہ یعنی لبیک یہ ہے | لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ط لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ ط لَاشَرِیْکَ لَکَ

میں خدمت میں حاضر ہوں الٰہی میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں میں خدمت میں حاضر ہوں۔ بیشک سب تعریف تیرے ہی لئے ہے اور ساری نعمتیں تیری ہی ہیں اور ساری بادشاہی تیری ہی ہے تیرا کوئی بھی شریک وساجھی نہیں۔

محرم کو جن باتوں سے پرہیز چاہئے

زائر بیت اللہ نے جب احرام باندھکر لبیک کہا تو سات چیزیں ایسی کہ احرام سے قبل جائز ومباح بلکہ ان میں سے بعض مستحب تھیں اب محرم پر بعض صورتوں میں حرام اور بعض میں مکروہ ہو گئیں۔

خوشبو[۱] یا تیل[۲] کا استعمال، سلا[۳] ہوا کپڑا پہننا، بال[۴] مونڈنا، ناخن[۵] کترنا، عورت[۶] سے ہمکناری وہم آغوشی اور اس کے دواعی، شکاری[۷] جانور جو خشکی میں رہتے ہیں اُن کا شکار کرنا۔

امور متذکرۂ بالا کا صدور محرم سے قصداً ہو یا سہواً بیداری میں ہو یا حالت خواب میں خوشدلی سے ہو یا باکراہ کفارہ ہر حال میں ادا کرنا ہوگا۔ بعض کا کفارہ قربانی ہے اور بعض کا صدقہ، فقہا جہاں کفارہ میں دم کا لفظ کہتے ہیں اُس سے مراد ایک بھیڑ یا بکری ہے اور لفظ صدقہ سے مراد وہ مقدار غلہ جو صدقۂ عید الفطر میں متعین ہے۔ کفارہ میں مفرد پر جہاں ایک دم

یا ایک صدقہ ہی قارن پر دو ہیں۔

صدقہ عید اور صدقہ جرائم حج میں صرف اس قدر فرق ہی کہ عید کا ایک صدقہ چند مسکینوں پر تقسیم کر سکتے ہیں لیکن کفارہ کا ایک صدقہ ایک ہی مسکین کو دیں گے۔

جرم اگر بیماری یا سخت ناقابل برداشت گرمی یا سردی وغیرہ کے باعث ہوا یا خواب میں غافل تھا اور اسی غفلت میں کوئی جرم ہوگیا یا سہو سرزد ہوا تو اسے غیر اختیاری کہیں گے۔ اُسے اجازت ہی کہ کفارہ میں بجائے قربانی چھ مسکینوں پر تین صاع گیہوں بحساب فی مسکین نصف صاع صدقہ کردے یا اگر اُس کی مالی حالت صدقہ کا بھی تحمل نہیں کر سکتی ہی تو پھر تین روزہ رکھے کفارہ ادا ہوجائے گا۔

اگر وہ جرم غیر اختیاری ایسا ہی کہ اُس کا کفارہ ایک ہی صدقہ یعنی نصف صاع گیہوں ہی تو عدم استطاعت کے وقت بہ عوض صدقہ ایک روزہ رکھ لے۔

لیکن جب ان منہیات کا ارتکاب جان بوجھ کر قصداً ہوا ہو تو یہ جرم اختیاری ہی اس میں وہی کفارہ دینا ہوگا جو شریعت نے مقرر کیا ہی اسی کے ساتھ گستاخی و شوخی کا جرم اُس پر قائم رہا۔ اس کے لئے توبہ و استغفار کرے۔ اختیاری اور غیر اختیاری میں بس اسی قدر فرق ہی تفصیل کے لئے مبسوط اور ردالمحتار دیکھنا چاہیئے اس اجمال کی تفصیل یہ ہی۔

خوشبو کا استعمال

(۱) عالمگیری نے طیب یعنی خوشبو کی تین قسمیں قرار دے کر ہر ایک کا حکم علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہی اولاً خالص خوشبو جیسے مشک، عنبر، کافور، زعفران، لونگ، الائچی وغیرہ۔ ان کا کھانا، جامۂ احرام یا دوسرے زیر مصرف کپڑے میں ان کا باندھنا کہ اس میں اُس کی خوشبو آجائے یا جسم پر ملنا حرام ہی۔ جُرم ہی کثیر مقدار پر دم اور قلیل مقدار پر صدقہ واجب ہوگا۔

(۲) دوسرے وہ کہ خالص خوشبو نہ ہو مگر خوشبو کا اصل ہو یعنی خالص خوشبو کو اپنے میں جذب کرکے اسی کی خوشبو دے جیسے زیتون اور کنجد اگر ان کا تیل دوا کے طور پر استعمال کیا گیا تو کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر تیل کا مصرف ان سے لیا گیا۔ مثلاً بالوں میں ڈالا یا جسم پر محض تدھین کی غرض سے ملا تو انھیں خوشبو کا حکم دیا جائے گا۔ اور کفارہ یا دم دینا واجب ہوگا۔

(۳) تیسری وہ کہ نہ باعتبار ذات خالص خوشبو ہو نہ خوشبو کا اصل ہو۔ نہ روغن محض ہو جیسے چربی، گھی وغیرہ ان کا کھانا بدن پر ملنا جائز ہے۔ صاحب ردالمحتار روغن مغزیات کو اسی تیسری قسم میں داخل کرتے ہیں مثلاً روغن کدو، کاہو اور بادام وغیرہ ان کا استعمال ہر طرح جائز ہے۔ بغرض توضیح خوشبو سے متعلق چند جزئیات ذیل میں درج ہیں:

جزئیات

۱- تھوڑے سے عضو پر بہت سی خوشبو لگائی یا تھوڑی سی خوشبو جسم کے بڑے عضو (مثل ران یا پنڈلی) پورے پر لگائی ان دونوں صورتوں میں قربانی واجب ہوئی۔

۲- تھوڑی خوشبو تھوڑے حصۂ عضو میں لگائی تو ایک صدقہ دے۔

۳- ایک جلسے میں کتنے ہی بدن پر خوشبو لگائے ایک جرم اور مختلف جلسوں میں تو ہر بار نیا جرم مثلاً سر سے پاؤں تک سارے بدن پر ایک ہی نشست میں خوشبو کی مالش کی تو یہ ایک جرم ہے۔ خواہ مقدار خوشبو کی قلیل ہو یا کثیر ایک قربانی واجب ہوگی لیکن صبح کو پیٹھ پر ملا دوپہر کو ران پر مالش کی سہ پہر کو پنڈلی پر لگائی تو یہ تین جرم ہوئے۔ تین قربانیاں واجب ہوئیں۔

۴- مرد نے مہندی سر پر ایسی لگائی کہ بال نہ چھپے تو ایک جرم کفارہ میں ایک قربانی لیکن ایسی گاڑھی مہندی سر پر تھوپی کہ بال سر کے چھپ گئے اور چار پہر اسی حال میں

گزر گئے تو یہ دو۲ جرم ہوئے۔ اولاً طیب کا استعمال ثانیاً سر کا چھپانا دو۲ قربانیاں واجب ہوئیں۔ لیکن گاڑھی مہندی چار پہر سے کم سر پر رہی تو استعمال خوشبو کے جرم میں قربانی اور سر چھپانے کے جرم میں ایک صدقہ۔

عورت اگر سر پر مہندی لگائے خواہ پتلی ہو یا گاڑھی چار پہر سر پر رکھے یا اس سے کم ہر حال میں اس پر ایک جرم ہے اور کفارہ میں ایک قربانی۔ اس لئے کہ سر چھپانا عورت کے لئے جرم نہیں ہے۔ صرف استعمال خوشبو کا جرم پایا گیا۔ اس لئے ایک ہی قربانی اُس پر واجب ہوئی۔ یہی حکم عورت کے ہاتھوں میں مہندی لگانے کا ہے۔ خوشبو کا استعمال ہوا قربانی واجب ہوئی۔ ہاتھ چھپانا کوئی جرم نہیں ہے۔

۵ - تھوڑی سی خوشبو بدن کے متفرق حصوں پر لگائی اگر ان حصص کا مجموعہ ایک بڑے عضو کے برابر ہو جائے تو کفارہ میں قربانی ورنہ صدقہ۔

۶ - خالص خوشبو کی چیز اس مقدار میں کھائی کہ منہ کے اکثر حصے میں لگ گئی قربانی واجب ہوئی۔ ورنہ صدقہ۔

۷ - کھانے کی ایسی چیز جو پکا کر کھائی جاتی ہے اُس میں خالص خوشبو ڈالی گئی اور اُسے پکایا گیا۔ طبخ اُس میں تغیر پیدا کر دے گا۔ محرم کو اُس غذا کا کھانا جائز ہے اگرچہ خوشبو اُس کھانے میں سے آ رہی ہو۔ لیکن اگر اُسے ایسی جنس طعام میں ملایا ہے جو پکائی نہیں جاتی تو اگر مقدار خوشبو مغلوب ہے اور مقدار طعام غالب تو اس کا کھانا بھی جائز البتہ اگر باوجود مغلوب ہونے کے بھی اُس کی خوشبو صاف محسوس ہو رہی ہو تو مکروہ ہے اور اگر خوشبو کا حصہ غالب اور ماکول کا حصہ مغلوب ہو تو کھانا ناروا اور جرم۔ پھر کھا لینے پر قربانی واجب۔

۸ - اگر مشروبات میں خوشبو کی آمیزش کی گئی اور مقدار خوشبو غالب ہے تو قربانی واجب ہوئی، ورنہ صدقہ۔ لیکن اگر اسی مغلوب خوشبو کا مشروبات میں بار بار استعمال ہوا تو

پھر قربانی واجب ہوگی۔

۹۔ سرمہ خوشبو میں بسا ہوا اگر آنکھوں میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ لگایا گیا تو صدقہ واجب ہے اور اگر تین مرتبہ استعمال ہوا تو قربانی۔

۱۰۔ خوشبو پھل مثل سیب، نارنگی، لیمو وغیرہ یا خوشبو پتہ مثل پودینہ، کشنیز سبز یا خوشبو گھاس مثل خس وغیرہ سونگھنا کسی طرح کا کفارہ تو واجب نہیں کرتا مگر مکروہ ہے احتراز چاہیئے فقیر بینوا اپنے سُنّی بھائیوں سے نہایت نیازمندانہ یہ التماس پیش کرتا ہے کہ تمباکو کے استعمال سے حالت احرام میں پرہیز کریں، علی الخصوص سگار اور سگریٹ وغیرہ۔

اس دور ایام میں تمباکو کی یہ ہمہ گیری ہے کہ ایک بادشاہ فرمان روا اور ایک بھیک مانگنے والا گدا ایک متورع عالم اور ایک رند بیباک، ایک صوفی باوقات اور ایک غافل مست غور و خواب ہر ایک اس کا مبتلا پایا جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ کوئی کھاتا ہے کوئی پیتا ہے کوئی سونگھتا ہے کسی نہ کسی طرح اس کا گرفتار ضرور ہے۔

ہر طبقہ اور ہر مدارج میں چونکہ تمباکو کی رسائی ہے اس لیئے اس میں تنوعات گوناگوں بھی پیدا ہو گئے۔ قوام گولی، زردہ زعفرانی اور زردہ مشکی وغیرہ۔

ان کے اعلیٰ قسموں میں خالص خوشبو کافی مقدار میں ملائی جاتی ہے پھر خوشبو ملا کر انھیں طبخ بھی نہیں دیا جاتا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ زعفران، لونگ، الائچی، سنبل الطیب اور مشک باوجود غالب مقدار اور بقائے طیب تمباکو میں مل کر کیوں کر جائز و مرخص ہونگے۔

تمباکو کشیدنی کا یہ حال ہے کہ پینے والے کا منھ تمباکو سے بس جاتا ہے اور ایسے اشخاص جو تمباکو نہیں پیتے ہیں اُن کے سامنے تمباکو پی کر اگر گفتگو کی جائے تو منھ کا رائحہ انھیں تکلیف دیتا ہے۔ سخت ناگوار گزرتا ہے۔ سگار و سگریٹ کا تعفن اس سے بھی بدتر ہے۔

انصاف شرط ہے کہ قصداً منھ میں بدرائحہ پیدا کر کے بوسہ گاہ نبوی کو جو مثابیت اللہ شریف میں جا کر تسبیح و درود پڑھنا کہاں تک شرط ادب کی بجا آوری ہے۔ وہ علمائے کرام جو تمباکو

پینے کو جائز سمجھتے ہیں وہ بھی کراہت تنزیہی کے قائل ہیں پھر یوں ہی سمجھ لیجئے کہ مکروہ تنزیہی ہی جب بھی اس کا ترک اس کے فعل سے ہر وقت اولیٰ ہوگا چہ جائے کہ حالت احرام اور حرم بیت اللہ سُنّی بھائیو! سگار سگریٹ اور حقہ کو پی کر حجر اسود کا بوسہ دینا رکن یمانی کو چومنا میں کمال بے باکی سمجھتا ہوں۔ آیندہ تم جانو اور تمھارا تقویٰ۔

اسی طرح چائے کے متعلق یہ گزارش ہی کہ وہ حضرات جنھیں اس بوٹی کے اسرار پر فی الجملہ بصیرت حاصل ہی وہ موسم گرما میں عرق بید مشک اور سرما میں مشک وزعفران کمتر اور عنبر اکثر وبیشتر اس میں ملا کر استعمال کرتے ہیں۔ ملک عرب اور علی الخصوص حرمین شریفین میں امتزاج عنبر کا رواج عام ہی۔ حالت احرام میں اس سے پرہیز کریں۔ ورنہ کفارہ لازم آئے گا (دیکھئے نمبر آٹھ میں مشروبات کا حکم)۔

بے شک ایام حج میں چائے پینا رفع کسل اور بیداری قلب پر ایک بہترین معین ہوگا مگر خوشبو کی آمیزش تو دیگر لطائف کے لئے ہی نہ کہ رفع کسل اور تیقظ قلب کے لئے اس قدر فائدہ تو خالص وسادہ چائے سے بدرجۂ اتم حاصل ہی۔

(۱و۲) لو طیب بالقلیل عضواً کاملاً او بالکثیر ربع عضو لزم الدم والا فصدقة (رد المحتار)	(۱و۲) تھوڑی خوشبو پورے عضو پر لگائی یا بہت خوشبو چوتھائی عضو پر تو قربانی واجب ہوئی ورنہ صدقہ (رد المحتار)
(۳) والبدن کلہ کعضو واحد ان اتحد المجلس والا فلکل طیب کفارة (رد المحتار)	(۳) سارا بدن بمنزلہ ایک عضو کے ہی اگر اتحاد مجلس ہو ورنہ ہر عضو پر خوشبو ملنے کا ایک کفارہ ہوگا۔ (رد المحتار)
(۴) وان خضب راسہ بحناء یجب الدم وھذا اذا کان مائعاً وان کان ملبداً فعلیہ دمان دم للتطیب	(۴) مہندی کا مرد نے سر میں خضاب کیا قربانی واجب ہوئی یہ اس تقدیر پر کہ مہندی پتلی ہو اور اگر گاڑھی تھوپی تو دو قربانی ایک خوشبو استعمال کرنے سے۔

ودم لتغطية الراس (عالمگیری)
اما المرأة فلا تمنع من تغطية
راسها فلو خضبت يداها
وجب الدم
(رد المحتار)

دوسری سر ڈھانکنے سے (عالمگیری)
لیکن عورت اُس کے لئے سر ڈھانکنا ممنوع نہیں ایک
قربانی اُس پر واجب ہوئی اور اگر ہاتھوں میں مہندی لگائی
جب بھی ایک قربانی سر اور ہاتھ دونوں میں صرف استعمال
طیب کا جرم پایا گیا۔ ایک ایک قربانی واجب ہوگی (رد المحتار)

(۵) ولو كان الطيب في اعضائه
متفرقة يجمع ذالك كله
فان بلغ عضوًا كاملًا فعليه
دم والا فصدقة (عالمگیری)

(۵) اگر متفرق اعضا پر خوشبو لگائی تو اُن کا مجموعہ
اگر ایک پورے عضو کے برابر ہوگا تو قربانی
ورنہ صدقہ۔
(عالمگیری)

(۶) وان اكل عين الطيب غير مخلوط
بالطعام فعليه الدم اذا كان
كثيرًا (عالمگیری) كثير هو ما يلتزق
باكثر فمه فعليه الدم (رد المحتار)

(۶) اگر خالص خوشبو بغیر آمیزش طعام بہت سی کھائی
قربانی واجب ہوئی۔ بہت اُس مقدار کو کہیں گے
کہ منھ کے اکثر حصہ میں لپٹ جائے
(عالمگیری و رد المحتار)

(۷) ولو كان الطيب في طعام طبخ و
تغير فلا شئ على المحرم في اكله سواء
كان يوجد رائحته اولا وان خلطه
بما يؤكل بلا طبخ فان كان مغلوبًا
فلا شئ عليه غير انه ان وجدت
معه الرائحة كره وان كان غالبًا
وجب الجزاء (عالمگیری)

(۷) ماکولات میں خوشبو ڈال کر پکایا اور محرم نے
کھایا تو کچھ کفارہ نہیں۔ لیکن اگر وہ ماکول پکا کر
نہیں کھایا جاتا ہے تو یہ دیکھیں گے کہ غالب حصہ
کس کا ہے اگر خوشبو کا حصہ غالب ہے تو قربانی
واجب ہوئی اور اگر ماکول غالب ہے تو بر تقدیر
بقائے خوشبو مکروہ
(عالمگیری)

(۸) ولو خلطه بما يشرب فان كان

(۸) مشروبات میں خوشبو ملائی اگر مقدار خوشبو غالب ہے

غالباً فدم والا فصدقة الا ان يشرب مراراً فيجب دما

(رد المحتار و عالمگیری) (واللفظ للثانی)

قربانی واجب ہوئی ورنہ صدقہ لیکن اگر بار بار پیا تو قربانی واجب۔

(رد المحتار و عالمگیری)

(۹) اکتحل بکحل مطیب مرۃ او مرتین فعلیه صدقة وان کان مراراً کثیراً فعلیه دم (عالمگیری)

(۹) خوشبو دار سرمہ ایک یا دو مرتبہ آنکھوں میں لگایا تو صدقہ اور اگر بار بار بہت مرتبہ لگایا تو قربانی (عالمگیری)

(۱۰) ولا یلزمه شئی بشم الریحان والطیب والثمار الطیبة مع کراهة شمه (عالمگیری)

(۱۰) خوشبو پھول اور پھل سونگھنے سے کچھ کفارہ تو لازم نہیں آتا لیکن مکروہ ہے (عالمگیری)

احرام میں لباسِ ممنوع

سلا کپڑا مثل کرتا، پائجامہ، انگرکھا، عبا، نیم آستین وغیرہ پہننا ایسا لباس جو اُس حصۂ عضو کو چھپاوے جس کا کھلا رکھنا احرام میں واجب ہے۔ مثلاً عمامہ، ٹوپی، موزہ، دستانہ وغیرہ۔ سر پر ایسی چیز اُٹھانا جس کا مصرف سر پر پہننا ہو جیسے عمامہ یا ٹوپی کی گٹھری۔ رومال یا چادر کا اس طرز سے استعمال کہ سر یا مُنہ چھپ جائے حالت احرام میں یہ سب حرام ہیں۔ بڑے اعضا کا وہی حکم ہے جو سارے بدن کا ہے ان کا چوتھائی کامل عضو سمجھا جائے گا۔ چھوٹے اعضا بڑے اعضا کے جز ہیں مستقل اُن کا وجود فقہا نے نہیں مانا ہے مثلاً کان، ناک، چہرہ کے جزء قلیل ہیں۔ چار پہر سے زیادہ ساعات چار ہی پہر کے حکم میں ہیں اور اس سے کم خواہ تین پہر یا دو پہر یا ایک منٹ سب کا ایک حکم ہے۔

احرام میں لباس مکروہ

بلا عذر سر یا مُنہ پر پٹی باندھنا مکروہ تحریمی ہے ان دو اعضا کے سوا کسی اور حصہ بدن پر

پٹی باندھنا عذر کے ساتھ جائز اور بلا عذر مکروہ۔
چادر اوڑھ کر آنچل میں گرہ دینا تہ بند باندھ کر کمر بند سے کسنا یا کسی نوکیلی چیز سے گرہ کا کام لینا (مثلاً سیفٹی پن) چھوٹے اعضا مثل کان اور ناک کا کپڑے سے چھپانا یا منھ پر رومال رکھنا یہ سب مکروہ ہے ناک کان اور منھ جماہی کے وقت ہاتھ سے اگر چھپائے تو مضائقہ نہیں۔

جزئیات

(۱) سلا کپڑا چار پہر یا اس سے زیادہ یا مسلسل چند دنوں تک پہنا، قربانی واجب ہوئی۔
(۲) دن کو پہنا رات کو اُتار دیا یا رات کو پہنا دن کو اُتار دیا۔ لیکن اتارتے وقت باز آنے کی نیت سے نہیں اُتارا دوبارہ پھر پہننے کی نیت ہے تو جتنے دن پہنے ایک ہی بار کا پہننا شریعت اسے قرار دے گی اور اس لئے ایک ہی کفارہ اُس پر واجب ہوگا اور اگر باز آنے اور تائب ہونے کی نیت سے اُتارا تھا دوبارہ پہننے کا ارادہ نہ تھا۔ تو دوسری بار پہننا دوسرا جرم ہوا اور تیسری بار تیسرا جرم اور ہر بار کا جرم ایک قربانی اُس پر واجب کرے گا۔
(۳) بیماری کے سبب سے پہنا تو جب تک وہ بیماری رہے گی ایک ہی جرم شمار ہوگا اور ایک ہی کفارہ واجب آئے گا اور اگر بیماری جاتی رہی طبیعت و صحت اُس لباس کی داعی اور خواہاں نہیں مگر محرِم وہ لباس نہیں اُتارتا ہے تو یہ دوسرا جرم ہوا۔ دو قربانیاں واجب ہوئیں ایک مرض میں پہننے کے سبب سے دوسری بعد ازالہ مرض جو صحت میں پہنا۔
(۴) بیماری کے سبب سے کسی ایک کپڑے کی حاجت ہوئی اور بیمار نے دوسرا کپڑا جس کی حاجت نہ تھی وہ بھی پہن لیا تو یہ دو جرم ہوئے ایک اختیاری اور دوسرا غیر اختیاری۔ مثلاً حاجت ایک قمیص کی تھی بیمار نے عمامہ بھی باندھ لیا یا بجائے

ایک قمیص کے دو پہن لیں تو عمامہ اور دوسری قمیص جرم اختیاری ہی دو قربانیاں واجب ہوئیں لیکن غیر اختیاری جرم کا کفارہ صدقہ اور روزے سے ہو سکتا ہی اور اختیاری میں تو قربانی ہی کفارہ ہوگی۔

(۵) مرد نے اپنا سارا سر اور منھ یا ان کا چوتھائی حصہ چھپایا اور چار پہر اسی حالت میں گزر گئے تو قربانی واجب ہوئی اور چار پہر سے کم میں ایک صدقہ۔

عورت نے اپنا سارا یا چوتھائی چہرہ چھپایا تو چار پہر گزر جانے پر قربانی ورنہ صدقہ اس لئے کہ سر چھپانا عورت کے لئے جرم نہیں ہی بلکہ اُسے تو اُس کا حکم دیا گیا ہی۔

(۶) محرم نے سر پر ایسی چیز اٹھائی جو سر پر پہنی جاتی ہی تو اُس کا اٹھانا پہننا قرار دیا جائیگا اور اگر وہ چیز ایسی نہیں مثلاً طشت وغیرہ تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ مطلقاً لباس جسے انسان پہنتے ہیں خواہ کرتا ہو یا چادر یا عبا و عمامہ اگر مرد اُسے سر پر اٹھائے گا تو سر چھپانا قرار پائے گا اور کفارہ میں قربانی۔

۱-(الف) ستر راسه اولبس مخیطاً یوماً کاملاً اولیلة کاملة (یجب الدم) وفی الاقل صدقة والزائد علی الیوم کالیوم (در مختار)	۱-(الف) سارا دن یا ساری رات سر چھپایا یا سلا کپڑا پہنا قربانی واجب ہوئی اور کم میں صدقہ (ایک دن سے زیادہ ایک دن ہی میں شمار ہی) (در مختار)
(ب) وفی الاقل صدقة ای نصف صاع من بر وشمل الاقل الساعة الواحدة ومادونها (رد المحتار)	(ب) کم میں صدقہ ہی یعنی نصف صاع چار پہر سے کم سب کو شامل ہی خواہ گھنٹہ بھر ہو یا آدھ گھنٹہ یا تین پہر (رد المحتار)
(ج) ولو لبس المحرم المخیط ایاما فان لم ینزعه لیلا ونهارا یکفیه دم واحد بالاجماع (عالمگیری)	(ج) محرم نے شبانہ یوم چند دنوں تک سلا کپڑا پہنا تو اس پر اجماع ہی کہ ایک ہی قربانی اُس پر واجب ہوئی (عالمگیری)

۲- وان نزعه ليلاً واعاده نهاراً ولو جمع ما يلبس ما لم يعزم على الترك للبسه عند النزاع فان عزم عليه اى الترك ثم لبس تعدد الجزاء (در مختار)

۲- محرم پورا جوڑا یعنی قمیص پاجامہ عمامہ دن کو پہنتا ہے رات کو آتارتا ہے لیکن آتارتے وقت ترک کا عزم نہیں کرتا تو یہ ایک ہی جرم ہے اور اگر عزم ترک کا کیا اور پھر پہنا تو جزا بھی متعدد ہوگی۔ (در مختار)

۳- ولو تيقن زوال الضرورة فاستمر كفّر اخرىٰ (در مختار)

۳- ضرورت کے زوال کا یقین ہوگیا لیکن کپڑا پھر بھی نہیں آتارا تو اب دوسرا کفارہ اور ادا کرے (در مختار)

۴- ولو اضطر الى قميص فلبس قميصين او الىٰ قلنسوة فلبس مع عمامته لزمه دم واثم (در مختار)

۴- اگر ایک قمیص پہننے پر مجبور ہوا اور دو قمیصیں پہنیں یا ٹوپی کی حاجت تھی اُس کے ساتھ عمامہ بھی باندھ لیا تو قربانی دے گا اور بے ضرورت پہننے کا گناہ بھی ہوا (در مختار)

(ب) وان لبس على موضعين مختلفين موضع الضرورة وغير الضرورة كما اذا اضطر الىٰ لبس العمامة فلبسها مع القميص مثلاً او لبس قميصاً للضرورة وخفين لغيرها فعليه كفارتان كفارة الضرورة يتخير فيها وكفارة الاختيار لا يتخير فيها (رد المحتار)

(ب) اگر دو مختلف جگہوں پر پہنا ایک مقام ضرورت اور دوسرا فضول مثلاً حاجت عمامہ کی تھی اور کرتا بھی پہن لیا یا حاجت وضرورت کرتے کی تھی اور موزے بھی پہن لئے تو اُس پر دو کفارہ ہیں ایک تو ضرورۃ کا کفارہ جس میں صدقہ اور صوم کے ساتھ عوض کا اختیار ہے اور دوسرا جرم اختیاری کا کفارہ جس میں عوض کا اختیار نہیں (رد المحتار)

۵- وتغطية ربع الراس او الوجه كالكل ولا باس بتغطية اذنيه

۵- چوتھائی سر یا منہ کا چھپانا کل کا چھپانا ہے۔ ہاں کان اور گردن چھپانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے

وقفاه ووضع يديه على انفه بلا ثوب (درمختار)

یوں ہی اگر ناک بغیر کپڑے کے چھپائے (درمختار)

۶ - (الف) لو حمل المحرم شيئاً على راسه فان كان شيئاً من جنس ما لا يغطى به الراس كالطست والاجانة ونحوها فلا شئ عليه وان كان من جنس ما يغطى به الراس من الثياب فعليه الجزاء (عالمگیری)

۶ - (الف) محرم ایسی چیز سر پر اُٹھائے جو سر پر نہیں پہنی جاتی جیسے طست اور تغار تو کچھ کفارہ نہیں اور اگر وہ ایسی چیز ہے جس سے سر چُھپایا جاتا ہے تو جزا سر چُھپانے کی واجب ہے

(عالمگیری)

(ب) لو حمل المحرم على راسه شيئاً يلبسه الناس يكون لابساً وان كان لا يلبسه الناس كالاجانة فلا (خانیہ)

(ب) اگر محرم نے سر پر ایسی چیز اُٹھائی جسے انسان پہنتے ہیں تو وہ پہننے میں شمار ہوگی اور اگر لوگ پہنتے نہیں جیسے تغار تو کچھ کفارہ نہیں۔

(خانیہ)

مکروہات

۱ - (الف) ويكره له ان يعصب راسه فان فعل يوماً الى الليل فعليه صدقة الا ان ما غطى به جزء يسير من راسه فتكفيه الصدقة (مبسوط)

۱ - (الف) سر پر پٹی باندھنا مکروہ تحریمی ہے اگر آٹھ پہر پٹی بندھی رہی تو ایک صدقہ ہاں اگر سر کا تھوڑا سا حصہ پٹی سے باندھا تھا تو کچھ خیرات کرنا کافی ہے (مبسوط)

(ب) وان عصب شيئاً من جسده من علة او غير علة فلا شئ عليه ولكن يكره له ان يفعل ذالك من غير علة (مبسوط)

(ب) بے ضرورت بدن کا کوئی حصہ پٹی سے باندھنا مکروہ ہے اگرچہ کچھ کفارہ لازم نہیں آتا اور ضرورت سے باندھنے کی اجازت ہے (مبسوط)

(۲) ویتوشح المحرم بالثیاب ولا یعقد علیٰ عنقه وکذالك قالوا اذا یتزر فلا ینبغی له ان یعقد ازاره علیٰ نفسه بحبل او غیره وکذالك یکره له ان یخل ردائه بخلال (مبسوط)

۲- احرام کی چادر کاندھے پر آویزاں رہے گدی پر گرہ دینا یا تہ بند میں گرہ ڈالنا یا اُسے ڈوری وغیرہ سے باندھنا یا چادر کو کانٹے سے اٹکا دینا یہ سب مکروہ ہے (مبسوط)

(۳) وان دخل تحت ستر الکعبة حتٰی غطاه فان کان الستر یصیب راسه ووجهه کرهت له وان کان لا یصیب راسه ولا وجهه فلا باس به (مبسوط)

۳- خانہ کعبہ کے پردے میں داخل ہوا تو اگر سر اور منھ پر پردہ پڑا تو مکروہ ہے ورنہ کچھ مضائقہ نہیں (مبسوط)

حلق یعنی بال مونڈنا

حالت احرام میں کسی عضو کا یا سر سے پاؤں تک بال مونڈنا یا نوچنا یا کسی اور طریقہ سے زائل کرنا منع ہے۔ سر اور ڈاڑھی یہ دو اعضا تو ایسے ہیں کہ ان کے چوتھائی حصہ کو کامل عضو شریعت نے قرار دیا ہے۔ لیکن بغل، گردن اور موئے زیر ناف میں چوتھائی کا یہ حکم نہیں تفصیل جزئیات کے ذیل میں معلوم ہوگی۔

مرد کو ڈاڑھی رکھنا واجب اور مونڈانا حرام پھر یہ کہ ڈاڑھی مونڈنے پر فسق بالاعلان کا بھی جرم ہے۔ اب اگر کوئی حالت احرام میں اس فعل شنیع کا مرتکب ہوتا ہے تو ایک سخت حرام اور بدتر گناہ ہے جس کا صدور اُس سے ہو رہا ہے۔ یہ گناہ اور اُس کا عقاب تو علیٰ حالہ ہے۔ یہاں تو کفارہ صرف بال مونڈنے کا بتایا گیا ہے نہ یہ کہ کفارہ نے اُسے معصیت سے بری کر دیا۔

جزئیات | ۱- چوتھائی یا اس سے زیادہ سر یا ڈاڑھی کے بال کسی طرح سے بھی دور کیے تو قربانی

واجب ہوئی اور چوتھائی سے کم میں صدقہ۔

۲ - اگر کوئی چندلا ہی لیکن سر کے کچھ حصہ میں بال تھے انھیں مونڈایا تو اگر یہ حصہ چوتھائی سر کے برابر تھا تو قربانی واجب ہوئی اور اگر اس سے کم تھا تو صدقہ۔

۳ - گردن یا ایک بغل پوری مونڈائی تو قربانی واجب ہوئی اور پورے سے کم میں صدقہ اگرچہ نصف سے زیادہ مونڈائی ہو۔ بغل اور گردن میں چوتھائی نصف اور نصف سے زیادہ سب ایک حکم رکھتے ہیں۔

۴ - دونوں بغلیں مونڈائیں جب بھی ایک صدقہ۔

۵ - موئے زیرِ ناف صاف کئے قربانی واجب ہوئی، پورے سے کم صاف کئے صدقہ واجب ہوا۔

۶ - سارے بدن کے بال مونڈے لیکن بہ یک جلسہ تو ایک قربانی اور اگر ہر عضو کی مجلس علٰحدہ ہوئی تو ہر عضو پر ایک قربانی۔

۷ - وضو کرنے یا کھجانے یا کنگھی کرنے میں جو بال گرے اُس پر بعضوں کے نزدیک پورا صدقہ اور بعض کے نزدیک تین چار بالوں تک فی بال ایک مٹھی اناج یا ایک ٹکڑا روٹی۔

(۱) واذا حلق ربع راسه او لحيته فصاعدا فعليه دم وان كان اقل من الربع فصدقة (عالمگیری)

(۱) چوتھائی یا اس سے زیادہ سر یا داڑھی مونڈی قربانی واجب ہوئی اور اس سے کم میں صدقہ (عالمگیری)

(۲) اصلع وشعره اقل من الربع فصدقة فی حلقه وان بلغ الربع فعليه دم (عالمگیری)

(۲) چندلا ہو اور بال چوتھائی سر کی مقدار سے کم ہیں اُنھیں مونڈایا۔ صدقہ دے اور اگر چوتھائی کے برابر ہیں تو قربانی۔ (عالمگیری)

عربی	اردو
(۳و۴) وان حلق الرقبة كلها او حلق عانته او ابطيه او نتفهما او احدهما فعليه دم (عالمگیری)	(۳و۴) ساری گردن مونڈائی یا موئے زیر ناف یا دونوں بغل کو مونڈا یا نوچ ڈالا یا ایک بغل کو مونڈا قربانی واجب ہوئی۔ (عالمگیری)
(۵) وان حلق من احدى الابطين اكثرها يجب عليه الصدقة (عالمگیری)	(۵) ایک بغل کا اکثر حصہ مونڈا صدقہ واجب ہوا (عالمگیری)
(۶) اذا حلق رأسه ولحيته وابطيه وكل بدنه فان فعل ذالك في مقام واحد فعليه دم واحد وان فعل كل شئ من ذالك في مقام فعليه في كل شئ من ذالك دم (عالمگیری)	(۶) سر ڈاڑھی دونوں بغل اور جسم کے سارے بال مونڈائے۔ لیکن ایک ہی نشست اور ایک ہی مقام پر تو ایک قربانی واجب ہوئی اور اگر مختلف مقام پر کیا تو ہر عضو پر ایک ایک قربانی۔ (عالمگیری)
(۷) وان نتف من رأسه او من انفه او لحيته شعرات ففي كل شعرات كف من الطعام (عالمگیری)	(۷) اگر ڈاڑھی سر یا ناک کے دو تین بال نوچ لئے تو ہر بال کے عوض ایک مٹھی اناج (عالمگیری)

ناخن کترنا

حالت احرام میں ناخن کترنا منع ہے اگر کوئی اس جرم کا مرتکب ہوگا تو شریعت نے جو اُس کا جرمانہ مقرر کیا ہے اُسے ادا کرنا ہوگا۔ ایک ناخن سے چار ناخن تک صدقہ اور کامل ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے پانچوں ناخن پر قربانی۔

اگر ایک ہی مجلس میں دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کے بیسوں ناخن تراشے تو ایک ہی قربانی ہوگی لیکن اگر چار مجلسوں میں چاروں کے تراشے تو پھر چار قربانیاں۔

کوئی ناخن ٹوٹ کر لٹک گیا محرم نے اُسے جدا کر دیا تو اس میں کچھ کفارہ نہیں

(۱) لو قلم خمسة اظافیر من الاعضاء الاربعة المتفرقة تجب الصدقة لکل ظفر نصف صاع (عالمگیری)	(۱) اگر چاروں ہاتھ پاؤں میں سے پانچ ناخن متفرق طور پر تراشے تو ہر ناخن کے عوض ایک صدقہ واجب ہوا۔ (عالمگیری)
(۲) اذا قلم اظافیر یدیه و رجلیه فی مجلس واحد یکفیه دم واحد (عالمگیری)	(۲) ایک ہی مجلس میں چاروں ہاتھ پاؤں کے ناخن کتروائے ایک قربانی واجب ہوئی۔ (عالمگیری)
(۳) انکسر ظفر المحرم و تعلق فاخذه فلا شئ علیه (عالمگیری)	(۳) ناخن ٹوٹ کر لٹک گیا محرم نے جدا کر دیا کچھ کفارہ نہیں (عالمگیری)
(۴) کذالك لو قلم من کل عضو من الاعضاء الاربعة اظافیر تجب علیه الصدقة وان کان جملتها ستة عشر فی کل ظفر نصف صاع من حنطة الا اذا بلغت قیمة الطعام دماً فینقص منه ما شاء (عالمگیری)	(۴) چاروں ہاتھ پاؤں میں سے بعض بعض انگلیوں کے ناخن کتروائے تو ہر ناخن کے عوض ایک صدقہ اگرچہ مجموعی تعداد ناخنوں کی سولہ[16] ہو جائے لیکن اگر آدھے صاع گیہوں کی قیمت ایک قربانی کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کرلے۔ (عالمگیری)

عورت سے صحبت اور بوس وکنار

محرم کے لئے یہ سب سے بڑا جرم ہے کہ حالتِ احرام میں عورت سے ہم بستر ہو یا ایسے افعال واقوال عمل میں لائے جس سے طبیعت میں ہیجان ہو اور جذبات حیوانیہ مشتعل ہو کر بیدار ہو جائیں۔

اگر بغیر ارادہ اس قسم کے خیالات ہجوم کریں اور نوبت یہاں تک پہنچے کہ شخص منزل ہو جائے

تو اس پر شریعت کا مواخذہ نہیں لیکن اگر قصداً کوئی حرکت ایسی کی گئی جس سے طبیعت میں سکون پیدا ہو جائے تو کفارہ دینا ہوگا مثلاً جلق لگانے پر قربانی واجب ہوگی۔

عورت سے ایسا اختلاط جس سے دونوں کو لذّت حاصل ہو قربانی واجب کرتا ہی لیکن اگر بوس و کنار بغیر شہوت و لذّت عمل میں آئے تو اس پر کچھ کفارہ نہیں مگر یہ ایک فعل عبث و لایعنی ہی جس سے احتراز ضروری ہی۔

عورت سے مجامعت قبل اس کے کہ وقوف عرفات سے نویں تاریخ فارغ ہو حج کو فاسد کردیتا ہی دوسرے سال دونوں کو قضا ادا کرنا ہوگا اور عدم احتیاط و انضباط کے جرم میں ایک قربانی کرنا واجب ہی۔ پھر اس کی بھی اجازت نہیں کہ جب حج فاسد ہوگیا اور قضا واجب ہوئی تو بعد مجامعت مناسک حج جو باقی رہ گئے ہیں اُنھیں اس وقت ترک کردے نہیں بلا مسال اس جرم کے بعد بھی ارکان پورے کرے گا اور کفارہ میں قربانی اور حج کی قضا علی حالہ۔

مجامعت سے حج مرد اور عورت دونوں کا فاسد ہو جائے گا اور بوس و کنار سے حج تو فاسد نہ ہوگا مگر قربانی اُس پر واجب ہوگی جسے لذّت حاصل ہوئی جس جانب شہوت و لذّت کا وجود پایا جائے گا اُسی کے حق میں قربانی کا وجوب ہی۔

جزئیات

(۱) ان قبل اولمس بشهوة فعليه دم (قدوری)

(۱) شہوت کے ساتھ بوسہ لینا اور مساس قربانی واجب کرتا ہی (قدوری)

(۲) وان جامع قبل الوقوف بعرفة فسد حجه وعليه شاة ويمضي في الحج كما يمضي من لم يفسده (قدوری)

(۲) قبل وقوف عرفہ مجامعت کی حج فاسد ہوگیا اور بکری کی قربانی کرنا واجب ہوا اور مناسک حج اُسی طرح پورے کرنے ہونگے جیسا کہ وہ کرتا ہی جس کا حج فاسد نہیں ہوا۔ (قدوری)

(ب) جامع امرأته قبل وقوفه بعرفة وهما محرمان فسد حجهما وعلی کل واحد منهما الدم ویجزی الشاة فی ذالك وعلیهما قضاء الحجة من قابل (عالمگیری)	(ب) قبل وقوف عرفہ بی بی سے ہم بستر ہوا اور دونوں حالت احرام میں تھے دونوں کا حج فاسد ہو گیا اور ہر ایک پر قربانی واجب ہوئی۔ ایک بکری بھی اس میں قربانی کردینا جائز ہے اور آیندہ سال اس حج کی قضا ادا کرنا دونوں پر واجب ہوا۔ (عالمگیری)
(۳) ومن جامع بعد الوقوف بعرفة لم یفسد حجه وعلیه بدنة وان جامع بعد الحلق فعلیه شاة (قدوری)	(۳) وقوف عرفہ کے بعد ہم بستر ہوا تو حج فاسد نہ ہوا قضا لازم نہ آئی۔ لیکن کفارہ میں گائے یا اونٹ قربانی کرنا واجب ہے اور بعد حلق قبل طواف فرض ہم بستر ہوا تو بکری کی قربانی کافی ہے۔ (قدوری)

صید و شکار

حالت احرام میں ایسے حیوانات جو حقیقتاً خشکی کے رہنے والے ہیں اور انسانوں سے وحشت کرنا اُن کا اقتضائے فطری ہے اُنھیں شکار کرنا یا کسی شکاری کو اُن کا پتا بتانا اُن کی طرف شکار کے لئے اشارہ کرنا اُن کے شکار کرنے پر کسی طرح کی اعانت کرنا مثلاً چاقو چھری یا کارتوس گولی بارود وغیرہ دینا یہ سب حرام ہے۔

یوں ہی اگر اُن کا پر اُکھاڑ دیا کہ پرواز کی طاقت جاتی رہے یا پاؤں ایسا توڑ دیا یا کاٹ دیا کہ بھاگ کر جان بچانے کی قطعاً قابلیت نہ رہی قتل ہی کے حکم میں ہے۔

اُن کا انڈا توڑنا بھوننا، کھانا یہ بھی جرم ہے لیکن کفارہ میں انڈے کی صرف قیمت ادا کرنی ہوگی۔ گندا نکلا تو کفارہ لازم نہ آئے گا۔ لیکن یہ خطا ہوئی۔ استغفار کرنا چاہیئے۔

حیوان وحشی کا شکار تو نہیں کیا لیکن شیر ور[1] جانور کو پکڑ کر دودھ دوہ لیا تو کفارہ میں دودھ کی قیمت ادا کرنا واجب ہے۔ اُس قدر دام سے غلہ خرید کر مساکین پر خیرات کردے۔

---

[1] شیردار

پھر یہ بھی ہے کہ اگر وہ صید کسی کی ملکیت ہے تو کفارہ کے علاوہ مالک کو بھی تاوان دینا ہوگا
شکار کا کفارہ یہ ہے کہ دو اہل نظر صاحب تمیز منصفانہ اُس صید کی قیمت کا اندازہ کریں جو قیمت
اُس کی قرار پائے اُسی قیمت کا جانور مکہ معظمہ میں بھیج کر یا لے جاکر قربانی کر دے۔ کفارہ
ادا ہو گیا۔

یا اُس قیمت سے گیہوں، جَو یا خرما جو میسر آئے خرید ے اور مطابق قاعدہ صدقۂ الفطر
اُس کے صدقات مساکین پر تقسیم کرے۔ مثلاً عادلانہ قیمت اُس کی پانچ روپئے قرار پائی
تو اُسے اختیار ہے کہ پانچ روپئے کی بکری یا مینڈھا خرید کر کے مکہ معظمہ میں قربانی کردے لیکن
اگر قربانی کرنے سے قاصر رہا تو پانچ روپئے کے گیہوں یا جَو یا خرما خرید کرے اور گیہوں
نصف نصف صاع ایک ایک فقیر کو دے اگر جو یا خرما خریدے تو ایک ایک صاع ہر ایک
مسکین پر تصدق کردے۔

مناسک حج کے صدقات میں یہ ضرور ہے کہ ایک صدقہ ایک ہی فقیر کو دیا جائے نہ تو
سارے صدقے ایک مسکین کو دیں گے نہ ایک صدقہ میں چند مساکین کو شریک کریں گے۔ گیہوں کا
ایک صدقہ نصف صاع[1] ہے۔ یعنی سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر آٹھ آنہ بھر اوپر اور
جَو یا خرما ایک صاع ایک صدقہ ہے یعنی سو روپئے کے سیر سے ساڑھے تین سیر ایک روپئے
بھر اوپر۔

لیکن اگر صدقہ کی استطاعت نہیں تو پھر ہر صدقہ کے عوض ایک روزہ رکھے مثلاً
صید کی قیمت پانچ روپئے قرار پائی اور گیہوں اس قیمت میں ساڑھے سترہ سیر آتا ہو تو
یہ دس صدقے ہوئے دس روزے رکھنے واجب ہیں۔

جزئیات

(۱) فان قتل محرم صیداً الخ (۱) محرم نے اگر خشکی پر رہنے والا شکار جو

---

[1] جو رائج الوقت وزن کے مطابق ۲ کلو ۸ اگرام ہے۔

حیوانا بریا متوحشا باصل خلقته او دل علیه قاتله فعلیه جزائه والجزاء هو ما قومه عدلان (در مختار)

باعتبار اپنی اصل خلقت کے وحشی ہو مارا یا مارنے والے کو اُس کا نشان بتاکر رہبری کی تو اُس پر جزا واجب ہے۔ جزا وہ ہے جسے دو عادل شخص مقرر کردیں (در مختار)

(۲) للقاتل ان یشتری به هدیا ویذبحه بمکة او طعاما ویتصدق این شاء علی کل مسکین نصف صاع من بر وصاعا من تمر او شعیر کالفطرة او صام عن کل طعام کل مسکین یوما ولا ان یدفع کل الطعام الی مسکین واحد هنا بخلاف الفطرة لان العدد منصوص علیه (در مختار)

(۲) قاتل کو چاہیئے کہ اُس قیمت سے ہدی کا جانور خریدے اور مکہ میں اُسے ذبح کرے یا غلہ خریدے اور اُسے جہاں چاہے خیرات کردے اگر گیہوں خریدا ہے تو ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں اور اگر چھوارا یا جو ہے تو ایک صاع عید الفطر کے فطرہ کے مانند یا ہر مسکین کے طعام کے عوض ایک روزہ رکھے سارا طعام یعنی غلہ ایک مسکین کو نہ دے۔ اس لئے کہ مساکین کا متعدد ہونا مصرح و منصوص ہے۔ (در مختار)

ولا یجوز ان یطعم المسکین اقل من نصف صاع (قدوری)

نصف صاع سے کم گیہوں ایک مسکین کو دینا جائز نہیں ہے۔ (قدوری)

(۳) ولو جرح صیدا او نتف شعره او قطع عضوا ضمن ما نقصه (قدوری)

شکار کو زخمی کیا یا اُس کا بال نوچ ڈالا یا کوئی عضو کاٹ دیا تو تاوان بقدر نقصان دینا ہوگا۔ (قدوری)

ولو نتف ریش طائر او قطع قوائم صید فخرج من حیز الامتناع فعلیه قیمة کاملة (قدوری)

پرند کا پر اکھاڑ دیا یا چوپایہ کا ہاتھ پاؤں کاٹ دیا اور قوت مدافعت و محافظت کی اُس سے جاتی رہی تو پوری قیمت ادا کرنا واجب ہے۔ (قدوری)

(۴) محرم كسر بيضة من بيض الصيد فان كانت مذرة فلا شئ عليه وان كانت صحيحة ضمن قيمتها عندنا وكذا اذا شوى بيض صيد (عالمگیری)

(۴) شکاری جانور کا انڈا توڑا اگر گندہ نکلا تو کچھ کفارہ نہیں اور اگر اچھا نکلا تو انڈے کی قیمت واجب ہوئی۔ یہی حکم صید کے انڈا بھوننے کا ہے (عالمگیری)

(۵) حلب لبن صيد فضمنه (در مختار)

(۵) شکاری جانور کا دودھ دوہا تاوان ادا کرنا ہوگا یعنی دودھ کی قیمت (در مختار)

جوں مارنا

بال یا کپڑے میں اگر جوں پیدا ہو جائے تو اُس کا مارنا یا کسی کو اُس کے مارنے کا حکم دینا یا اشارہ کرنا یا دھوپ میں اس نیت سے کپڑے کا ڈالنا کہ جوں تمازت آفتاب سے مرجائے یا کپڑا اس نیت سے دھونا کہ جوں مرجائے ممنوع ہے دو تین جوں مارنے کا کفارہ ایک مٹھی بھر اناج ہے۔ لیکن اگر زیادہ تعداد میں جوں مارے گا تو نصف صاع گیہوں کفارہ میں دینا واجب ہے۔

(۱) وان قتل قملتين او ثلثا تصدق بكف من طعام وفي الزيادة على ذلك نصف صاع من حنطة (عالمگیری)

(۱) اگر دو یا تین جوں ماریں تو ایک مٹھی اناج اور زیادہ پر نصف صاع گیہوں۔ (عالمگیری)

(۲) وكذا لا يجوز له ان يشير الى القمل ولا ان يلقي ثيابه في الشمس ليموت القمل ولا ان يغسل (عالمگیری)

(۲) محرم کو یہ جائز نہیں کہ کسی کو جوں مارنے کا اشارہ کرے یا دھوپ میں کپڑا اُس کے مرنے کی نیت سے ڈال دے یا اسی نیت سے کپڑا دھوئے (عالمگیری)

(۳) فان القى ثيابه في الشمس فمات منه القمل فعليه نصف صاع

(۳) اگر دھوپ میں کپڑا ڈالا اور بہت جوئیں گرمی سے مرگئیں تو نصف صاع گیہوں صدقہ کرنا

اذا کان کثیراً (عالمگیری) واجب ہوا (عالمگیری)

مباحات احرام

(۱) سلا ہوا کپڑا مثل عبا، قبا، انگرکھا لیٹ کر اوپر سے اس طرح ڈال لینا کہ منھ اور سر کھلا رہے جائز ہے۔

(۲) ہمیانی یا پیٹی باندھنا۔

(۳) بے میل چھڑائے نہانا، حمام کرنا۔

(۴) کسی چیز کے سایہ میں بیٹھنا۔ چھتری لگانا۔

(۵) پروردہ جانور اونٹ، گائے، بکری، مینڈھا، مرغ وغیرہ ذبح کرنا، پکانا، کھانا۔

(۶) پروردہ جانور کا دودھ دوہنا ان کا انڈا توڑنا، بھوننا، کھانا۔

(۷) سر یا گال یا ران کے نیچے تکیہ رکھنا۔

(۸) سر یا ناک پر اپنا یا دوسرے کا ہاتھ رکھنا۔

(۹) کڑوا تیل یا روغن بادام، کدو، کاہو، ناریل کا جو خوشبو میں بسایا نہ گیا ہو سر میں ڈالنا، تلووں میں مالش کرنا، بدن پر لگانا۔

(۱۰) کان کپڑے سے چھپانا، ٹھوڑی سے نیچے داڑھی پر کپڑا آنا۔

یہ سب احرام میں جائز ہیں مباح ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ جل اعظم واتم۔

حرم اور حل

روئے زمین کا وہ محترم خطہ جس کی عظمت بعض مباحات کو حرام کر دیتی ہے اُسے حرم کہتے ہیں۔

حل اُس حصۂ زمین کو کہتے ہیں جہاں وہ مباحات حلال و جائز ہوں جن کا ارتکاب حرم میں حرام تھا۔

مکہ معظمہ کے گرداگرد کئی کوس تک جو جنگل و زمین ہے اُسے اصطلاح شرع میں حرم کی زمین کہتے ہیں۔ ان حدود میں داخل ہوتے ہی بعض مباح حرام ہو جاتے ہیں جن کی تفصیل آئندہ فصل میں آئے گی۔

اس سہولت کی غرض سے تاکہ حدود حرم کی حرمت میں تقصیر نہ ہونے پائے ہر ایک حد پر بڑے بڑے ستون کی صورت میں دیواریں بنادی گئی ہیں اب کسی راستہ پر تم ایسا نہ پاؤ گے کہ حد حرم کی یہ عظیم الشان علامت دور ہی سے اپنے آنے والے کو متنبہ نہ کرتی ہو کہ ہاں ہوشیار حرم کی زمین آگئی یہاں کے آداب سے غفلت و بے پروائی نہ ہونے پائے۔

معتبر روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ جب خانہ کعبہ بن کر تیار ہوا تو حسب فرمان الٰہی جبریل امینؑ تشریف لائے اور حضرت ابراہیم خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو حرم کے حدود بتائے۔ حضرت ابراہیم صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ نے اُسی بنا پر ہر سمت حدود حرم کی علامت مقرر فرمائی۔ پھر عدنان نے اُن علامتوں کو زیادہ نمایاں کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد علامتیں مرمت طلب ہو گئیں تو قصی نے اُن کی مرمت کی اُس کے بعد قریش نے، فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، آپ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے۔ اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے، پھر جس خلیفۃ المسلمین کو اپنے عہد میں اس سعادت کا موقع ملا اُسی نے اُس کی تعمیر یا استحکام یا مرمت کی سعادت حاصل کی۔

غرض حدود حرم جس کی بنیاد حضرت ابراہیم کے مقدس ہاتھوں نے رکھی تھی وہ اُس وقت سے اس وقت تک برابر قائم و باقی رکھی گئی۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھو توضیح المناسک علامہ عبدالرؤف اور کتاب الاعداد علامہ ابن سراقہ۔

حرم کی حد ہر طرف سے برابر نہیں ہے کسی طرف زیادہ ہے اور کسی طرف کم تفصیل اُس کی

یہ ہے۔

(۱) مدینہ طیبہ کے راہ میں مسجد الحرام سے تین میل چل کر آغاز تنعیم سے پہلے حد حرم ہے۔

(۲) عراق کے راہ میں سات میل چل کر جبل ثنیہ تک حد حرم ہے۔

(۳) طائف کے راہ میں سات میل چل کر بطن نمرہ تک حد حرم ہے۔

(۴) جدہ کی راہ میں دس میل چل کر بیر شمیس[1] تک حد حرم ہے۔

(۵) جعرانہ[2] کی راہ میں نو میل چل کر شعب آل عبداللہ بن خالد تک حد حرم ہے۔

(۶) یمن کی راہ میں ساتواں میل جہاں ختم ہوتا ہے اُسی جگہ حد حرم ہے۔

حد حرم کی مسافت مدینہ طیبہ کی راہ میں باعتبار دیگر اطراف بہت ہی کم ہے۔ تنعیم حل میں داخل ہے۔ مسجد الحرام سے تین میل چل کر جیوں ہی کہ حد حرم پر پہنچتے ہیں اُس سے آگے بڑھتے ہی تنعیم شروع ہو جاتا ہے۔ اسی جگہ سے عمرہ کے لئے احرام باندھا جاتا ہے۔

مولیٰ تعالیٰ کا اُس رؤف و رحیم نبی کے صدقہ میں یہ بھی ایک احسان ہے جو مدینہ کے راہ میں حد حرم اس قدر کم ہے کہ تھوڑی ہمت سے ایک طالب خیر ہر روز ایک عمرہ ادا کرنے کی بسہولت توفیق پا سکتا ہے۔

حرم کے آداب

حرم کی حد میں جب داخل ہو تو لبیک اور دعائے ماثورہ کی کثرت کرے۔ اپنے گناہوں کو یاد کرے اور رب العزت کے عظمت و جلال کا نقشہ جمائے۔ خشوع و خضوع کے ساتھ سر جھکائے۔ معصیت و ندامت سے آنکھیں نیچے کئے ہوئے آگے قدم بڑھائے۔

حرم کے اندر تر گھاس اُکھاڑنا یا وہاں کا کانٹا کاٹنا حرام ہے۔ چرند یا پرند کسی طرح کا شکاری جانور نظر آئے تو اُس کا شکار کرنا یا اُس سرزمین کے وحوش و طیور کو کسی طرح کا آزار پہنچانا سخت حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر بہت ہی تیز دھوپ ہو اور ایک ہی درخت

---

[1] جہاں ۶ھ میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عمرہ کرنے سے کفار مکہ نے روک دیا تھا۔ شمیسیہ یا شمیسی اس گاؤں کا جدید نام، اس کا اصل اور قدیم نام حدیبیہ ہے۔ یہیں حدیبیہ کا وہ میدان ہے جس کے ایک درخت کے نیچے آپ نے صحابۂ کرام سے موت پر بیعت لی تھی جو بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ مسجدِ حدیبیہ اس مقام پر واقع ہے۔

[2] مسجدِ جعرانہ اسی مقام پر (مکہ مکرمہ سے تقریباً ۲۵ کلومیٹر کے فاصلے پر) ہے آپ نے عمرہ کا احرام جعرانہ سے (طائف سے واپسی کے بعد غزوۂ حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت ۸ھ میں) باندھا تھا۔ (دیکھئے صفحہ ۹۵)، (باقی بر صفحہ آئندہ)

سایہ دار ہو۔ لیکن اُس کے سایہ میں ہرن بیٹھا ہو اگر یہ اُس درخت کے پاس گیا تو ہرن کو وحشت ہوگی اور وہ سایہ سے اُٹھ کر بھاگ جائے گا تو اُسے ہرگز جائز نہیں کہ اپنی راحت کے لئے حرم کے ہرن کو اُٹھائے اپنے اوپر تکلیف گوارا کرے لیکن حرم کے جانوروں کو تکلیف نہ دے۔

مولیٰ تعالیٰ سبحانہ کی اسی میں رضا ہے کہ اُس کے بندے اُس کے حرم کی اس طرح عظمت بجالائیں۔ ابن ماجہ میں یہ صحیح حدیث وارد ہے:

(۱) قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاتزال ھذہ الامۃ بخیر ما عظموا ھذہ الحرمۃ حق تعظیمھا فاذا ضیعوا ذالک ھلکوا (ابن ماجہ)

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس وقت تک کہ حرم محترم کی پوری پوری عظمت یہ امۃ ادا کرتی رہے گی بھلائی اور خیر اس کے شامل حال رہے گی ہاں جب تعظیم حرم کی سعادت کھودے گی تو پھر یہ امت تباہ ہو جائے گی۔ (ابن ماجہ)

(۲) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لایعضد شوکہ ولاینفر صیدہ ولا یختلی خلاہ۔ (بخاری وسلم)

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہ تو حرم کا کانٹا کاٹا جائے نہ یہاں سے صید بھڑکایا جائے اور نہ تر گھاس حرم کی اُکھاڑی جائے۔ (بخاری ومسلم)

ہاں موذی خبیث اور زہریلے جانوروں کا قتل کرنا جیسا کہ بیرون حرم جائز تھا یوں ہی حرم میں بھی اُن کا مارنا جائز بلکہ حالت احرام میں بھی یہ اپنے خبث وفساد کے باعث ہر جگہ اور ہر حال میں سزاوار قتل ہیں۔

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال یقتل المحرم السبع العادی (ترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ درندے جو دشمن انسان ہیں محرم کو اُن کے قتل کی اجازت ہے۔ (ترمذی)

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) یہاں ایک بہت ہی عمدہ شیریں پانی کا کنواں ہے۔ ممکن ہو تو ایک عُمرہ جعرانہ سے بھی کیجیے۔

[۳] مسجدِ تنعیم جسے مسجدِ عائشہ بھی کہتے ہیں، حرم کی حدُود سے باہر، مدینہ روڈ پر واقع ہے۔ مکّہ میں قیام کے دوران عُمرہ ادا کرنے کے لیے اپنی رہائش گاہ سے احرام باندھ کر یہاں آئیں اور پھر عُمرہ کی نیّت یہاں سے کرکے واپس مکّہ جاکر عُمرہ ادا کریں۔ نیز دیکھئے صفحہ ۲۷ اور ۱۶۰۔ [۴] وُہ دُعائیں جو شارع علیہ السّلام سے منقول ہیں۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں چند موذی جانوروں کے قتل کی تصریح ہے۔ چوہا، چیل کوا، بچھو، سانپ اور باولا کتا جو آدمیوں کو کاٹے اسی حکم میں گرگٹ، چھپکلی، مچھر، پسو اور کھٹمل بھی داخل ہے۔

حرم کا کبوتر

مکہ معظمہ میں بکثرت جنگلی کبوتر ہیں۔ خاص خانہ کعبہ پر جھنڈ کا جھنڈ ان کا ہر وقت آتا جاتا رہتا ہے۔ آدمیوں سے انھیں مطلق وحشت نہیں ہوتی۔ غربی جانب کچھ فقرا اناج لے کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ اکثر زائرین اناج کا دانہ اُن سے خرید کر کبوتروں کے آگے ڈالتے ہیں اور وہ نہایت اطمینان و سکون سے آدمیوں کے سامنے سے دانہ چُن لیتے ہیں۔

باوجود اس بے شمار کثرت کے جو کبوتر کی یہاں پائی جاتی ہے، کسی طرح کی آلودگی حرم کے اندر یا خانہ کعبہ کے چھت پر پائی نہیں جاتی۔ خانہ کعبہ کے چھت پر سے کوئی جانور نہیں اُڑتا ہے یہ کبوتر بھی جب بیت اللہ کے سامنے آتے ہیں تو دو حصوں میں ان کا جھنڈ پھٹ کر داہنے بائیں سے اُڑ جاتا ہے۔ چھت کے اوپر سے اُڑتے ہوئے انھیں دیکھا نہیں گیا۔

مکہ معظمہ میں شاید ہی کوئی ایسا مکان ہو جس میں کبوتر نہ رہتا ہو۔ خبردار ہرگز ہرگز اُنھیں نہ اُڑائیے، نہ ڈرائیے نہ کسی طرح سے ایذا پہنچائیے۔

سلف سے یہ منقول ہے کہ یہ کبوتر اُس مبارک جوڑے کی نسل سے ہیں جس نے حضور سید عالم صلی اللہ وسلم کی ہجرت کے وقت غار ثور میں انڈے دیئے تھے۔ اللہ عزوجل نے اس خدمت کے صلہ میں اُن کو اپنے حُرم پاک میں جگہ بخشی۔ یہ روایت حرم کے کبوتر کی محبت اور کشش قلبی ہر مومن کے دل میں پیدا کرتی ہے۔

بعض آفاقی اِدھر اُدھر کے رہنے والے جواب جا کر مکہ معظمہ میں آباد ہو گئے ہیں

وہ ان کبوتروں کا ادب نہیں کرتے یہ اُن کا فعل ہی ہیں تو شارع علیہ السلام کے اتباع اور اُن کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیئے۔

ہاں برا انھیں بھی نہ کہے سختی یا گستاخی کے ساتھ اُن کے اس فعل پر معترض نہ ہو۔ جس مقدس سرزمین کے جانوروں کا آزار پہنچانا شریعت نے حرام فرمادیا تو پھر وہاں کے مسلمان باشندوں کی بدگوئی اور دل آزاری کیوں کر جائز ہوسکتی ہی؟

دردمندی ونیازمندی کے لہجہ میں ادب کے ساتھ اگر مسئلہ شرعی اُن کے سامنے بھی بیان کردیا جائے تو یہ دینی خیرخواہی ہی۔ خشونت وتلخی کے ساتھ حرم محترم کے کسی باشندے سے پیش آنا اگرچہ وہ آفاقی ہو شریعت کے نزدیک نامحمود ہی ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

حرم محترم کی دعا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا اَمْنُكَ وَحَرَمُكَ الَّذِیْ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا فَحَرِّمْ لَحْمِیْ وَدَمِیْ وَعَظْمِیْ وَبَشَرِیْ عَلَی النَّارِ اَللّٰھُمَّ اٰمِنِّیْ مِنْ عَذَابِكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ فَاِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَاَسْاَلُكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ

الٰہی یہ تیرے امن کی جگہ اور تیرا ایسا حرم ہی کہ جو اس میں داخل ہوا وہ سارے آفات سے محفوظ و مامون ہوگیا۔ بس میرے گوشت، خون، ہڈی اور چمڑے کو آگ کے اوپر حرام فرمادے۔ الٰہی مجھے اپنے عذاب سے مامون رکھ جس روز تو اپنے بندوں کو قبروں سے اٹھائے بیشک تو ہی اللہ ہی۔ بجز تیرے کوئی معبود نہیں تو رحمٰن ورحیم ہی اور میرا تجھ سے یہ سوال ہی کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی اولاد پر درود بھیج۔

مکہ معظمہ کی داخلی

حرم کی زمین طے کرتے ہوئے جب بلد امین مکہ معظمہ کے قریب پہنچے تو مستحب یہ ہے کہ بخیال تنظیف غسل کرے جو عورتیں حیض و نفاس میں ہوں انھیں بھی داخلی مکہ معظمہ کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ جیسا کہ احرام باندھنے کے وقت ہر مرد و عورت کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ ہاں اگر نہانا متعذر ہو پھر وضو پر اکتفا کرے۔

دن کے وقت پیادہ پا بلکہ برہنہ پا مکہ معظمہ میں داخل ہونا افضل ہے۔ لیکن اگر رات میں بھی داخل ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

جب رب العالمین کا شہر نظر آئے جو مولد خیر البشر افضل الرسل خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم ہے، تو ٹھیر کر دعا مانگے۔ درود شریف کی کثرت کرے لبیک بار بار کہے۔ دل میں خشوع و خضوع، قلب میں رقت پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ ولولہ شوق اور جذبہ ذوق زیارت کے ساتھ اس مقام مقدس کی عظمت و جلال سے غافل نہ ہو۔ لرزتا، کانپتا گناہوں کی آمرزش چاہتا آنکھوں سے آنسو بہاتا ہوا داخل مکہ معظمہ ہو۔

(۱) ویستحب ان یغتسل لدخول مکۃ ویستحب للحائض والنفسا کما فی غسل الاحرام (فتح القدیر)

(۲) والمستحب ان یدخلھا نھارًا

(عالمگیری)

ولا یضرہ لیلًا دخلھا او نھارًا لما روی النسائی انہ علیہ السلام دخلھا لیلًا ونھارًا دخلھا

(۱) مستحب ہے کہ نہا کر مکہ معظمہ میں داخل ہو حیض و نفاس والی عورت کے لئے بھی یہ غسل ویسا ہی مستحب ہے جیسا کہ احرام کا غسل (فتح القدیر)

(۲) مستحب یہ ہے کہ دن کو داخل ہو۔

(عالمگیری)

کچھ ضرر نہیں دن کو داخل ہو یا رات میں۔ نسائی نے روایت کی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی علیہ السلام دن کو داخل ہوئے اور عمرہ ادا کرنے جب تشریف لائے تھے

فی حجه نهاراً ولیلاً فی عمرته (فتح القدیر)

تو رات کو داخل ہوئے (فتح القدیر)

ان ابن عمر کان لا یقدم مکة الا بات بذی طوی حتے یصبح یغتسل ویصلے فیدخل مکة نهاراً ویذکر ان النبی صلے الله علیه وسلم کان یفعل ذالک (بخاری ومسلم)

ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ شب ذی طوی میں بسر کرتے جب صبح ہوتی نہاتے اور نماز پڑھتے پھر مکہ میں دن کے وقت داخل ہوتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اسی طرح تھا (بخاری ومسلم)

داخلی مکہ کی دعا یہ ہی :

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُكَ جِئْتُ لِاُؤَدِّیَ فَرَائِضَكَ وَاَطْلُبَ رَحْمَتَكَ وَاَلْتَمِسَ رِضَاكَ مُتَّبِعًا لِاَمْرِكَ رَاضِيًا بِقَضَائِكَ اَسْاَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمُضْطَرِّيْنَ اِلَيْكَ الْمُشْفِقِيْنَ مِنْ عَذَابِكَ اَلْخَائِفِيْنَ مِنْ عِقَابِكَ اَنْ تَسْتَقْبِلَنِي الْيَوْمَ بِعَفْوِكَ وَتَحْفَظَنِيْ بِرَحْمَتِكَ وَتَجَاوَزَ عَنِّيْ بِمَغْفِرَتِكَ وَتُعِيْنَنِيْ عَلٰى اَدَاءِ فَرَائِضِكَ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاَدْخِلْنِيْ فِيْهَا وَاَعِذْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ط

الٰہی تو میرا رب ہی اور میں تیرا بندہ ہوں میں محض اس غرض سے آیا ہوں کہ تیرے فرائض ادا کروں اور تیری رحمت کی درخواست کروں اور تیری رضامندی چاہوں اور تیرے حکم کی پابندی کروں اور تیرے فیصلہ پر راضی رہوں۔ میں تجھ سے بیقراروں جیسا سوال کرتا ہوں اور اُن کی طرح جو تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں اور تیرے عقاب سے خوف کھاتے ہیں۔ میری التجا یہ ہی کہ آج میرے ساتھ معافی سے پیش آ اور اپنی رحمت سے میری حفاظت فرما اور اپنی بخشش کی وجہ سے میری خطاؤں سے درگزر کر اور اپنے فرائض ادا کرنے میں میری مدد فرما۔ الٰہی میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولدے اور اُن میں مجھے داخل فرما اور مجکو شیطان راندۂ درگاہ کے شر سے بچا۔

مدعیٰ

یہ وہ مقام[1] ہے جہاں سے قبل تعمیر مکانات بیت اللہ شریف نظر آتا تھا۔ اللہ اکبر یہ عظیم قبول و اجابت کا وقت ہے۔ نگاہ پڑتے ہی تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور تین مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے پھر صدق دل سے نہایت تضرع و الحاح کے ساتھ اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے، اپنے اساتذہ کے لئے، اپنے شیوخ طریقت کے لئے، اپنے تمام عزیزوں، دوستوں اور مسلمانوں کے لئے دعا کریں۔ بہترین دعا مغفرت و عافیت اور بلا حساب و کتاب جنت کا مانگنا ہے۔ انشاء اللہ شفیع المذنبین تاجدار مدینہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اس وقت کی دعا مقبول ہوگی۔

احادیث شریفہ میں سے تین دعائیں لکھتا ہوں۔ جسے جو آسان معلوم ہو یاد کرلے اور دعا نہ یاد ہو سکے تو صرف سبحان اللہ الحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر بار بار کہے اور بکثرت درود بھیجے۔ صادق مصدوق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے کہ درود پڑھنے والے کا اللہ تعالیٰ غم دور کرے گا اور کام بنا دے گا۔

(۱) اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَکَ ھٰذَا تَعْظِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَۃً وَّزِدْ مَنْ شَرَّفَہٗ وَعَظَّمَہٗ وَکَرَّمَہٗ مِمَّنْ حَجَّہٗ اَوِ اعْتَمَرَہٗ تَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّتَعْظِیْمًا وَّبِرًّا	(۱) الٰہی اپنے اس گھر کی بزرگی اور بڑائی اور اس کی تکریم و ہیبت کو اور زیادہ کر اور اس کی بزرگی، بڑائی عظمت اور نیکی زیادہ فرما جو اس کو معظم اور مکرم سمجھے اور اس مکان میں آکر حج یا عمرہ کرے۔
(۲) اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَیْتِ مِنَ الدَّیْنِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِیْقِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ	(۲) میں اس ذات پاک سے جو اس گھر کا مالک ہے پناہ مانگتا ہوں، قرض سے محتاجی سے تنگدلی سے اور قبر کے عذاب سے۔
(۳) اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ	(۳) الٰہی تیرا نام سلام ہے اور تیری طرف سے سلامتی ہے

---

[1] مقامِ مدعیٰ (دعا مانگنے کی جگہ)، مراد اس سے وہ جگہ جو مسجد حرام اور مکہ کے قبرستان (جنۃ المعلیٰ) کے درمیان ہے۔

فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ

ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ

(ا) واذا عاين البيت كبر وهلل ثلاثا ويدعو بما بدا له وعن عطاء انه عليه السلام كان يقول اذا لقي البيت اعوذ برب البيت الخ ويرفع يديه ومن اهم الادعية طلب الجنة بلا حساب فان الدعاء مستجاب عند رؤية البيت (فتح القدير)

(الف) جب بیت اللہ پر نظر پڑے تو تین مرتبہ تکبیر و تہلیل کہے پھر جو چاہے دعا کرے عطا سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا فرمائی اعوذ برب البیت الخ (دیکھو نمبر ۲) اور بہت بڑی دعا جنت کا بلا حساب مانگنا ہے۔ بے شک رویت کعبہ کے وقت دعا مقبول ہوتی ہے۔

(فتح القدیر)

(ب) اسند البيهقي الى سعيد بن المسيب قال سمعت عمر كلمة ما بقي احد من الناس سمعها غيري سمعته يقول اذا راى البيت اللهم انت السلام الخ

(فتح القدير)

(ب) بیہقی میں سعید ابن المسیب سے یہ مروی ہے کہ اُنھوں نے کہا۔ کہ زیارت بیت اللہ کے وقت عمر رضی اللہ عنہ جو کلمات فرمایا کرتے تھے اُس کا سننے والا اب صرف ایک میں ہی باقی رہ گیا ہوں وہ جب بیت اللہ کو دیکھتے تو کہتے اللہم انت السلام الخ (دیکھو نمبر ۳)

(فتح القدیر)

واسند الشافعي عن ابن جريج ان النبي صلى الله عليه وسلم اذا راى البيت رفع يديه وقال اللهم زد هذا البيت الخ (فتح القدير)

ج امام شافعی ابن جریج سے روایت فرماتے ہیں بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کو دیکھتے تو دونوں مقدس ہاتھوں کو اُٹھا کر یہ دعا فرماتے اللہم زد ہذا البیت الخ (دیکھو نمبر ۱) (فتح القدیر)

مسجد الحرام

کعبۂ مکرمہ کے گرداگرد مطاف[1] کا حلقہ ہے۔ اس کے بعد ایک وسیع صحن ہے جس میں سیاہ کنکریوں کا فرش بچھا ہوا ہے۔ اس کے کنارے کنارے کئی کئی درجے کے دالان بنے ہوئے ہیں۔ اسی کو مسجد الحرام کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل و تاریخ صفحات ماسبق میں دیکھو۔ مسجد الحرام آنے جانے کے لئے متعدد دروازے ہیں اور ہر دروازہ کا ایک نام ہے[2]۔ جس دروازے سے زائرین بیت اللہ داخل ہوتے ہیں اُس کا نام باب[3] السلام ہے۔ اس کا دوسرا نام باب بنو شیبہ[4] ہے۔

مکہ معظمہ میں پہنچکر سب سے پہلے مسجد الحرام میں حاضر ہونا چاہیئے۔ حاضری کے وقت اعضا میں تذلل و خاکساری عجز و بینوائی کی ہیئت پیدا کرے۔ دل میں خشوع و خضوع کی سعی بلیغ کرے۔ چوکھٹ کو بوسہ دے کر

بِسۡمِ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوۡلِ اللّٰهِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَزۡوَاجِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ۔ اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡ لِيۡ ذُنُوۡبِيۡ وَافۡتَحۡ لِيۡ اَبۡوَابَ رَحۡمَتِكَ

(شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے اور سب خوبیاں خدا کو اور رسول اللہ پر سلام۔ الٰہی درود بھیج ہمارے آقا محمدؐ اور اُن کی آل اور اُن کی بی بیوں پر۔ الٰہی میرے گناہ بخشدے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

پڑھے اور داہنا قدم اندر رکھے۔ چوکھٹ پر قدم رکھنے سے احتراز چاہیئے یہ وہ دعا ہے کہ جسے مسلمان کو ہر مسجد میں داخل ہوتے ہوئے پڑھنا چاہیئے۔ علی الخصوص مسجد الحرام کی حاضری۔

جب مسجد الحرام سے یا کسی اور مسجد سے باہر آئے جب بھی اسی دعا کو پڑھے۔ لیکن اس وقت

---
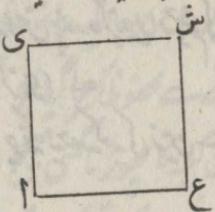
[1] مطاف (طواف کرنے کی جگہ)۔ [2] مسجد الحرام کے دروازوں کے ناموں کی تفصیل، کتاب کے آخر میں دیئے جانے والے نقشہ (مسجد الحرام) میں دیکھئے۔ [3] اِس کا نام اب "باب الفتح" رکھ دیا گیا ہے۔ فتح مکہ ۱۱۔ رمضان ۸ھ کے دن حضور سرورِ کائنات نے بابُ السّلام میں کھڑے ہوکر اہلِ مکہ سے خطاب کیا تھا۔ [4] شیبہ بن عثمان کا قبیلہ ہے جسے آں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتح مکہ کے بعد خانۂ کعبہ کی چابی عنایت فرمائی تھی۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا مطبوعہ کراچی ۱۹۸۴ء ص ۲۸۰)

بجاے اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ کے اَبْوَابَ فَضْلِكَ کہے اور سَہِّلْ لِیْ اَبْوَابَ رِزْقِكَ کا جملہ اور بڑھالے۔[1]

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو دعا ترمذی ابن ماجہ ابن خزیمہ اور ابن ابی شیبہ نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہے وہ یہی دعا ہے۔ مسجد میں حاضر ہونے اور اس سے باہر آنے میں اس دعا کا معمول برکات عجیبہ رکھتا ہے۔

خانۂ کعبہ

یہ تو معلوم ہو چکا کہ خانہ کعبہ ایک مربع شکل کا مکان ہے اس بیت مطہر کی چار دیواریں ہیں جہاں دو دو دیواریں اس مکان مقدس کی ملتی ہیں اُسے رکن کہتے ہیں۔ مکان کی دو دیواریں جب ملیں گی تو گوشہ یعنی زاویہ پیدا ہوگا یہی زاویہ رکن ہے مثلاً دیکھو ا ی دونوں دیواریں مقام ا پر ملی ہیں یہی زاویہ ا ایک رکن ہوا یا یہاں ع اور ش دو دیواریں ش پر ملی ہیں یہ زاویہ ش ہوا اب خانہ کعبہ کی ایک شکل قرار دے لو۔

زاویہ ع رکن عراقی[2] ہے زاویہ ا رکن اسود[3] ہے زاویہ ی رکن یمانی[4] ہے اور زاویہ ش رکن شامی[5] ہے۔

رکن اسود سے رکن عراقی تک چوّن[۵۴] بالشت کا فاصلہ ہے۔ رکن عراقی سے رکنِ شامی تک اڑتالیس[۴۸] بالشت۔ رکن شامی سے رکن یمانی کا فاصلہ وہی ہے جو رکن اسود اور رکن عراقی کے مابین فاصلہ ہے یعنی چوّن بالشت رکن یمانی سے رکن اسود کا فاصلہ

---

[1] دیکھئے صفحہ ۱۰۲۔ [2] بیتُ اللہ شریف کا شمال مشرقی گوشہ جو عراق کی طرف ہے، رُکنِ عراقی کہلاتا ہے۔ [3] کعبۃ اللہ کا جنوب مشرقی کونہ جہاں حجرِ اسود نصب ہے۔ [4] یمن کی سمت واقع خانۂ کعبہ کا جنوب مغربی کونہ ہے، جسے دورانِ طواف دایاں ہاتھ لگانا سُنّت ہے۔ [5] یہ بیتُ اللہ شریف کا شمال مغربی گوشہ ہے جو شام کی طرف ہے اور حجرِ اسود کے مقابل ہے۔

رکن عراقی اور رکن شامی کا فاصلہ ہے یعنی اڑتالیس بالشت۔

حطیم رکن عراقی سے رکن شامی تک ہے فاصلہ داخل حطیم کے اعتبار سے لکھا گیا ہے۔ لیکن اگر بیروں حطیم سے فاصلہ لیں تو پھر رکن عراقی سے رکن شامی تک فاصلہ ایک سو بیس[۱۲۰] بالشت ہوتا ہے۔ اس صورت میں رکن یمانی سے رکن اسود تک کا فاصلہ بہتر[۷۲] بالشت فاصلۂ عراقی و شامی سے کم ہوگا۔

حِجر یا حطیم

قریش نے جب اپنے عہد میں خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی تو سامان تعمیر میں کمی محسوس ہوئی۔ مشورہ سے یہ رائے قرار پائی کہ طول میں بنائے ابراہیمی سے کچھ کم کر دینا چاہیئے۔ اور جس قدر زمین خانہ کعبہ کی چھوڑی جائے اُسے دیوار سے گھیر دیا جائے۔

حطیم خانہ کعبہ کے شمالی دیوار کی طرف واقع ہے۔ ایک قوسی دیوار سے اسے گھیر دیا گیا دیوار کی چوڑان دو اور تہائی گز $2\frac{1}{3}$ ہے۔ بلندی اس کی ڈھائی گز ہے۔

حطیم کی زمین کا طول سترہ گز ہے اور عرض پندرہ گز۔ دیوار حطیم کی چوڑان اس پیمائش میں شامل نہیں ہے۔ (گز سے مراد شرعی گز ہے)۔[۱]

حطیم کے لفظی معنی ٹکڑے کے ہیں چونکہ یہ حصہ کعبہ کی زمین سے ایک ٹکڑا[۲] ہے اس لئے اسے حطیم کہتے ہیں۔
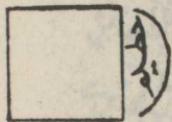
حِجر کے معنی باز رکھنا روک دینا ہے اس زمین کو کعبہ میں شامل ہونے سے باز رکھا گیا۔ اس لئے دوسرا نام اس کا حِجر ہے۔

کس قدر کعبہ کی زمین حطیم میں شامل ہے اس میں تین روایتیں ہیں۔ بعضوں کے نزدیک جنوباً و شمالاً چھ ہاتھ[۳] اور بعض کے نزدیک سات ہاتھ۔ بعض کہتے ہیں کہ کل زمین حطیم کی کعبہ کی زمین ہے۔ اسی وجہ سے طواف حطیم کے باہر کرتے ہیں تاکہ بیت اللہ کا کوئی حصہ چھوٹنے نہ پائے

---

[۱] شرعی گز (ذِراع = ایک ہاتھ)، انگریزی گز سے نِصف ہوتا ہے، دائرۃ المعارف طبع پنجاب یُونیورسٹی میں ذراع شرعی کی مقدار ۴۹٫۸ سنٹی میٹر کے برابر لکھی ہے۔

[۲] حطیم اگرچہ خانۂ کعبہ کا حِصّہ ہے۔ اِس کے اندر فرض نماز نہیں ہوتی۔ صرف نوافل ادا کریں۔

[۳] سرِ انگشت سے لے کر کہنی تک کا حِصّہ ایک ہاتھ کہلاتا ہے، اَور یہی مِقدار شرعی گز ہے۔

حطیم میں داخل ہونے کے لئے دونوں طرف راستے ہیں تاکہ آنے جانے میں کشاکش نہ ہو۔

شاذروان

خانہ کعبہ کے شمالی جانب تو حطیم کی دیوار ہے۔ لیکن جنوب و شرق و غرب کی جانب اونچا پشتہ بقدر سولہ انگل بنادیا گیا ہے۔ اسی پشتۂ دیوار کو شاذروان کہتے ہیں۔ یہ پشتہ نہایت خوشنما کارنس کی شکل کا بنا ہوا ہے۔ فرق یہ ہے کہ کارنس دیوار کے اوپر بنائی جاتی ہے اور یہ دیوار کے نیچے ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شاذروان داخل زمین کعبہ ہے۔ اُن کی تحقیق یہ ہے کہ تعمیر قریش کے وقت شمالی جانب جو زیادہ حصہ خانہ کعبہ کا چھوڑ دیا گیا تھا اُس کا حطیم نام ہوا۔ لیکن بقیہ تین سمتوں میں جو قریب ایک ہاتھ کے کعبہ کی زمین اور بھی چھوڑ دی گئی تھی اُسے پشتہ بناکر قدم گاہ ہونے سے محفوظ کردیا گیا ہے۔ مگر ہمارے ائمہ احناف کی تحقیق یہ ہے کہ بجز حطیم اور کسی طرف زمین کعبہ کا چھوڑنا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ شاذروان پشتہ ہے اور اُس سے حفاظت و استحکام مقصود ہے۔

میزاب رحمت

شمالی دیوار کے چھت پر رکن شامی و عراقی کے مابین یہ پرنالہ سونے کا نصب ہے اس میں زبانہ بھی بنا ہوا ہے۔ ایک بالشت چوڑا ہے اور چار ہاتھ لانبا چھت کے باہر جس قدر حصہ اُس کا نمایاں ہے وہ ڈیڑھ ہاتھ کے انداز سے ہے طواف سے فارغ ہوکر جب حطیم کے اندر داخل ہوتے ہیں تو میزاب رحمت کے نیچے کھڑے ہوکر دعا مانگتے ہیں۔ یہاں کی دعا مقبول اور دعا مانگنے والا مسعود ہے۔

میزاب رحمت کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ اِیْمَانًا لَایَزُوْلُ وَیَقِیْنًا لَّا یَنْفَدُ وَ مُرَافَقَةَ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ وَاسْقِنِیْ بِكَاسِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَرْبَةً لَّا اَظْمَأُ بَعْدَھَا اَبَدًا

الٰہی میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو ٹل نہ سکے اور ایسا یقین جو ختم نہ ہو اور آخرت میں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ الٰہی مجھے حشر کے روز اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمانا۔ اُس روز تیرے عرش کے سوا اور کہیں سایہ نہ ہوگا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے مجھے ایسا جام پلانا کہ پھر کبھی میں پیاسا نہ ہوں۔

باب کعبہ

بیت اللہ شریف کا دروازہ[1] رکن اسود اور رکن عراقی کے درمیان ہے حجر اسود سے باب کعبہ کا فاصلہ دس بالشت ہے زمین سے دروازہ گیارہ بالشت اونچا ہے۔ چوکھٹ چاندی کی ہے اور اس پر سونا چڑھا ہوا ہے۔ چوکھٹ میں اعلیٰ درجہ کی صناعی کی گئی ہے۔ دروازے میں چاندی کے دو کنڈے ہیں۔ ان میں قفل پڑا رہتا ہے۔ رخ دروازہ کا مشرق کی جانب ہے۔ طول اس کا تیرہ بالشت اور عرض آٹھ بالشت ہے۔ طواف کے وقت جب باب کعبہ کا محاذ ہوتا ہے تو اُس وقت دعا مانگتے ہیں۔

باب کعبہ کی دعا

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا الْبَیْتُ بَیْتُكَ

الٰہی یہ تیرا گھر ہے تیرا حرم ہے تیرا امن ہے یہ وہ

---

[1] یہ دروازہ عموماً بند ہی رہتا ہے کسی بڑے آدمی کے لیے حکومت کی خصوصی اجازت اور انتظامات کے ساتھ کھولا جاتا ہے، اور کبھی کبھی عوام کے لیے حج کے زمانہ میں کسی دن چند گھنٹوں کے لیے کھولا جاتا ہے — ۱۳۹۹ھ (۱۹۷۹ء) میں قبل حج یہ دروازہ سونے کے نئے دروازہ سے بدل دیا گیا ہے جس کا وزن اخبارات میں ۲۸۰ کلوگرام پڑھا تھا (رہبر حجاج مطبوعہ کراچی ۱۹۸۱ء)

وَهٰذَا الْحَرَمُ حَرَمُكَ وَهٰذَا الْاَمْنُ اَمْنُكَ وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِيْنَ بِكَ مِنَ النَّارِ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ فَاَعِذْنِيْ مِنْهَا

جگہ ہی جہاں دوزخ سے پناہ مانگنے والے تجھ سے پناہ مانگتے ہیں۔ میں تجھ سے آتشِ دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں۔ پس مجھے اس سے بچالے

مُلْتَزَم

حجر اسود سے دروازۂ بیت اللہ کا جو فاصلہ بقدر دس بالشت ہی۔ اس قدر حصہ دیوار کا نام ملتزم ہی[1] طواف سے فارغ ہو کر اس سے لپٹ کر دعا مانگنا مسنون ہی (التزام کے معنی لپٹنا ملتزم بضم میم وفتح زائے معجمہ جس سے لپٹا گیا)

ملتزم سے لپٹنے کا طریقہ یہ ہی کہ سر[2] سے اونچا ہاتھ کرکے دیوار پر پھیلادے یا داہنا ہاتھ[3] دروازہ کعبہ کی طرف اور بایاں حجر اسود کی طرف پھیلائے کبھی اپنا سینہ اور پیٹ، کبھی دھنا رخسارہ، کبھی بایاں، کبھی سارا رخ اس پر رکھے اور سوز دل رقتِ قلب سے دعا مانگے صادقِ مصدوق رحمۃ للعالمین نے یہ مژدہ سنایا ہی کہ دعا ملتزم کی مقبول ہی۔ یقین کامل اور ایمانِ صادق ہی تو انشاء اللہ دعا مقبول ہی۔

حدیث شریف میں وارد ہی کہ میں جب چاہتا ہوں جبریل کو دیکھتا ہوں کہ ملتزم سے لپٹے ہوئے یہ دعا مانگ رہے ہیں۔

بعد طواف ملتزم کی دعا

يَا وَاجِدُ يَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّيْ نِعْمَةً اَنْعَمْتَهَا عَلَيَّ

اے قدرت والے، اے عزت والے مجھ سے اپنی وہ نعمت زائل نہ فرما جو تو نے مجھے عطا فرمائی ہی۔

(۱) فی شعب الایمان عن ابن عباسؓ (۱) شعب الایمان میں حضرت ابن عباسؓ سے

عن علیہ السلام قال ما بین الرکن والباب ملتزم

روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان جو حصّۂ دیوار ہی وہی ملتزم ہی

(۲) ویضع یدیہ علٰی راسہ مبسوطتین علی الجدار قائمتین والتصق بالجدار (در مختار)

(۲) ملتزم سے یوں لپٹے کہ دونوں ہاتھ سر سے اونچے کرکے دیوار کعبہ پر پھیلاوے اور دیوار سے لپٹ جائے (در مختار)

(۳) عن عمرو بن شعیب قال طفت مع عبداللہ (بن عمرو بن العاص) حتی استلم الحجر وقام بین الرکن والباب فوضع صدرہ ووجہہ وذراعیہ وکفیہ ھٰکذا وبسطھما بسطاً ثم قال ھٰکذا رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعلہ (فتح القدیر)

(۳) عمرو بن شعیب کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کے ساتھ طواف کیا ختم طواف کے بعد انھوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان کھڑے ہوگئے۔ پھر اپنا سینہ اور منھ اور دونوں ہاتھ اور کف دست انھوں نے اس طرح رکھے یعنی ایک کو باب کعبہ کی طرف پھیلایا اور دوسرے ہاتھ کو حجر اسود کی طرف پھر عبداللہ نے کہا کہ میں نے ایسا ہی کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی۔ (فتح القدیر)

مستجار

غربی دیوار کعبہ کا اُس قدر حصہ جو ملتزم کے مقابل ہی اُس کا نام مستجار ہی یہ مقام بھی دعا کا ہی اور اپنے مخصوص برکات سے زائر بیت اللہ کو سعادت بخشتا ہی۔ مستجار رکن عراقی و یمانی کے مابین ہی۔ اس مقام کی وہی دعا ہی جو رکن عراقی کی دعا ہی۔

طواف کرنے والا طواف کے وقت ارکان اربعہ سے گزرے گا۔ ملتزم کا بھی اُسے محاذ ہوگا اور مقام ابراہیم بھی اُس کے بازو سے مقابل ہوگا۔ ان سب اوقات اور مقامات کے لئے خاص خاص دعائیں ہیں لیکن جسے یاد نہ ہو وہ دعائے[1] جامع اور درود شریف پر

---

[1] دُعائے جامع کے لئے دیکھئے: صفحہ ۲۲

اکتفا کرے۔ یہاں ہر موقع کی دعا لکھ دی جاتی ہے۔ تاکہ بیان طواف میں تسلسل قائم رہے اور وہاں دعا لکھنے کی حاجت نہ ہو۔ سب سے پہلے مقام ابراہیم کی دعا لکھی جاتی ہے۔ طواف کے وقت بازو پر مقام ابراہیم پڑے گا۔

طواف میں مقام ابراہیم کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا مَقَامُ اِبْرَاھِیْمَ الْعَائِذِ الْلَّائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ حَرِّمْ لُحُوْمَنَا وَبَشَرَ تَنَا عَلَى النَّارِ

الٰہی یہ تیرے خلیل حضرت ابراہیم کا مقام ہے جنھوں نے تیری ہی پناہ چاہی تھی اور تیرا ہی سہارا پکڑا تھا جب کہ کفار نے انھیں آگ میں ڈالا تھا پس ان کی برکت سے ہمارے گوشت پوست کو آگ پر حرام کر دے

طواف میں رکن عراقی کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشِّرْكِ وَالشَّكِّ وَالنِّفَاقِ وَالشِّقَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ

الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شرک اور شک اور نفاق اور مسلمانوں میں پراگندگی ڈالنے سے اور بری عادتوں سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے کہ بری واپسی اپنے مال اور اہل وعیال کی طرف ہو۔

طواف کے وقت رکن شامی کی دعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفُوْرُ

الٰہی اس حج کو ہر ایک گناہ سے پاک وصاف رکھنا اور میری سعی کو مشکور فرمانا، میرے گناہ کو بخش دے اور ایسی تجارت نصیب فرما جس میں کسی طرح کا نقصان نہ ہو تو ہی غالب اور مغفرت فرمانے والا ہے۔

طواف کے وقت رکن یمانی کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ	الٰہی میں تیری پناہ میں آیا کفر سے اور
وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَمِنْ	میں تیری پناہ میں آیا محتاجی اور عذاب قبر سے
عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا	اور زندگانی و موت کے فتنہ سے
وَالْمَمَاتِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِزْیِ	میں تیری پناہ میں آیا دنیا اور آخرت کی
فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ	رسوائی سے۔

مقام ابراہیم

مسجد الحرام میں کعبہ کے سامنے مطاف کے کنارہ ایک قبہ ہے جس کی چاروں طرف لوہے کی جالی دار دیواریں قائم ہیں۔ شاذروان کعبہ جو اس جالی کے مقابل ہے ساڑھے تین گز کے فاصلہ پر ہے۔ حجراسود اور اس قبہ شریف میں ستائیس گز کا فاصلہ ہے۔

اس قبہ میں وہ سنگ مقدس ہے جس پر چڑھکر حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کعبہ کی دیوار بناتے تھے۔ جب پتھر لینے کے لئے جھکتے تھے تو یہ پتھر لچک کر نیچا ہو جاتا اور جب پتھر لے کر آپ کھڑے ہوتے تو یہ بلند ہو جاتا تھا۔

اس پتھر میں قدم مبارک اور انگشت مبارک حضرت ابراہیم خلیلؑ کا نشان قائم ہو گیا تھا جو اس وقت تک موجود ہے۔ علامہ محمد بن جبیر[1] اندلسی اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

"مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جسے اب چاندی سے منڈھ دیا گیا ہے۔ یہ تین بالشت بلند اور دو بالشت کا چوڑا پتھر ہے۔ میں نے اس سے مس کیا چوما اور آب زمزم اس پر ڈال کر پیا۔"

چاندی کا پتر جو اس پر چڑھا ہوا ہے موقع قدم پاک و انگشت مبارک پر بمقدار اصل ؛

---

[1] محمد بن جُبیر، متوفی ۶۱۴ھ/۱۲۱۷ء

پیمائش صحیح اُس میں عمق رکھا ہی۔ تاکہ زائرین اُس نشان مبارک کے برکات سے سعادت اندوز ہو سکیں جیسے کلام مجید نے آیات بینات ارشاد فرمایا ہی۔

طواف سے فارغ ہو کر دو رکعت نماز مقام ابراہیم میں پڑھتے ہیں۔ ان دو رکعتوں کا بعد طواف پڑھنا حنفی مذہب میں واجب ہی۔

مقام جبریلؑ یا معجنۂ ابراہیمؑ

آستانہ کعبہ کے پاس دیوار شرقی سے ملا ہوا ایک حوض نما چھوٹا سا گڑھا ہی[۱]۔ طول اس کا سات بالشت اور سات اُنگل ہی۔ عمق ڈھائی بالشت کے قریب ہی۔ عرض اتنا ہی کہ نمازی اچھی طرح سجدہ ادا کر سکے۔ اس جگہ حضرت جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تھی اور پنجگانہ نماز کے اوقات متعین کئے تھے۔ اسی لئے اس کا نام مقام[۲] جبریل ہی۔ تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم خلیل اس میں گارا بناتے تھے اس لئے اس کا دوسرا نام معجنہ ابراہیم ہی یعنی ابراہیمؑ کے گارا بنانے کی جگہ۔

زمزم

چاہ زمزم کا قبہ رکن اسود کے سامنے چوبیس قدم کے فاصلہ پر ہی۔ ایک قدم تین بالشت کا اور ایک گز چوبیس اونگل کا ہوتا ہی۔ یہ کنواں[۳] دیوار کعبہ سے ۳۳ گز کے فاصلہ پر ہی کنواں[۴] کا مُنھ چار گز عریض ہی۔ عمق اس کا ۶۹ گز ہی۔ جگت جس پر کھڑے ہو کر پانی بھرتے[۵] ہیں۔ تقریباً قد آدم کے برابر بلند ہی۔ ہر طرف گھرنیاں بنی ہوئی ہیں جس کا جی چاہے پانی بھرے اور پیئے کنوئے کے چاروں طرف پتھر کی دیوار نہایت مضبوط قائم کی گئی ہی۔ اس کا دروازہ شرق کی جانب ہی۔ یہ دروازہ دن بھر کھلا رہتا ہی۔ رات کے وقت بند ہو جاتا ہی۔ اس کوٹھری میں کئی نالیاں بنی ہوئی ہیں۔ جن سے وہ پانی جو یہاں گرتا ہی باہر کی طرف نکل جاتا ہی کنوئیں

[۱و۲] اَب مقام کو پاٹ دیا گیا ہے، اَور گڑھا بھی باقی نہیں ہے مگر نشان قائم رکھنے کے لِئے فرش میں اِس مقام کی حدود پر سیاہ پتھر لگا دیئے ہیں۔ موقعہ مِلے تو یہاں بھی نماز پڑھنا زیادہ ثواب کا مُوجب ہے۔

[۳۔۴] اب ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں چاہ زمزم کو ڈھک کر سارا صحن مسجد مطاف بنا دیا گیا ہے۔

[۵] پانی بھرنے کے لِئے اَب موٹر بس ہیں اَور پائپ اَور ٹوٹیاں لگی ہیں۔

میں نہ تو خس و خاشاک آنے پاتا ہی نہ جگت اور نالیاں کیچڑ سے آلودہ رہتی ہیں۔ صفائی کا انتظام بے حد اچھا ہی۔

بعد طواف چاہ زمزم پر آکر تین سانس میں کوکھ بھر کر پانی پینا مسنون ہی۔ حدیث شریف میں وارد ہی کہ جس مقصد کی نیت سے پانی پیا جائے گا حق سبحانہ تعالیٰ اُس مقصد میں کامیابی عطا فرماتا ہی۔ ممکن ہو تو اپنے ہاتھ سے پانی کھینچکر نکالے ورنہ پلانے والوں سے طلب کرے اور ڈول لے کر پیئے۔ پی کر جو پانی بچ جائے اُسے اپنے بدن پر ڈال لے یا کنوئیں میں گرادے۔

حجرِ اسود

سمت شرقی کے کونے پر نصب ہی۔ یہ پتھر فی الحقیقت بڑا ہی۔ لیکن زیادہ حصہ اس کا دیوار میں دبا ہوا ہی۔ جس قدر نمایاں ہی وہ ایک بالشت چوڑا اور اس سے کچھ زیادہ لمبا ہی اس کے گرداگرد چاندی کا محیط حلقہ ہی۔ رنگ پتھر کا سیاہ ہی۔ سیاہ میں سفید چاندی کی چمک بہت ہی ضیاء افگن ہی۔ طواف حجر اسود ہی سے شروع کرتے ہیں اور اسی پر ختم کرتے ہیں۔

مسجد الحرام کی حاضری اور سنگ اسود کی حضوری

مکہ معظمہ پہنچکر بعد اطمینانِ رخت و سامان سب سے پہلے مسجد الحرام[1] کی حاضری ہونی چاہیئے اور مسجد الحرام میں حاضر ہو کر سب سے پہلے حجر اسود[2] کی طرف رخ کر کے تکبیر و تہلیل کہنا ہی۔ جب اس سنگ مقدس کے پاس پہنچے تو رو بکعبہ حجر اسود سے قریب اُس کے داہنی جانب یوں کھڑا ہو کہ تمام پتھر اپنے سیدھے ہاتھ کو رہے پھر طواف کی نیت کرے۔

طواف کی نیت اور آغاز طواف

اَللّٰهُمَّ اُرِيْدُ طَوَافَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ فَيَسِّرْهُ لِيْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ

الٰہی میں تیرے عزت والے گھر کے طواف کا ارادہ کرتا ہوں۔ بس تو اسے مجھ پر آسان فرمادے اور قبول فرمالے۔

اس نیت کے بعد کعبہ کو منھ کئے اپنے داہنے سمت چلے جب سنگ اسود کے مقابل ہو جوادنیٰ حرکت میں حاصل ہوتا ہی کانوں[3] تک دونوں ہاتھ اس طرح اُٹھائے جیسے تکبیر تحریمہ کے وقت نماز میں ہاتھوں کو بلند کرتے ہیں لیکن ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف ہوں اور کہے۔

ہاتھ اُٹھانے کا یہ موقع ہی نیت کے وقت ہاتھ اُٹھانا بدعت ہی

بِسۡمِ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ

شروع اللہ کے نام سے اور سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہی اور اللہ سب سے بڑا ہی اور درود و سلام رسول اللہ پر

تقبیل و استلام کا طریقہ

اب میسر ہو سکے تو حجر مطہر پر دونوں[4] ہتھیلیاں اور اُن کے بیچ میں مُنھ رکھکر یوں بوسہ دے کہ آواز نہ پیدا ہو۔ تین بار ایسا ہی کرے یہ نصیب ہو تو کمال سعادت ہی۔ ہجوم کے سبب سے اگر یہ موقع نہ ملے تو ہاتھ سے حجر[5] مطہر کو چھوکر اپنا ہاتھ چوم لے۔ اگر ہاتھ نہ پہنچ سکتا ہو تو پھر کسی پاک لکڑی[6] سے حجر اسود کو چھوکر اُس لکڑی ہی کو چوم لے۔ یہ بھی اگر میسر نہ آئے تو ہاتھوں سے اُس کی طرف[7] اشارہ کرکے ہاتھوں کو بوسہ دے لے۔ اصطلاح شریعت میں اسے تقبیل و استلام کہتے ہیں۔

لفظ استلام کے معنی

تقبیل کے معنی چومنا اور بوسہ دینا ہی لیکن استلام بمعنی بوسہ دادن و از دست سودن و سلام کردن تینوں معنوں میں مستعمل ہی۔ محدثین لکھتے ہیں کہ لفظ استلام یا سلام بفتح سین سے باب افتعال میں لایا گیا ہی جس کے معنی تحیۃ و سلام کے ہیں۔ حجر اسود کا دوسرا نام اسی مناسبت سے محیا ہی۔ اس کا سلام و تحیۃ یہی ہی کہ اسے بوسہ دیا جائے یا یہ لفظ سلام سِلام بکسر سین بمعنی حجارہ سے باب افتعال میں لایا گیا ہی جس کا واحد سلِمہ بکسر لام ہی جیسا کہ کحل سے اکتحال۔ اس تقدیر پر استلام بمعنی سودن ہوگا۔ استلمت الحجر ای لمست الحجر۔

جہاں کہیں استلام اور تقبیل دونوں کا مشتق واو عاطفہ کے ساتھ مذکور ہی وہاں استلام کے معنی ہاتھ لگانا یا ہاتھ یا کسی چیز سے چھونا ہی اور تقبیل کے معنی چومنا اور جہاں کہیں

صرف استلام کا لفظ ہے وہاں دونوں معنوں کا احتمال ہے۔

تقبیل و استلام کے متعلق جس قدر صورتیں بتائی گئی ہیں یہ سب شارع علیہ السلام سے منقول ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ بھی دیا ہے، دستِ مبارک سے بھی مس فرمایا ہے کسی خمیدہ لکڑی سے بھی چھو کر اُسے چوم لیا ہے، اشارہ پر بھی اکتفا فرمایا ہے۔

بے شک حجر اسود کا بوسہ دینا مسنون ہے اور اس سنت کا ادا کرنا امت کے لئے سعادت عظمیٰ ہے لیکن اگر ہجوم خلائق ہو جس میں اپنی اذیت یا غیر کی تکلیف متصور ہو تو ایسی صورت میں اُس کی طرف ہاتھ اُٹھا کر اپنے ہاتھ کو چوم لینا ہی کافی ہے۔ بوسہ گاہ نبوی پر نگاہ کا پہنچانا اور اس کے پرانوار زیارت سے استبصار کیا کم خوش نصیبی ہے جو کشاکش میں پھنس کر اذیت اُٹھائے اور کچلا جائے یا کسی دوسرے کو دھکا دے اور کچل ڈالے، دَبنے کچلنے سے اپنا ذوق باطل ہوتا ہے۔ دوسروں کو اذیت پہنچانے میں یہ جُرم ہے کہ عین حرم میں بیت اللہ کے سامنے ایک مسلمان صاحب ایمان کو اذیت پہنچائی۔

مکہ معظمہ میں ابھی تو حاضری رہے گی اگر طواف قدوم کے موقع پر تقبیل حجر کا موقع نہ ملا تو انشاء اللہ طواف زیارت یا طواف وداع یا کسی نفل طواف میں یہ سعادت بھی حاصل ہو جائے گی۔ اُس وقت اطمینان وسکون کے ساتھ حجر اسود کو بوسہ دے۔ اُس پر رخسارہ رکھے آنکھوں سے آنسو بہائے یہ ہمارے پیشوا، ہمارے آقا، حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

امت محمدی کے لئے یہ کیسی سعادت ہے کہ وہ مقام جہاں آنسو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے گرے ہوں وہاں اس کا آنسو بہے، جہاں دہن پاک اور لب مبارک صاحب لولاک کے پہنچے ہیں۔ اُس جگہ کے بوسہ دینے اور منھ رکھنے کی سعادت حاصل ہو اللہ اللہ یہ عجب احسان رب کریم کا بطفیل سید الانبیاء امت مرحومہ کے لئے قائم و باقی ہے

صلے اللہ تعالےٰ علیٰ نبیہ الکریم الامین وعلےٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم الیٰ یوم الدین

(۱ و ۲) فاذا دخل مكة ابتدء بالمسجد
ثم ابتدء بالحجر الاسود فاستقبله
وكبر وهلل لما روى ان النبي
عليه السلام دخل المسجد فابتدأ
بالحجر فاستقبله وكبر وهلل
(هدایه)

(۱) جب مکہ میں آئے تو ابتداء حاضری کی مسجد الحرام سے
کرے۔ یہاں پہنچکر حجر اسود کے پاس آئے اور اُس کی
طرف رخ کرکے تکبیر و تہلیل کہے بے شک نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے یہی مروی ہے کہ مسجد الحرام میں پہنچکر سب سے پہلے حجر کے
پاس آپ تشریف لائے اور اُس کی طرف رخ کرکے تکبیر و تہلیل فرمائی۔
(ہدایہ)

(۱ و ۲) عن عائشة رضی الله عنها انه
عليه السلام اول شئ بدأ به
حين قدم مكة انه توضأ ثم
طاف بالبيت (فتح القدیر)

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مکہ معظمہ
پہنچکر سب سے پہلا کام رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا یہ تھا کہ آپ نے وضو فرمایا پھر طواف
بیت اللہ شروع کیا۔ (فتح القدیر)

(۱-۲) عن عطاء مرسلا لما دخل
رسول الله صلے الله عليه وسلم
مكة لم يلو على شئ ولم يعرج
ولا بلغنا انه دخل بيتا ولا لها
بشئ حتى دخل المسجد فبدأ
بالبيت (فتح القدیر)

(۱) حضرت عطا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب مکہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے تو نہ کسی
چیز کی طرف مائل ہوئے نہ کسی کام میں مشغول ہوئے
نہ کسی گھر میں تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ مسجد الحرام
میں تشریف لائے اور طواف بیت اللہ شروع
کر دیا۔ (فتح القدیر)

(۳) ويرفع يديه لقوله عليه السلام
لا ترفع الايدى الا فى سبع
مواطن وذكر من جملتها
استلام الحجر
(هدایه)

(۳) حجر اسود کے پاس دونوں ہاتھ اٹھانا چاہیئے اس لئے
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہاتھ نہ اٹھایا جائے
لیکن سات جگہوں میں اور من جملہ اُن کے استلام
حجر اسود ہے۔
(ہدایہ)

(۳) ب ویکون باطنهما فی هذا الرفع الی الحجر کهیئتهما فی افتتاح الصلوٰة

(هدایه)

(ب-۳) ہاتھ اٹھانے میں کف دست حجر اسود کی طرف ہو جیسا کہ نماز کے افتتاح میں کف دست قبلہ رخ ہوتے ہیں

(ہدایہ)

(۴) الف واستلام الحجر للطواف بمنزلة التکبیر للصلوات فیبدأ به طوافه

(مبسوط)

(الف-۴) طواف کے لئے حجر اسود کا بوسہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ نماز کے لئے تکبیر تو پھر طواف کو حجر اسود کے بوسہ سے شروع کریں

(مبسوط)

(۴) ب وصفة الاستلام ان یضع کفیه علی الحجر ویضع فمه بین کفیه ویقبله ویکرره مع التقبیل ثلاثاً

(رد المحتار)

(ب-۴) استلام کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہتھیلیاں حجر پر رکھ کر منھ بیچ میں دونوں ہاتھوں کے رکھے اور بوسہ دے اور تین مرتبہ اسی طرح کرے

(رد المحتار)

(۴) ج ثم هذا التقبیل لا یکون له صوت

(فتح القدیر)

(ج-۴) بوسہ دینے میں آواز نہ ہونا چاہیئے۔

(فتح القدیر)

(۵) واستلمه ان استطاع من غیر ان یؤذی مسلما لان الاستلام سنة والتحرز عن اذی المسلم واجب

(ہدایہ)

(۵) حجر اسود کو بوسہ دے اگر بغیر اذیت پہنچائے کسی مسلمان کے ممکن ہو۔ اس لئے کہ استلام سنت ہے اور مسلمان کی اذیت رسانی سے بچنا واجب ہے

(ہدایہ)

(۶) وان امکنه ان یمس الحجر بشیٔ فی یده کالعرجون وغیره ثم قبل ذالك فعله

(ہدایہ)

(۶) اگر بوسہ دینا یا ہاتھ لگانا ممکن نہ ہو تو کسی خمیدہ لکڑی سے حجرِ اسود کو چھو کر اسی لکڑی کو چوم لے

(ہدایہ)

(۷) وان عجز عنهما ای الاستلام والامساس استقبله مشیرا الیه بباطن کفیه

(۷) اگر استلام اور امساس دونوں سے عاجز ہو تو پھر حجر کی طرف رخ کرکے دونوں ہاتھ کانوں تک

ای بان یرفع یدیہ حذاء اذنیہ ویجعل باطنھما نحو الحجر مشیرا بھما الیہ وظاھرھما نحو وجہہ ثم یقبل کفیہ ای بعد الاشارۃ

(ردالمحتار)

اُٹھائے۔ اس طرح کہ کف دست حجر اسود کی طرف ہو اور پشت دست اپنے رخ کی جانب اور دونوں ہاتھوں سے اشارہ حجر اسود کی طرف کرکے اپنے ہاتھوں کو چوم لے۔

(ردالمحتار)

(۱) عن جابر قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم مکۃ اتی الحجر فاستلمہ ثم مشے علے یمینہ (مسلم)

(۱) حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ تشریف لائے تو حجر اسود کے پاس آکر استلام ادا فرمایا پھر اپنے داہنے ہاتھ کی سمت چلنا شروع فرمایا۔ (مسلم)

(۲) عن ابی الطفیل قال رایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یطوف بالبیت ویستلم الرکن بمحجن معہ ویقبل المحجن (رواہ مسلم)

(۲) ابو الطفیل کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف بیت اللہ ادا کرتے ہوئے دیکھا حجر اسود کا استلام ایک خمیدہ لکڑی آپ کے ساتھ تھی اُس سے کرتے اور اُس لکڑی کو چوم لیتے (مسلم)

(۳) عن ابن عباس ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طاف بالبیت علے بعیر کلما اتی علے الرکن اشار الیہ بشے فی یدہ وکبر (بخاری)

(۳) حضرت ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار طواف بیت اللہ کا ادا فرمایا جب حجر اسود کے پاس تشریف لاتے تو کسی چیز سے جو دستِ مبارک میں تھی اُس کی طرف اشارہ فرماتے اور تکبیر کہتے (بخاری)

(۴) عن الزبیر بن عربی قال سأل رجل ابن عمر عن استلام الحجر فقال رایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یستلمہ ویقبلہ

(بخاری)

(۴) زبیر ابن عربی کہتے ہیں کہ کسی نے استلام حجر کے متعلق ابن عمر سے سوال کیا تو ابن عمر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے حجر اسود کو ہاتھ سے بھی چھوا ہے اور منہ سے بھی چوما ہے۔

(بخاری)

(۵) عن عابس بن ربیعۃ قال رأیت عمر یقبل الحجر و یقول انی لاعلم انک حجر ما تنفع ولا تضر ولولا رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقبل ما قبلتک (بخاری ومسلم)

(۵) عابس بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ میں خوب جانتا ہوں تو ایک پتھر ہی نہ نفع دے سکتا ہی نہ ضرر پہنچا سکتا ہی اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ پر بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے نہ چومتا (بخاری ومسلم)

(۶) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قبل الحجر ووضع شفتیہ علیہ وبکی طویلا ثم نظر فاذا ھو بعمر رضی اللہ عنہ فقال یا عمر ھنا تسکب العبرات (ابن ماجہ)

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور لب مبارک اُس پر رکھ کر دیر تک گریہ فرماتے رہے پھر جو نظر اُٹھائی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو موجود پایا تو ان سے آپ نے فرمایا عمر آنسو بہانے کی یہ جگہ ہی۔ (ابن ماجہ)

رکن یمانی

یہ تو معلوم ہو چکا کہ خانہ کعبہ کے چار رکن ہیں ہر رکن کی دعائیں علیحدہ علیحدہ بھی معلوم ہو چکی ہیں ان کے گرد گھومنا، دعائیں مانگنا، تسبیح و تہلیل کا زبان پر جاری رکھنا نبی علیہ السلام پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا حج مبرور کی علامت ہی۔ لیکن ان چار رکنوں میں سے تقبیل واستلام صرف دو رکن کا مسنون ہی۔ ایک حجرِ اسود جس کا بیان اور طریقہ استلام گزر چکا۔ دوسرا رکن یمانی ہی۔ جب طواف کرنے والا رکن یمانی پر پہنچے تو دونوں ہاتھوں سے اس رکن کو تبرکاً چھوئے اگر دونوں ہاتھ پہنچنا متعذر ہو تو صرف داہنے ہاتھ سے چھوئے لیکن اگر یہ بھی میسر نہ آئے تو پھر دعا پر اکتفا کرے۔ صرف بائیں ہاتھ سے چھونا اس کا جائز نہیں۔ نہ یہاں لکڑی سے چھونا اور اشارہ کرنا ہی۔ ہاں اگر چاہے تو رکن یمانی کو بوسہ بھی دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار سے اسی قدر ثابت ہی۔

رکن یمانی سے جب جنوبی دیوار کی طرف بڑھے تو یہاں دعا میں مبالغہ کرے۔ یہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فضیلت رکن یمانی میں دو حدیثیں مروی ہیں۔ ایک میں ستر فرشتے اور دوسری میں ستر ہزار فرشتوں کا رکن یمانی پر مقرر ہونا مذکور ہے۔ پہلے سے مراد خاص رکن یمانی ہے اور دوسری سے وہ دیوار جو رکن یمانی کے بعد آتی ہے۔ مگر یہ بھولنا نہ چاہیئے کہ صرف دعا کے لئے ٹھیرنا اور کھڑا ہونا نہ چاہیئے۔ طواف ہی میں دعا بھی مانگتا جائے۔ استلام وتقبیل کے لئے ٹھیرنا ضروری ہے۔ اور دعا کے لئے غیر ضروری۔

(۱) واستلم الرکن الیمانی وھو مندوب لکن بلا تقبیل وقال محمد ھو سنة ویقبلہ والدلائل تؤیدہ

(در مختار)

(۱) رکن یمانی کا استلام کرے کہ مستحب ہے لیکن بلا تقبیل اور امام محمد رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ سنت ہے اور اُسے بوسہ بھی دے دلائل امام محمد رحمہ اللہ کی تائید کرتے ہیں

(در مختار)

(۲) المراد بالاستلام ھنا لمسہ بکفیہ او بیمینہ دون یسارہ ولا نیابة عنہ بالاشارة عند العجز عن لمسہ

(رد المحتار)

(۲) استلام رکن یمانی سے مراد دونوں کف دست سے اُس کا مس کرنا ہے۔ یا داہنے کف دست سے صرف بائیں کف دست سے نہ چھوئے۔ جب کہ چھونے سے عاجز ہو تو استلام کا قائم مقام اشارہ یہاں نہیں ہوگا

(رد المحتار)

(۱) عن عبید بن عمیر ان ابن عمر کان یزاحم علی الرکنین زحاما ما رایت احدا من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یزاحم علیہ قال ان افعل فانی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان مسحھما کفارۃ للخطایا

(رواہ الترمذی)

(۱) عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو جس طرح ساعی اور کوشاں رکن یمانی اور رکن اسود پر پایا کسی اور صحابی کو اس حد تک کوشش کرتے ہوئے نہ دیکھا۔ وہ یہ کہتے تھے کہ میں یہ جد وجہد اس لئے کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا ہے کہ حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام گناہوں کو مٹاتا ہے

(ترمذی)

(۲) عن ابن عمر قال ما ترکنا استلام هذين الرکنين اليمانی والحجر فی شدة ولا رخاء منذ رأيت رسول الله صلی الله عليه وسلم يستلمهما (بخاری ومسلم)

(۲) ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام نہ سختی میں چھوٹا نہ سہولت میں جب سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں کا استلام کرتے ہوئے دیکھا۔ (بخاری ومسلم)

(۳) عن ابی هريرة ان النبی صلی الله عليه وسلم قال وکل به سبعون ملکاً يعنی الرکن اليمانی فمن قال اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قالوا آمين (رواه ابن ماجه)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں جو شخص یہاں پہنچکر یہ دعا مانگتا ہے کہ الٰہی میں تجھ سے خطاؤں کی معافی اور عافیت جسمانی و روحانی دنیا اور آخرۃ میں مانگتا ہوں۔ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرۃ میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچائے تو وہ ستر فرشتے اُس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

وفی رواية سبعون الف ملکاً (کما فی فتح القدير وغيره)

اور ایک روایت میں ستر ہزار فرشتے

(۴) فی الدار قطنی عن ابن عمر کان عليه السلام يقبل الرکن اليمانی ويضع يده عليه (فتح القدير)

(۴) دارقطنی میں ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو بوسہ دیتے تھے اور دست مبارک سے اُسے چھوتے بھی تھے۔ (فتح القدیر)

(۵) ان بين الرکن اليمانی والرکن الاسود سبعين الف ملک لا يفارقونه هم هنالک منذ خلق الله سبحانه البيت (اخبار مکہ الازرقی)

(۵) بیشک رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیانی حصہ پر ستر ہزار فرشتے اُسی دن سے مقرر ہیں جب سے حق سبحانہ نے بیت اللہ کو خلق فرمایا اور وہ فرشتے اُس جگہ کو کبھی نہیں چھوڑتے۔ (اخبار مکہ)

مطاف

خانہ کعبہ کے گرداگرد جو دائرہ مستطیلہ بشکل بیضاوی ہے اُسے مطاف کہتے ہیں۔ مطاف میں سنگ مرمر کا فرش بچھا ہوا ہے۔ مسافت اس کی غرب سے جنوب تک اکتالیس ہاتھ ایک بالشت ہے اور شمال و شرق کی طرف چھبیس ہاتھ سے کچھ زیادہ قطر دائرہ مطاف کا شمال سے جنوب تک ایک سو گیارہ ہاتھ ہے اور شرق سے غرب تک تقریباً نوے ہاتھ۔ اس دائرہ کے گرداگرد گھومنا طواف ہے۔

طواف حج اور عمرہ کا رکن ہے۔ یہ رکن اس جگہ ادا کیا جاتا ہے اس لئے اس مقام کو مطاف کہتے ہیں۔ مطاف کا ایک پھیرا میل کا سولہواں (۱/۱۶) حصہ ہے سات پھیروں میں نصف میل سے کچھ کم مسافت طے ہوگی یعنی ۷/۱۶۔ [1]

اقسام طواف

حج میں تین طواف ہیں ایک مسنون دوسرا فرض جو رکن حج ہے اور تیسرا واجب آفاقی مسجد الحرام میں پہونچتے ہی جو طواف ادا کرتا ہے اُسے طواف قدوم اور طواف تحیۃ کہتے ہیں۔ یہ طواف حنفی مذہب میں مسنون ہے۔ مفرد و قارن دونوں کے لئے اس کا ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ مفرد کا پہلا طواف حرم شریف پہونچکر یہی طواف قدوم ہے۔ لیکن قارن پہلے عمرہ کا طواف ادا کرے گا اُس سے فارغ ہو کر طواف قدوم بجالائے گا۔ متمتع کے لئے طواف قدوم نہیں ہے۔

ایام النحر یعنی دسویں گیارہویں بارہویں کو بعد قربانی اور حلق جو طواف کرتے ہیں وہ طواف زیارت ہے اور یہی طواف رکن حج ہے۔

مکہ معظمہ سے جب رخصت ہوتے ہیں تو چلتے وقت پھر طواف کرتے ہیں یہ طواف حنفی مذہب میں واجب ہے، اسے طواف صدر اور طواف وداع کہتے ہیں۔

---

[1] کثرتِ اژدہام کے باعث اگر مطاف کے باہر طواف کرنا پڑے تو یہ فاصلہ کئی گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔

مکہ معظمہ کے رہنے والوں کے لئے نہ طواف قدوم ہے نہ طواف وداع۔ یہ دونوں طواف آفاقی کے لئے ہیں اہل مکہ نہ کہیں سے چل کر آتے ہیں جو طواف قدوم کریں نہ مکہ معظمہ سے نکل کر وطن و مقام سکونت میں جاتے ہیں جو خانہ کعبہ سے رخصت ہوں۔

(۱) اما احد الاطوفة فی الحج فهو طواف التحية ويسمى القدوم وطواف اللقاء وذالك عند ابتداء وصوله الى البيت وهو سنة عندنا والثانى طواف الزيارة وهو ركن الحج والثالث طواف الصدر وهو واجب عندنا على من يودع البيت (مبسوط)

(۱) حج کے طوافوں میں سے ایک تو طواف تحیۃ ہے (یعنی حاضری دربار کا سلام و نیاز) اور اسی کا طواف قدوم اور طواف لقا بھی نام ہے۔ ہم احناف کے مذہب میں یہ طواف سنت ہے۔ دوسرا طواف طواف الزیارۃ ہے اور یہ حج کا رکن ہے۔ تیسرا طواف طواف الصدر ہے اور یہ طواف حنفی مذہب میں اُن لوگوں پر جو بیت اللہ سے رخصت ہوتے ہیں واجب ہے (مبسوط)

(۲) وليس على اهل مكة طواف القدوم لانعدام القدوم فى حقهم و طواف الصدر واجب عندنا الا على اهل مكة لانهم لا يصدرون ولا يودعون (ہدایہ)

(۲) اہل مکہ کے لئے نہ طواف قدوم ہے نہ طواف وداع پہلا تو یوں نہیں کہ اُن کے حق میں کہیں سے چل کر آنا ہی نہیں پایا جاتا پھر حاضری دربار کا طواف کیسا۔ اور دوسرا یوں نہیں کہ وہ تو سکنائے مکہ ہیں نہ بیت اللہ سے رخصت ہوتے ہیں نہ اُس سے نکل کر کہیں جاتے ہیں۔ (ہدایہ)

طواف کا طریقہ

اضطباع کی تعریف طواف شروع کرنے سے پہلے مرد اضطباع کرے اپنی چادر کے سیدھے آنچل کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالے تاکہ داہنا ہاتھ پورا مونڈھے تک کھلا رہے اسے شریعت میں اضطباع کہتے ہیں۔

سنت طواف کا موقع بعد اضطباع رو بکعبہ حجر اسود کی داہنی طرف رکن یمانی کی جانب سنگ اقدس کے

قریب یوں کھڑا ہو کہ سارا پتھر اپنے سیدھے ہاتھ کو رہے۔ پھر طواف کی نیت کرے۔

طواف کی نیت

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ

(ترجمہ) الٰہی میں تیرے عزت والے مکان کے طواف کا ارادہ کرتا ہوں تو اپنی رحمت سے مجھ پر اُس کا ادا کرنا آسان فرمادے اور اپنے کرم سے قبول فرما۔

نیت کے بعد کعبہ کو منہ کئے اپنے داہنے سمت چلے جب سنگ اسود کا مقابلہ ہو تو ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھائے۔ کف دست حجر اسود کی طرف ہو اور پشتِ دست اپنے چہرے کی جانب ہو اور کہے:

بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

(ترجمہ) اللہ کا نام لے کر شروع کرتا ہوں۔ سب تعریف خدا ہی کے لئے ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ رسول اللہ صلعم پر درود اور سلام

اب حجر اسود کا استلام کرے جس کا مفصل بیان فصل ماسبق میں گزر چکا وہاں دیکھنا چاہیے بعد استلام یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(ترجمہ) الٰہی تجھ پر ایمان لاکر اور بغرض پیروی سنت تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ طواف کرتا ہوں۔

اب درِ کعبہ کی طرف بڑھے۔ جب حجر مبارک کے سامنے سے گزر جائے سیدھا ہولے۔ خانہ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر لے کر چلنا شروع کردے۔ جب جانب شمال میں پہنچے تو حطیم کے اندر نہ جائے۔ بلکہ بیرون حطیم سے طواف کرتا ہوا گزر جائے۔ اس لئے کہ حطیم کی زمین کعبہ کی زمین ہے۔ طواف میں زمین کعبہ اگر ایک اونگل بھی چھوٹ گئی تو طواف ناقص رہے گا۔

بیت اللہ کے گرد گھومتا ہوا پھر حجر اسود کے پاس پہنچ جائے۔ یہ ایک پھیرا ہوا جسے عربی میں شَوط کہتے ہیں اور اس کی جمع اَشوَاط ہے۔ اس طرح سات پھیرے خانہ کعبہ کے گرداگرد کرے۔ ہر پھیرے کی ابتدا میں استلام حجر مسنون ہے۔ لیکن طواف کی نیت سو ابتدا میں

ہو چکی۔ اب کسی پھیرے میں دوبارہ نیت کی حاجت نہیں۔ مرد تین پہلے پھیروں میں رَمل کرتا ہوا چلے۔ باقی چار پھیروں میں آہستہ بے جنبش شانہ سکون و وقار کے ساتھ طواف کرے۔

رمل اور اُس کی تعریف

رمل اصطلاح شریعت میں اُس چال کو کہتے ہیں جو بہادر مجاہد جاں باز کی رفتار میدان قتال میں بوقت مبارزۂ کفار ہوتی ہے۔ دونوں شانوں کو جنبش دیتے ہوئے جلد جلد چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے چلنا رمل ہے۔

طواف کے وقت ملتزم، میزاب رحمت، مستجار، رکن عراقی، رکن یمانی یہ سب دعا کے مواقع ہیں۔ جب ان جگہوں پر پہنچے تو دعا مانگے۔ لیکن اگر کسی کو ہر مقام کی دعا یاد نہ ہو تو رکن یمانی کے بیان میں جو دعا حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے جس کا نمبر تین[1] ہے اُسے پڑھے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اگر یہ بھی دشوار ہو تو پھر تسبیح و تہلیل کہتا ہوا طواف پورا کرے۔

دعا یا تسبیح میں آواز بلند نہ کریں

دعا ہو یا صلوٰۃ و سلام۔ تسبیح و تحمید ہو یا تکبیر و تہلیل۔ ہرگز ہرگز چلا کر نہ پڑھے بس اتنی آواز سے پڑھنا کفایت کرتا ہے جو اپنے کانوں تک آواز آجائے۔ چلّا کر دعا کرنا ایک تو آداب دعا کے منافی ہے۔ پھر ایک کا بلند آواز سے پڑھنا دوسرے کے پڑھنے میں خلل پیدا کرتا ہے اگر کوئی ناواقف زور سے چلا کر پڑھتا ہو یا کوئی مطوّف کسی زائر کو بلند آواز سے دعائیں پڑھاتا جاتا ہو تو باخبر صاحب علم کو اُس کی عیب جوئی یا نکتہ چینی نہ چاہیئے۔ اس سے نفس میں عُجب پیدا ہوتا ہے یہ موقع تواضع و خاکساری کا ہے دوسروں کی طرف دھیان لگا کر اپنے لطف قدوسیت کو ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ رب البیت کی تسبیح و تحمید اور اُس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے میں ایسا محو ہو کہ اغیار سے بے خبر ہو جائے۔ طواف میں دعا مانگنے کے لئے ٹھیرنا بھی نہ چاہیئے۔ دل میں سوز و گداز لب پر تسبیح و صلاۃ اور قدم مصروف طواف رہے۔ ہاں اگر کثرت ازدحام سے ایسا موقع آجائے کہ اگر رمل کرتا ہے تو دوسروں کو تکلیف ہوگی یا خود اپنی ذات کو اذیت پہنچے گی تو اس قدر

---

[1] دیکھئے صفحہ ۸۶

توقف کرے کہ اذیت پانے اور اذیت پہنچانے کا موقع گزر جائے۔ پھر رمل شروع کردے

رمل میں قرب کعبہ بعد سے افضل ہے

رمل میں خانہ کعبہ سے جس قدر قریب ہو بہتر و افضل ہے مگر نہ ایسا اتصال و قرب کہ شاذروان یا غلاف کعبہ سے وصل ہو جائے۔ لیکن اگر قرب میں رمل کرنا ناممکن یا دشوار ہو تو پھر دوری ہی بہتر ہے۔ طواف رمل کے ساتھ خانہ کعبہ سے دور، افضل ہے اُس طواف سے جو بیت اللہ سے قریب بلا رمل ہو۔

پہلا، دوسرا اور تیسرا پھیرا رمل کے ساتھ کرنا سنت عظیمہ ہے۔ شریعت نے اس کی اہمیت کا یہاں تک اعتبار کیا ہے کہ اس کی اجازت دیدی کہ اگر موقع رمل کا نہ ملے تو ایک لحظہ ٹھیر جائے اور پھر رمل شروع کردے۔ رمل کا چھوڑنا خطا کاری ہے اور اتباع سنت کی سعادت سے محرومی۔

جب سات پھیرے ہو جائیں تو ختم طواف پر حجر اسود کو بوسہ دے یا استلام کے جو طریقے بیان کئے گئے اُن میں سے جس کا موقع پائے اُس پر عامل ہو۔ طواف کے پھیرے سات ہوئے اور حجر اسود کا استلام آٹھ مرتبہ ہوا۔

مقام ابراہیم پر نماز

طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر آئے دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ پڑھے بعد طواف ان دو رکعتوں کا پڑھنا مذہب حنفی میں واجب ہے اور نیت نماز سے پہلے اس آیۂ کریمہ کی تلاوت وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى[1] سنت ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر ملتزم پر جائے اور اُس سے لپٹ کر دعا مانگے پھر زمزم پر پہنچے اور تین سانس میں کوکھ بھر کر پانی پیئے ہر مرتبہ شروع میں بسم اللہ اور ختم پر الحمد للہ کہے۔

ہاں اگر ایسے وقت طواف ختم ہوا کہ اُس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ مثلاً طلوع صبح صادق یا دوپہر یا غروب آفتاب کا وقت بعد نماز عصر تو اس عرصہ تک ٹھیرا رہے کہ کراہت کا وقت نکل جائے جب آفتاب بلند ہو یا خط استوا سے زوال پذیر ہو یا غروب ہو جائے، اب دو رکعت پڑھکر ادائے واجب سے فارغ ہو۔

---

[1] اور مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔

مقام ابراہیم میں اگر جگہ اس نماز کے ادا کی نہ پائے تو مشعر الحرام[1] میں جہاں موقع ملے اس نماز کو پڑھے یہ طواف مسنون ہے اور اسی کا نام طواف قدوم ہے - حاضری دربار کا سلام و نیاز ہو گیا۔[2]

رہا طواف فرض جو رکن حج ہے اُس کے ادا کا افضل وقت دسویں تاریخ ہے گیارہویں اور بارہویں تک اُس میں وسعت و اجازت ہے۔ طواف فرض میں اضطباع نہیں ہے۔

قارن و مفرد طواف قدوم میں اور متمتع بعد احرام حج کسی طواف نفل میں اگر رمل کر چکے ہوں تو اس طواف فرض میں رمل کی حاجت نہیں اس کا ایک ہی مرتبہ بجالانا سنت ہے۔ لیکن اگر اُس میں رمل نہ کیا ہو تو اس طواف فرض میں رمل کرنا ہوگا۔

تیسرا طواف جسے طواف الصدر اور طواف وداع کہتے ہیں اُس میں نہ اضطباع ہے نہ رمل صرف سات پھیرے پورے کر کے مقام ابراہیم پر حاضر ہو اور دو رکعت نماز پڑھکر بیت اللہ شریف سے رخصت ہو جائے۔

طواف نفل ہو یا فرض، سنت ہو یا واجب اگر جماعت فرض نماز کی قائم ہو اور طواف کرنے والے نے اُس وقت کا فرض ادا نہیں کیا ہے تو اُسے طواف چھوڑ کر فرض نماز میں شریک ہونا چاہیئے۔ بعد ادائے فرض طواف جہاں سے چھوڑا تھا پھر شروع کر دے۔

طواف میں نمازی کے سامنے سے گزرنا

لیکن اگر یہ اپنی نماز اس جماعت قائم ہونے سے پیشتر ادا کر چکا تو پھر طواف میں مصروف رہے۔ نمازیوں کے سامنے سے طواف میں اگر گزرنا پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ یہ مسئلہ کہ نمازیوں کے سامنے سے گزرنا گناہ نہیں ہے بلکہ جائز ہے صرف حرم بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

عورت کے طواف میں دو باتوں کا استثنا

ہاں عورت طواف میں نہ رمل کرے گی نہ اضطباع۔ ان دو کے سوا جملہ امور طواف میں عورت و مرد کا ایک حکم ہے۔

(۱) وینبغی ان یضطبع قبل الشروع فی الطواف۔ (فتح القدیر)

(۱) طواف شروع کرنے سے پہلے اضطباع کر لینا چاہیئے۔ (فتح القدیر)

---

[1] مزدلفہ کے اندر جبل قزح کے پاس بنی ہوئی اب صرف اُس مسجد کا نام ہے (قرآن کریم میں اس مسجد کا ذکر آیا ہے) یہاں اس مسجد کے سوا کوئی دوسری عمارت نہیں ہے۔

[2] جہاں تک ہو سکے جلد از جلد طواف قدوم کرے۔

	عربی متن	اردو ترجمہ
اضطباع کی تعریف	(۲) والاضطباع ان یجعل ردائه تحت ابطه الایمن ویلقیه علی کتفه الایسر وهو سنة (ہدایہ)	(۲) اضطباع اسے کہتے ہیں کہ مرد اپنی چادر کا داہنا آنچل بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈالے طواف میں اضطباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے (ہدایہ)
استقبال حجر اور اُس کا طریقہ	(۳) یقف مستقبل البیت بجانب الحجر الاسود مما یلی الرکن الیمانی بحیث یصیر جمیع الحجر عن یمینه ویکون منکبه الایمن عند طرف الحجر فینوی الطواف ثم یمشی مارا الی یمینه حتی یحاذی الحجر فیقف بحیاله ویستقبله ویقول بسم اللّٰہ الخ	(۳) رو بکعبہ حجر اسود کے داہنے طرف رکن یمانی کی جانب سنگ اقدس کے قریب یوں کھڑا ہو کہ تمام پتھر اپنے سیدھے ہاتھ کو رہے پھر طواف کی نیت کرے۔ پھر اپنے داہنی سمت چلے یہاں تک کہ حجر اقدس کے مقابل ہو جائے۔ اب ٹھیر کر رخ اپنا حجر کی جانب کرے اور بسم اللّٰہ الخ۔ (رد المحتار)
طواف بیرون حطیم کرنا چاہئے	(۴) ثم اخذ عن یمینه مما یلی الباب ویجعل الطواف من وراء الحطیم فان الحطیم من البیت فلهذا یجعل الطواف من ورائه (ہدایہ)	(۴) پھر اپنے داہنے سمت در کعبہ کی طرف بڑھے اور طواف بیرون حطیم کرے بیشک حطیم بیت اللّٰہ کا ایک جزو ہے۔ اس لئے طواف اُس کے باہر کرنا چاہیئے (ہدایہ)
رمل کی تعریف	(۵) ویرمل فی الثلث الاول من الاشواط والرمل ان یهز فی مشیه الکتفین کالمبارز یتبختر بین الصفین (ہدایہ) فی الرمل اسراع مع من تقارب الخطاء دون الوثوب والعدو (فتح القدیر)	(۵) تین پہلے پھیروں میں مرد رمل کرے مونڈھے ہلاتا جلد جلد چھوٹے چھوٹے قدم رکھتا ہوا چلے جیسا کہ قوی بہادر کی رفتار میدان قتال میں بمقابلہ کفار ہوتی ہے نہ کودتا اور دوڑتا ہوا چلے (ہدایہ و فتح القدیر)

دعا آہستہ کرے

(٦) الجہر یکون فی التلبیة اما الادعیة والاذکار فبالخفیة اولیٰ وفی السراج ویجتہد فی الدعاء والسنة ان یخفی صوتہ لقولہ تعالیٰ اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً (رد المحتار)

(٦) لبیک باآواز بلند کہنا چاہیئے۔ لیکن دعا اور اذکار انھیں آہستہ کہنا بہتر ہے اور سراج میں ہے کہ دعا مانگنے میں خوب کوشش کرے اور سنت یہ ہے کہ آواز آہستہ ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے رب کو پکارو تضرع وزاری کے ساتھ دھیمی اور آہستہ آواز سے۔ (رد المحتار)

طواف ورمل میں قرب کعبہ افضل ہے

(٧) والرمل بالقرب من البیت افضل فان لم یقدر فہو بالبعد من البیت افضل من الطواف بلا رمل مع القرب منہ (فتح القدیر)

(٧) رمل میں قرب بیت اللہ افضل ہے۔ لیکن قرب میں اگر رمل ناممکن ہو تو پھر دوری افضل ہے۔ رمل کے ساتھ طواف کعبہ سے دور افضل ہے اُس طواف سے جو قرب میں بلا رمل ہو۔ (فتح القدیر)

(٨) وینبغی ان یکون قریبًا من البیت فی طوافہ اذا لم یوذ احدًا (فتح القدیر)

(٨) طواف میں بھی قرب کعبہ افضل ہے۔ بشرطیکہ اذیت کسی کو نہ پہنچے۔ (فتح القدیر)

(٩) فان زاحمہ الناس فی الرمل قام فاذا وجد مسلکا رمل (عالمگیری)

(٩) اگر آدمیوں کا ہجوم ہو تو ٹھیر جائے پھر جب رمل کا موقع ملے اور راہ پائے تو رمل شروع کردے (عالمگیری)

استلام حجر ہر طواف اور خاتمہ طواف پر

(١٠) ویستلم الحجر کلما مر ان استطاع ویختم الطواف باستلام الحجر (ہدایہ)

(١٠) حجر اسود کا استلام ہر پھیرے میں حتی الامکان کرنا ہی چاہیئے اور جب طواف کے سات پھیرے پورے ہو جائیں تو ختم طواف پر پھر استلام کرے۔ (ہدایہ)

بعد طواف مقام ابراہیم پر دو رکعت واجب

(١١) ثم یاتی المقام فیصلی عندہ رکعتین او حیث تیسر من المسجد وهی واجبة (ہدایہ)

(١١) ختم طواف پر حجر اسود کا بوسہ دے کر مقام ابراہیم پر حاضر ہو اور دو رکعتیں نماز ادا کرے یہ نماز حنفی مذہب میں واجب ہے لیکن اگر مقام ابراہیم پر ادا کرنا متعذر ہو تو مسجد الحرام میں جہاں جگہ پائے ادا کرے (ہدایہ)

(۱۲) ان المرور بين يدى المصلى
بحضرة الكعبة يجوز (ردالمحتار)

(۱۲) کعبہ میں نمازی کے سامنے سے گزرنا
جائز ہے۔ (ردالمحتار)

(۱) عن يعلى بن امية قال ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم طاف بالبيت
مضطبعا (رواه الترمذى و ابوداؤد وابن ماجه)

(۱) یعلی بن امیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے طواف اضطباع کے
ساتھ فرمایا (ترمذی وغیرہ)

(۲) عن ابن عباس ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم واصحابه
اعتمروا من الجعرانة فرملوا
بالبيت ثلاثا وجعلوا اردیتهم
تحت اباطهم ثم قذفوها
على عواتقهم اليسرى (رواه ابوداؤد)

(۲) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے جعرانہ
سے عمرہ کا احرام باندھا جب بیت اللہ
پہنچے تو تین طواف میں رمل کیا اور اپنی چادر
کو داہنے بغل سے نکال کر بائیں مونڈھے پر
ڈال لیا تھا۔ (ابوداؤد)

(۳) عن جابر بن عبد الله قال اذا
اتينا البيت معه استلم الركن
فطاف سبعا فرمل ثلاثا ومشى
اربعا ثم تقدم الى مقام ابراهيم
فقرأ واتخذوا من مقام ابراهيم
مصلى فصلى ركعتين فجعل المقام
بينه وبين البيت وفى رواية انه
قرأ فى الركعتين قل هو الله
احد وقل يا يها الكافرون
(رواه مسلم)

(۳) حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ پہنچے تو
آپ نے حجر کا استلام ادا فرمایا۔ پھر سات طواف کیے
تین رمل کے ساتھ اور چار معمولی رفتار سے
پھر مقام ابراہیم پر تشریف لائے اور آیۃ کریمہ
واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی کی
تلاوت فرمائی اور دو رکعت نماز پڑھی پہلی رکعت
میں قل یایہا الکافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ
نماز کے وقت مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ
کے بیچ میں آپ نے لیا تھا (رواہ مسلم)

واجبات و محرمات طواف

طواف میں سات باتیں واجب ہیں جن کا بجالانا ضروری ہے اگران سات میں سے کسی ایک واجب میں بھی غفلت ہوئی تو طواف نامکمل ہوا اُسے پھر کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر مکہ معظمہ سے شخص اپنے وطن آگیا اور موقع اعادہ کا جاتا رہا تو اب اُسے قربانی دینا واجب ہے۔ ترکِ واجب پر نماز میں سجدۂ سہو لازم آتا ہے اور طواف میں بلکہ مناسک حج میں ترک واجب سے قربانی لازم آتی ہے۔ ہاں شخص اگر مکہ معظمہ میں موجود ہے اور اُسے اس کا علم ہوگیا کہ مجھ سے طواف میں فلاں واجب ترک ہوا ہے، اب وُہ چاہیے کہ قربانی دے کر واجب کا کفارہ ادا کردے تو یہ ہرگز جائز نہیں بلکہ اسے طواف ہی از سرِ نو دوبارہ کرنا ہوگا قربانی اُسی وقت کفارہ ہوتی ہے جب کہ طواف کا موقع جاتا رہا ہو۔

واجبات | وہ سات واجبات یہ ہیں :

(۱) طہارت (۲) ستر عورت (۳) حرکت اپنی داہنی سمت تاکہ کعبہ بائیں ہاتھ پر پڑے (۴) پیادہ پا (۵) کھڑے ہو کر طواف کرنا (۶) حطیم کے باہر طواف کرنا۔ (۷) سات پھیرے پورے کرنا۔

واجب کا خلاف حرام ہے۔ اس لئے سات باتیں جو واجبات مذکورہ کے خلاف ہیں اُن کا ارتکاب طواف میں حرام ہے۔ بشرط وقوع و عدم اعادہ قربانی لازم و ضروری ہوگی۔ سات محرمات حسب ذیل ہیں :

محرمات (۱) بغیر وضو طواف کرنا (۲) کوئی عضو جو ستر میں داخل ہے اُس کا چہارم کھلا رہنا اُس عضو کا جس کا چھپانا واجب ہے۔ جب چہارم حصہ کھلا رہ جائے تو اس کا وہی حکم ہے جو سارے عضو کے کھلے رہنے کا ہے (۳) کعبہ کو اپنے داہنے ہاتھ پر لیکر اُلٹا طواف کرنا یہ اُس صورت میں ہوگا جب کہ استلام حجر کے بعد اپنے بائیں ہاتھ کی طرف سے چلنا شروع کرے گا۔ تو لامحالہ کعبہ اس کے داہنے ہاتھ پر پڑے گا (۴) بغیر مجبوری و معذوری سواری پر

یا کسی کی گود یا کندھے پر طواف کرنا - (۵) بلا عذر بیٹھ کر کھسکنا یا گھٹنوں کے بل چلنا (۶) حطیم کے اندر رہ کر طواف میں گزرنا (۷) سات پھیروں سے کم کرنا اگرچہ ایک ہی کم ہو (۸) بغیر وضو طواف کا کفارہ دم ہے یعنی ایک مینڈھا یا بکری۔ لیکن اگر حالت جنابت میں ناپاک بدن سے طواف کیا تو اس کا کفارہ ایک بدنہ ہے یعنی ایک اونٹ یا ایک گائے یہ جرم عظیم ہے۔ طہارت کبریٰ مفقود ہے اس لئے اس کا کفارہ بھی محدث کے کفارہ سے گراں ہے۔

یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ طواف جب کہ پیادہ پا واجب ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر کیوں طواف ادا فرمایا۔ اس کے متعلق چند روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ آپ کو تکلیف تھی پاؤں میں پچھنے لگوائے تھے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر اصحاب کرام کی بہت بڑی جماعت موجود تھی آپ نے بغرض تعلیم سواری پر طواف ادا فرمایا تاکہ استلام وغیرہ ہر شخص اچھی طرح دیکھ لے، سمجھ لے۔ فقہائے کرام نے بہت اچھی طرح اس شبہ کا ازالہ اسانید صحیحہ اور دلائل قویہ سے اپنی کتابوں میں فرمایا ہے۔ دیکھو مبسوط اور فتح القدیر وغیرہ۔

(۱) ان الطہارة فی الطواف واجبة وان طواف المحدث معتد بہ عندنا ولکن الافضل ان یعیدہ وان لم یعدہ فعلیہ دم (مبسوط)

(۱) بے شک طواف میں طہارت واجب ہے اگر کسی نے بلا وضو طواف کیا تو یہ طواف تو شمار ہوگا لیکن اس کا اعادہ بہتر ہے اگر اس نے اعادہ نہ کیا تو دم اس پر واجب ہوا (دم سے مراد بکری یا بھیڑ کی قربانی اور بدنہ سے اونٹ یا گائے) (مبسوط)

(۲) ستر العورة من واجبات الطواف اذا طاف عریانا فانہ یومر بالاعادة وان لم یعد فعلیہ دم (مبسوط) یکشف ربع العضو فاکثر یجب الدم (درمختار)

(۲) طواف میں ستر عورت واجب ہے اگر کسی نے برہنہ طواف کیا تو حاکم شریعت یا عالم شریعت اسے اعادہ کا حکم دے گا اگر اعادہ نہ کیا تو دم دینا واجب ہوا۔ یعنی قربانی چوتھائی عضو یا اس سے زیادہ کا کھلا رہنا دم واجب کرتا ہے (مبسوط و درمختار)

(۳) لو طاف بالبيت منكوسا بان استلم الحجر ثم اخذ على يسار الكعبة عليه الاعادة ما دام بمكة فان رجع الى اهله قبل الاعادة فعليه دم (مبسوط)

(۳) اگر کسی نے اُلٹا طواف کیا بایں طور کہ اسلام کے بعد اپنے طرف نہ بڑھکر بائیں طرف چلا تو جب تک مکہ میں ہے اعادہ واجب ہے لیکن اگر وطن لوٹ کر آگیا اور اعادہ نہ کر سکا تو پھر دم واجب ہے قربانی کرے۔ (مبسوط)

(۴) وان طاف راكبا او محمولا فان كان لعذر من مرض او كبر لم يلزمه شئ وان كان بغير عذر اعاده ما دام بمكة فان رجع الى اهله فعليه الدم (مبسوط)

(۴) اگر سواری پر یا کسی کے گود اور کندھے پر طواف کیا تو اگر یہ فعل کسی بیماری یا انتہائی پیری کے سبب سے تھا تو اُس پر کچھ کفارہ نہیں ورنہ اگر بغیر عذر تھا تو اُسے اعادہ کرنا چاہیئے جب تک مکہ میں ہے ہاں اگر وطن لوٹ کر آگیا تو پھر قربانی کرے۔ (مبسوط)

(۵) ولو طاف زحفا لعذر اجزأه ولا شئ عليه وبلا عذر عليه الاعادة او الدم (فتح القدير)

وان جعل لله عليه ان يطوف زحفا فعليه ان يطوف ماشيا وان طاف كذلك زحفا فعليه الاعادة ما دام بمكة وان رجع الى اهله فعليه دم (مبسوط)

(۵) اگر کسی نے معذوری کے سبب سے گھسک کر طواف کیا تو اُس پر کچھ کفارہ نہیں لیکن اگر بغیر عذر ایسا کیا تو اعادہ کرے ورنہ دم یعنی قربانی واجب ہوگی (فتح القدیر)

اگر کسی نے یہ منت مانی کہ طواف گھسک کر کرونگا تو اُسے چاہئے کہ طواف کھڑے ہو کر قدموں پر چل کر ادا کرے اگر ایسا نہیں کیا تو جب تک مکہ میں ہے اعادہ واجب ہے لیکن اگر وطن لوٹ کر آگیا تو کفارہ میں قربانی کرے (مبسوط)

(۶) واذا طاف الطواف الواجب في الحج والعمرة في جوف الحطيم قضى ما ترك منه ان كان بمكة وان كان رجع الى اهله فعليه

حج یا عمرہ کا طواف واجب حطیم میں ہو کر ادا کیا تو جب تک مکہ میں ہے اُس قدر حصہ کا جو باقی رہ گیا ہے طواف پورا کرے اور اگر گھر پلٹ آیا تو قربانی کرے پھر افضل تو یہ تھا کہ نئے سرے سے طواف کا اعادہ کرتا

دم ثم الافضل عندنا ان یعید الطواف من الاصل (مبسوط)	صرف متروک حصے کا طواف کرنا مفضول ہے۔ (مبسوط)
(۷) واتمام السبعة واجبة (رد المحتار) لو ترك الاقل من اشواط الطواف فعليه اعادة المتروك وان لم يعد فعليه دم (مبسوط)	(۷) پورے سات پھیرے کرنا واجب ہے اگر اکثر ادا ہوا اور کم پھیرا رہ گیا تو رکن ادا ہو گیا اور واجب ترک ہوا تو متروک کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نہ کر سکا تو قربانی واجب ہوئی (مبسوط۔ رد المحتار)
(۸) وان كان جنبا فعليه بدنة كذا روى عن ابن عباس لان الجنابة اغلظ من الحدث فيجب جبر نقصانها بالبدنة اظهارا للتفاوت (ہدایہ)	(۸) حالت جنابت میں طواف کیا بدنہ واجب ہوا۔ یعنی اونٹ یا گائے اس لئے کہ جنابت حدث سے زیادہ غلیظ تر ہے تو اس نقصان کا جبر بدنہ سے ہوگا تاکہ حدث و جنابت کے کفار کا فرق ظاہر ہو۔ (ہدایہ)

مکروہات طواف

اس میں کچھ شک نہیں کہ طواف ایک بہترین عبادت ہے ترمذی و نسائی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کو نماز کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ نماز کے فضائل اور اس کے برکات و انوار مسلمانوں سے مخفی نہیں پھر جو عبادت ایسی بزرگ و محترم ہو اس میں سنن و آداب کی رعایت عین سعادت ہے۔ ترک سنن سے کچھ کفارہ تو لازم نہیں آتا لیکن غلط کاری و خطا کاری ضرور ہے کوشش کی جائے کہ آداب ترک نہوں اور کسی طرح کی کراہت طواف میں آنے نہ پائے وہ دس باتیں ہیں جن سے طواف مکروہ ہو جاتا ہے تفصیل ان کی یہ ہے:

(۱) نجس و ناپاک کپڑے میں طواف کیا

(۲) بجائے دعا و تسبیح فضول باتیں بنائیں۔

(۳) کھانے کی چیز مل گئی تو کھانا شروع کر دیا

(۴) موقع پاکر خرید و فروخت میں لگ گئے اگرچہ چند ہی لمحات میں فراغت ہو جائے

(۵) دو تین پھیرے کئے اور پھر دیر تک بیٹھ رہے۔

(۶) سات پھیرے کئے اور مقام ابراہیم پر دو رکعتِ طواف نہ پڑھی تھیں کہ پھر دوسرا طواف شروع کر دیا۔

(۷) جس میں رمل تھا یا اضطباع اس میں رمل چھوڑ دیا یا اضطباع سے بے پروا ہو گئے۔

(۸) حجر اسود کا استلام نہ کیا

(۹) بجائے تسبیح و دعا شعر خوانی و غزل سرائی کی۔

(۱۰) قرآن کی آیۃ یا دعا یا درود چلا چلا کر پڑھی۔

(۱) ولو طاف للزیارۃ وفی ثوبہ نجاسۃ کان مسیئاً ولا یلزمہ شئ (مبسوط)	(۱) اگر طواف زیارت اس حال میں ادا کیا کہ کپڑا نجاست سے آلودہ تھا تو شخص خطا کار ہے اگرچہ کچھ کفارہ اس پر لازم نہیں۔ (مبسوط)
(۲-۴-۹) ویکرہ ان ینشد الشعر فی طوافہ اویتحدث اویبیع اویشتری (مبسوط)	(۲) طواف میں غزل سرائی وشعر خوانی یا فضول بات چیت یا بیچنا اور خریدنا یہ سب مکروہ ہے۔ (مبسوط)
واما کراھۃ الکلام فالمراد فضولہ الا ما یحتاج الیہ بقدر الحاجۃ (فتح القدیر)	فضول بات چیت طواف میں مکروہ ہے ورنہ جس کلام کی ضرورت آجائے تو بقدر حاجت بولنا جائز ہے۔ (فتح القدیر)
ولا باس بان یفتی فی الطواف (فتح القدیر)	طواف میں اگر عالم نے فتویٰ دیا تو مضائقہ نہیں۔ (فتح القدیر)
الشعر ان یعری عن حمد وثناء فیکرہ والا فلا (فتح القدیر)	شعر اگر حمد ونعت سے خالی ہو تو اس کا پڑھنا مکروہ ہے ورنہ نہیں (فتح القدیر)
(۳) کراھۃ الاکل فی الطواف مصحح فی اللباب وعد الشرب من المباحات (رد المحتار)	(۳) طواف میں کھانا مکروہ اور پانی پینا مباح ہے۔ (رد المحتار)

(۵) وعد من مکروهاته تفریقه
ای الفصل بین اشواطه تفریقاً
کثیراً (رد المحتار) ولو خرج منه
او من السعی الی جنازة او مکتوبة
او تجدید وضوءٍ ثم عاد بنی (در مختار)

(۵) طواف کے پھیروں میں تفرقہ کثیر مکروہ ہے۔ لیکن
اگر وضو جاتا رہے یا فرض نماز کی جماعت قائم ہو یا
جنازہ کی نماز تیار ہو تو طواف چھوڑ دے اور ان سے
فارغ ہو کر جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے شروع
کرے (رد المحتار و در مختار)

(۶) ویکرہ ان یجمع بین اسبوعین
من الطواف قبل ان یصلی
(مبسوط)

(۶) ایک طواف کے سات پھیرے کر کے قبل اس کے کہ
دو رکعت طواف ادا کرے دوسرے طواف کا پھیرا شروع
کر دینا مکروہ ہے (مبسوط)

(۷ و ۸) وترك الرمل فی طواف الحج
لا یوجب علیه شیئاً غیر انه
مسئ وکذلك ترك استلام الحجر (مبسوط)

(۷ و ۸) رمل یا استلام حجر چھوڑ دینا خطا کاری ہے
اگرچہ ان کے ترک سے کفارہ واجب
نہیں آتا۔ (مبسوط)

(۱۰) ویکره له ان یرفع صوته
بقرأة القرآن (مبسوط)
والمستحب عندنا فی الاذکار
والدعاء الخفیة (مبسوط)
والسنة ان یخفی صوته بالدعاء
کذا فی الجوهرة المنیرة

(۱۰) بلند آواز سے طواف میں قرآن پڑھنا
مکروہ ہے۔ (مبسوط)
ذکر اور دعا میں خفی آواز حنفی مذہب میں
مستحب ہے (مبسوط)
سنت یہ ہے کہ دعا آہستہ آواز سے ہو
(جوہرہ نیرہ)

باب الصفا یا باب بنو مخزوم

خانہ کعبہ کے جنوبی سمت میں مسجد الحرام کا وہ دروازہ جس سے نکل کر کوہ صفا پر جاتے ہیں
اُس کا نام باب الصفا ہے اُس زمانہ میں جب کہ مسجد الحرام صرف بقدر مطاف تھی اُس وقت اس کا

دوسرا نام باب بنو مخزوم تھا اس دروازہ سے صفا پہاڑ چوں کہ قریب ہے اس لئے باب الصفا اس کا نام ہوا۔ یہ دروازہ نہایت شان دار اور خوب صورت ہے اونتیس کنگرے اس پر بنائے گئے ہیں۔

باب الصفا جانے کی راہ رکن یمانی سے قریب ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جس راستہ سے باب الصفا تشریف لے گئے تھے اُس راہ پر ستون[1] بطور نشان بنے ہوئے ہیں۔ ان ستونوں کے بیچ سے ہو کر گزرنا موجب سعادت و برکت ہے۔ رکن یمانی سے ان ستونوں کا فاصلہ چھیالیس گز انگریزی ہے۔ دروازہ پر پہنچکر اُس دعا کی تلاوت کرنا چاہیئے جسے مسجد سے باہر آنے میں پڑھنا مسنون ہے

بِسْمِ[2] اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ وَسَهِّلْ لِيْ اَبْوَابَ رِزْقِكَ

یہ دعا پڑھکر بایاں پاؤں پہلے نکالے اور جوتے میں داہنا پاؤں پہلے داخل کرے اب صفا کی طرف روانہ ہو۔

صفا و مروہ

صفا، مروہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں کسی زمانہ میں یہ پہاڑیاں نمایاں تھیں لیکن اب زمیں میں چھپ گئی ہیں۔ صفا خانہ کعبہ سے جنوب میں واقع ہوا ہے اور شمال کعبہ کی طرف مروہ ہے۔

ان دونوں مابین صفا و مروہ بہت بڑا بازار[3] ہے جس میں ہر قسم کی چیزیں ہر وقت ملتی ہیں، اس بازار کے دو نام ہیں سوق کبیر اور سوق مسعیٰ۔

زمانہ نبوت تک ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان ایک نشیبی وادی تھی جسے اب سیلاب نے بھر کر برابر کر دیا ہے۔ اس وادی کا نام مسعیٰ ہے اس وقت نہ پہاڑی ہے نہ وادی۔ لیکن وہ عبادت

---

[1] اب یہ ستون گرا دیئے گئے ہیں اور نشانات کو دیواروں پر لگا دیا گیا ہے۔

[2] (شروع کرتا ہوں) اللہ تعالیٰ کے نام سے اور سب تعریف خدا ہی کے لئے ہے، اور رسول اللہ پر درود اور سلام، الٰہی درود بھیج ہمارے آقا محمدؐ اور اُن کی آل اور اُن کی بیبیوں پر۔ الٰہی میرے گناہ بخش دے، اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے اور اپنے رزق کے دروازے (وسائل معاش کے راستے) آسان کر دے۔

[3] اب اس بازار کو مسعیٰ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

جوان مقامات سے متعلق تھی وہ ہنوز قائم و باقی ہے اور انشاء اللہ تا قیام قیامت باقی رہے گی۔
یہاں کی عبادت یہ ہے کہ صفا پر اس قدر چڑھے کہ بیت اللہ نظر آجائے دعا مانگے اور اُتر کر مروہ کی طرف روانہ ہو جب وادی یعنی مسعیٰ کے ابتدا پر آئے تو دوڑنا شروع کرے یہاں تک کہ وادی یعنی مسعیٰ ختم ہو جائے اب دوڑنا موقوف کرے اور مروہ تک معمولی رفتار سے چل کر آئے یہاں بھی دست بدعا ہو۔ یہ ایک پھیرا ہوا اب مروہ سے صفا کو واپس جائے۔ یہ دوسرا پھیرا ہوا۔ یہاں تک کہ ساتواں پھیرا مروہ پر ختم کرے اسی کا نام سعی ہے۔ اگرچہ سعی (یعنی دوڑنا) صرف مسعیٰ میں کرتے ہیں لیکن سارے ایاب و ذہاب کا نام اُسی مناسبت سے سعی قرار پایا۔
وادی میں دوڑ کر چلنے کا حکم ہے اور اب کوئی علامت نشیب کی باقی نہیں رہی[1] اس لیئے اُس کی ابتدا اور انتہا پر ایک ایک پتھر نصب کر دیا گیا ہے جس طرح میل کا نشان پتھر گاڑ کر بنا دیتے ہیں بجنسہ ویسا ہی پتھر ایک ابتدا میں اور دوسرا انتہا پر گڑا ہوا ہے۔ ایک کا رنگ سبز ہے اور دوسرے کا زردی مائل۔ ان دونوں پتھروں کو میلین اخضرین کہتے ہیں جو فاصلہ دونوں میلوں کے مابین ہے وہی مسعیٰ[2] ہے (یعنی دوڑنے کی جگہ) مسافت مسعیٰ کی بقدر پچھتر گز انگریزی ہے۔

صفا سے مروہ تک کا فاصلہ تقریباً چار سو چورانوے (۴۹۴) گز ہے۔ صفا سے میل اول چورانوے (۹۴) گز۔ میل اول سے میل دوم پچھتر (۷۵) گز، میل دوم سے مروہ تین سو پچیس (۳۲۵) گز۔
صفا و مروہ کے سات پھیروں میں دو میل سے کچھ زیادہ مسافت طے ہو جاتی ہے۔

سعی کا طریقہ

طواف کے سات پھیرے پورے کرکے مقام ابراہیم پر دو رکعت طواف ادا کرے پھر حجر اسود کے پاس آئے اور اُسے بوسہ دے کر باب الصفا سے صفا کی جانب روانہ ہو تاکہ ادائے سعی کی سعادت حاصل ہو۔ سعی حنفی مذہب میں واجب ہے رکن حج نہیں۔

---

[1] و [2] لیکن اس کو ظاہر کرنے کے لیئے (مسعیٰ میں دونوں میل کے پتھروں کی جگہ) مسعیٰ کی دونوں دیواروں پر دو دو سبز نشانات جو کمرے کی چھت پر بھی [illegible] ب یہاں دو منزلہ عمارت ہے جو حرم پاک کا حصہ ہے، اور صفا سے مروہ تک پھیلی ہوئی ہے زیادہ ہجوم ہو تو دوسری منزل پر آسانی سے سعی ہو سکتی ہے۔ کمرہ کی لمبائی تقریباً پونے دو فرلانگ اور چوڑائی تقریباً ۷۰ فیٹ ہے) لگے ہیں، ان دونوں نشانات کے درمیان سعی کرنے والے مردوں کو دوڑنا چاہیئے، عورتوں کو نہیں۔
نوٹ: نقشہ سعی صفا و مروہ کتاب کے آخر میں ضمیمہ میں دیکھیئے۔

یہ کلیہ ہے کہ جس طواف کے بعد سعی کی جائے گی تو شروع اس طرح کریں گے کہ حجر اسود کے پاس آکر اُس کا استلام کریں گے پھر مسجد الحرام سے صفا جانے کے لئے باہر آئیں گے۔ جس طرح آغاز طواف استلام حجر سے کرتے ہیں اُسی طرح آغاز سعی بھی۔ استلام حجر سے کریں گے۔

باب الصفا سے نکل کر ذکر و درود میں مشغول صفا تک آئیں یہاں پہنچکر سیڑھیوں[1] پر اتنا چڑھیں کہ بیت اللہ شریف نظر آجائے۔ الحمدللہ کہ پہلی سیڑھی پر چڑھتے ہی کعبہ مقدس نظر آجاتا ہے۔ دوسری تیسری سیڑھی پر چڑھنا اب فعلِ عبث ہے۔ علماء اسے خلاف سنت کہتے ہیں اور بدعت قرار دیتے ہیں۔ جب مقصود حاصل ہے تو فضول ایک امر لایعنی ہے۔ جب آنکھیں دیدار کعبہ سے مشرف ہوں تو دونوں ہاتھ اس طرح اُٹھائے جیساکہ دعا میں ہاتھ اُٹھانے کا معمول ہے۔ کف دست آسماں کی طرف ہو اور پشت دست زمین کی طرف۔ ہاتھ اتنا بلند کرے کہ مونڈھے سے مقابل ہوجائے۔ پھر دیر تک تسبیح و تہلیل درود و سلام اور دعا میں مشغول رہے محل اجابت ہے اور اتباع سنت رسول ہے ہرگز ہرگز تن آسانی اور کاہلی کو راہ نہ دے کیا معلوم زندگی میں پھر یہ موقع ملتا ہے یا نہیں۔ کم از کم اتنا وقت تو صلوٰۃ و مناجات میں ضرور صرف کرے جتنا دو یا تین رکوع با ترتیل تلاوت میں صرف ہوتا ہے۔

اب یہاں سے اُترے اور ذکر و درود میں مشغول مَروہ کی طرف چلے جب مسعیٰ کی پہلی میل آئے تو دوڑنا شروع کرے۔ مگر نہ حد سے زیادہ تیز دوڑے نہ کسی کو دھکا دے اور نہ اذیت پہنچائے۔ اس کی کوشش کرے کہ دوڑنے میں دعا سے غفلت نہ ہونے پائے جب مسعیٰ کی دوسری میل پر پہنچے تو دوڑنا موقوف کرے اور معمولی رفتار سے چل کر مروہ تک آئے۔ یہاں بھی پہلے ہی سیڑھی پر قدم رکھنے سے صعود مل جاتا ہے۔ لیکن یہاں سے اب بیت اللہ شریف نظر نہیں آتا ہے۔ اس لئے کہ یہاں پر بکثرت عمارتیں بن گئی ہیں جس سے کعبہ حجاب میں آگیا ہے لیکن اگر عمارتیں حائل نہ ہوں تو پہلی سیڑھی بلکہ اُس کے نیچے کے زمین سے ہی کعبہ معظمہ نظر آجائے۔ اسی وجہ سے یہ مانع عارضی معتبر نہ ہوا اور پہلی سیڑھی کا صعود کافی

---

[1] صفا اور مروہ پر چڑھنے کے لئے اب سیڑھیاں نہیں بلکہ آسانی کی خاطر فرش کو ڈھلوان بنادیا گیا ہے۔

سمجھا گیا مروہ پر بھی اُسی طرح ذکر اور دعا میں مشغول ہوں یہ ایک پھیرا ہوا۔ اب اسی ادب و توجہ تام کے ساتھ مروہ سے صفا کو واپس ہوں مسعیٰ جب آئے تو دوڑنا شروع کریں۔ جب ختم ہو تو معمولی رفتار سے چل کر صفا پر صعود حاصل کریں اور مشغول دعا ہوں یہ دوسرا پھیرا ہوا۔ غرض سات پھیرے اسی طرح پورے کریں ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہوگا۔

اب کہ سعی سے فارغ ہوئے مسجد الحرام کو واپس آئیں اور دو رکعت نماز ادا کریں کہ مستحب و مسنون ہے۔

(۱) ثم یعود الی الحجر فیستلمہ والاصل ان کل طواف بعدہ سعی یعود الی الحجر لان الطواف کما کان یفتتح بالاستلام فکذا السعی یفتتح بہ (ہدایہ)	(۱) پھر حجر کے پاس واپس آکر اُس کا استلام کرے اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر طواف جس کے بعد سعی ہے اُس میں حجر کے پاس آکر استلام کرنا ہے جیسا کہ طواف اس سے شروع کیا جاتا ہے سعی بھی اس کے استلام سے شروع کی جاتی ہے۔ (ہدایہ)
السعی واجب ولیس برکن عندنا (سائر کتب الفقہ واللفظ للمبسوط)	سعی حنفی مذہب میں واجب ہے (جملہ کتب فقہ)
(۲) ثم یخرج من الصفا فیصعد علیہ ویستقبل البیت ویکبر ویھلل ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویرفع یدیہ ویدعو اللہ لحاجتہ (ہدایہ)	(۲) پھر باب الصفا سے نکل کر صفا آئے اس پر چڑھے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے تکبیر و تہلیل اور درود میں مشغول ہو اور ہاتھ اُٹھا کر حاجت برآری کی دعا مانگے۔ (ہدایہ)
ویطیل المقام علیہ قدر ما یقرأ سورۃ من المفصل (رد المحتار)	صفا پر اتنا قیام کرے جتنی دیر میں ایک سورہ مفصل میں سے پڑھی جا سکے۔ (رد المحتار)
ورفع یدیہ حذاء منکبیہ (رد المحتار)	دعا میں ہاتھ اتنا اُٹھائے کہ مونڈھے سے مقابل ہو جائے (رد المحتار)

من وقف على اول درجة من
درجاتها الموجودة امكنه
ان يرى البيت فلا يحتاج
الى الصعود وما يفعله بعض
اهل البدعة والجهلة
من الصعود حتى يلتصقوا
بالجدار فخلاف طريقة
اهل السنة والجماعة (رد المحتار)

صفا کی موجودہ سیڑھیوں میں سے جو
پہلی سیڑھی پر کھڑا ہوگا۔ بیت اللہ کی زیارت
اُسے ہو جائے گی۔ اس سے زیادہ صعود کی
حاجت نہیں جیسا کہ بعض اہل بدعت جاہل
چڑھتے چلے جاتے ہیں کہ دیوار سے جا کر
مل جاتے ہیں اُن کا یہ فعل طریقۂ
اہل سنت و جماعت کے
خلاف ہے (رد المحتار)

(٣) ثم ينحط نحو المروة ويمشي على
هينته فاذا بلغ بطن الوادي
يسعى بين الميلين الاخضرين
سعيا ثم يمشي على هينته حتى
ياتي المروة ويصعد عليها ويفعل
كما فعل على الصفا وهذا
شوط واحد (ہدایہ)

(٣) پھر صفا سے اُتر کر مروہ کی طرف سکون و وقار
کے ساتھ روانہ ہو۔ جب مسعیٰ میں پہنچے دوڑنا
شروع کرے۔ مسعیٰ جب طے ہو جائے تو پھر سکون
کی رفتار سے چل کر مروہ آئے اور اُس پر چڑھے
اور اُسی طرح دعا، صلوٰۃ اور ذکر میں مشغول ہو
جیسا کہ صفا پر مشغول رہا تھا یہ ایک
پھیرا ہوا (ہدایہ)

ويستحب ان يكون السعي بين الميلين
فوق الرمل دون العدو (رد المحتار)

مستحب ہے کہ میلین میں دوڑنے اندازہ لپکنے
سے زیادہ اور سرپٹ بھاگنے سے کم ہو (رد المحتار)

(٤) فيطوف سبعة اشواط يبدأ بالصفا
ويختم بالمروة ويسعى في بطن الوادي
في كل شوط (ہدایہ)

(٤) سات پھیرے کرے شروع صفا سے اور ختم مروہ پہ
کرے۔ ہر پھیرے میں جب بطن وادی یعنی مسعیٰ
میں پہنچے تو دوڑے۔ (ہدایہ)

(٥) واذا فرغ من السعي يدخل المسجد

(٥) جب سعی سے فارغ ہو تو مسجد الحرام میں حاضر ہو

ويصلي ركعتين (عالمگيري، رد المحتار)

اور دو رکعت پڑھے (عالمگیری)

(١) عن ابن عمر قال قدم النبي صلى الله عليه وسلم فطاف بالبيت سبعاً وصلى خلف المقام ركعتين و طاف بين الصفا والمروة سبعاً

(بخاري شريف)

(١) ابن عمر کہتے ہیں کہ جب کہ معظمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سات پھیرے طواف کے ادا فرمائے اور دو رکعت مقام ابراہیم پر بعد طواف آپ نے پڑھی اور سات پھیرے صفا اور مروہ کے کئے۔

(بخاری شریف)

(٢) عن جابر قال ثم رجع الى الركن فاستلمه ثم خرج من الباب الى الصفا فلما دنى من الصفا قرأ ان الصفا والمروة من شعائر الله ابدأ بما بدأ الله به فبدأ بالصفا فرقى عليه حتى راى البيت فاستقبل القبلة فوحد الله وكبره وقال لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير لا اله الا الله وحده انجز وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده ثم دعا بعد ذالك قال مثل هذا ثلاث مرة ثم نزل ومشى الى المروة حتى

(٢) جابر روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر دوگانہ طواف کے بعد نبی علیہ السلام نے حجر اسود کے پاس تشریف لاکر اسے بوسہ دیا اور دروازہ سے نکل کر صفا کی طرف روانہ ہوئے۔ جب کوہ صفا کے قریب پہنچے تو آیۃ کریمہ اِنَّ الصَّفَا الخ کی تلاوت فرماکر ارشاد فرمایا کہ جس سے میرے رب نے شروع کیا ہے میں بھی سعی اسی سے شروع کرتا ہوں۔ پھر صفا سے آپ نے ابتدا فرمائی اس پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آگیا پھر قبلہ رخ ہوکر خدا کی توحید تکبیر فرمائی اور لا اله الا الله آخر تک پڑھکر دعا فرمائی۔ تین مرتبہ اوراد مذکورہ پڑھنے کے بعد صفا سے اترے اور سکون و اطمینان کے ساتھ مروہ کو چلے جب بطن وادی کے نشیب میں پہنچے تو دوڑنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وادی ختم ہوئی اور بلندی پر قدم مبارک پہنچ گئے تو معمولی رفتار سے چلنے لگے جب مروہ پہنچے تو یہاں ویسا ہی

انصبت قدماہ فی بطن الوادی ثم سعٰی حتی اذا اصعدتا مشے حتی اتی المروۃ ففعل علی المروۃ کما فعل علی الصفا (رواہ مسلم)

عمل مبارک ہوا جیسا کہ صفا پر ہوا تھا۔ (مسلم)

(۳) روی المطلب بن ابی وداعہ قال رایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حین فرغ من سعیہ جاء حتی اذا حاذی الرکن فصلے رکعتین فی حاشیۃ المطاف ولیس بینہ وبین الطائفین احد (رواہ احمد وابن ماجہ)

(۳) مطلب بن ابی وداعہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سعی سے فارغ ہوئے تو مسجد الحرام تشریف لائے اور حجر اسود کے سامنے دو رکعتیں کنارہ مطاف کے ادا فرمائیں اور آپ کے اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی بھی حائل نہ تھا (احمد وابن ماجہ)

(۴) وعنہ قال رایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلے حذو الرکن الاسود والرجال والنساء یمرون بین یدیہ ما بینھم وبینہ سترۃ (فتح القدیر)

(۴) انہیں سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود کے مقابل نماز پڑھتے ہوئے دیکھا مرد اور عورتیں آپ کے سامنے سے آتے جاتے تھے اور آپ کے اور آنے والے جانے والوں کے درمیان کوئی چیز بطور سترہ نہ تھی (فتح القدیر)

صفا کی دعا

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ اَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ (رواہ مسلم وابن ماجہ)

(ترجمہ) نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اُسی کی بادشاہت ہے اور سب تعریف اُسی کے لئے ہے وہ حیات بخشتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اکیلا اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و نصرت عطا کی اور غزوہ خندق میں کافروں کو شکست دی (مسلم)

صفا سے اترنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ اسْتَعْمِلْنِيْ بِسُنَّةِ نَبِيِّكَ وَتَوَفَّنِيْ عَلٰى مِلَّتِهٖ وَاَعِذْنِيْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

(ترجمہ) الٰہی موافق اپنے نبی کی سنت کے مجھ سے کام لے اور اُن کے مذہب پر مجھے مار اور گمراہ کرنے والے فتنوں سے مجھے بچالے اپنے رحمت کے طفیل سے اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ مہربان۔

میلین یعنی مسعیٰ کی دعا

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ

(ترجمہ) اے رب بخشش اور رحمت فرما اور اُن لغزشوں سے جسے تو جانتا ہی درگزر فرما۔ بے شک تو بڑی عزت والا اور بڑا ہی کرم کرنے والا ہے۔

مروہ پر چڑھنے کی وہی دعا ہی جو صفا کے صعود کی دعا ہی اور مروہ سے اُترنے کی وہ دعا ہی جو صفا سے اُترنے کے وقت پڑھتے ہیں۔

واجبات و شرط سعی

یہ تو معلوم ہو چکا ہی کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب میں سعی بین الصفا والمروہ واجب ہی پھر یہ بھی ہی کہ مثل طواف اس کے بھی سات پھیرے ہیں چار پھیرے سے کم کرنا نہ کرنے کے برابر ہی سعی پیادہ پا قدموں سے چل کر ادا کی جائے۔ بلا عذر سواری پر چڑھکر ادا کرنا کفارہ میں قربانی واجب کرتا ہی۔ شرط سعی ادا کرنے کی یہ ہی کہ طواف کے بعد ادا کی جائے یہ سب چار باتیں ہوئیں (۱) اولاً نفس سعی (۲) ثانیاً چار یا چار سے زیادہ پھیرے کرنا (۳) ثالثاً پیادہ پا چل کر کرنا (۴) رابعاً طواف کے بعد کرنا۔ اگر ان چار باتوں میں

تقصیر نہیں ہوئی تو سعی کے ادا سے فارغ ہو گئے۔ لیکن اگر ان امور اربعہ میں سے کسی ایک میں بھی تقصیر ہوئی تو کفارہ لازم آئے گا۔ مثلاً

اگر کسی نے سعی ہی نہیں کی تو حج تو اس کا ادا ہو گیا اس لئے کہ یہ رکن اور فرض نہ تھا لیکن ترک واجب پر مناسک حج میں قربانی لازم آتی ہے۔ لہٰذا اُسے دم دینا ہوگا۔

یا سعی تو کی لیکن چار سے کم پھیرے کئے یا بغیر عذر سواری پر چار یا چار سے زیادہ پھیرے کئے تو ان دونوں صورتوں میں واجب ترک ہوا۔ قربانی کرنا ہوگی۔ ہاں ایک یا دو، یا تین پھیرے چھوٹ گئے تو ہر پھیرے کے عوض میں ایک صدقہ یعنی پونے دو سیر گیہوں آٹھ آنہ بھر زیادہ۔

یا بغیر طواف کئے ہوئے سعی ادا کی تو یہ سعی شمار نہ کی جائے گی اُس کے ادا کے لئے طواف شرط لازم ہے اور جب شرط نہ پائی گئی تو مشروط بھی نہ پایا جائے گا۔ اُسے پھر طواف کر کے سعی کرنا چاہیئے۔ ورنہ دم دینا ہوگا۔

سعی کے لئے طہارت واجب نہیں ہے مستحب البتہ ہے اسی لئے حائض و نفسا اور جنب کو بھی سعی کی اجازت ہے۔ قاعدہ کلیہ طہارت اور عدم طہارت کا مناسک حج میں یہ ہے کہ جو اعمال مسجد الحرام میں ادا ہوں گے اُن کے لئے طہارت واجب ہے اور جو اعمال مسجد الحرام سے خارج ادا کئے جائیں اُن کے لئے طہارت مستحب و مستحسن ہے۔

(ا) وان ترك السعي فيما بين الصفا والمروة رأساً في حج او عمرة فعليه دم (مبسوط)	(ا) اگر کسی نے حج یا عمرہ میں قطعاً سعی کی ہی نہیں تو اس پر دم واجب ہے (مبسوط)
(ب) ومن ترك السعي بين الصفا والمروة فعليه دم وحجه تام (عالمگیری)	(ب) صفا اور مروہ کی سعی کسی نے چھوڑ دی تو اُس پر دم واجب ہے اور حج اُس کا پورا ہو گیا (عالمگیری)

(۲) وکذالك لو ترك منہا اربعة اشواط فہو کترك الکل فی انه یجب علیه الدم به (مبسوط)

(۲) اگر کسی نے چار پھیرے چھوڑ دیئے تو یہ بمنزلہ کل چھوڑنے کے ہے۔ قربانی اُس پر واجب ہے (مبسوط)

(ب) وان ترك ثلاثة اشواط اطعم لکل شوط مسکینا (عالمگیری)

(ب) اگر تین پھیرے چھوٹ گئے تو ہر پھیرے کے عوض میں ایک مسکین کا کھانا یعنی پونے دو سیر گیہوں (عالمگیری)

(۳) وکذالك ان فعله راکبا فان کان لعذر فلا شئ علیه وان کان لغیر عذر فعلیه الدم فی الاکثر والصدقة فی الاقل (مبسوط)

(۳) اگر سوار ہو کر سعی کی تو اس کا سوار ہونا اگر عذر کے سبب سے تھا تو اُس پر کچھ جرمانہ نہیں اور اگر بغیر عذر تھا تو اُس پر قربانی واجب ہوئی۔ ہاں اگر تین یا دو یا ایک پھیرا سوار ہو کر کیا ہے تو صدقہ دے (مبسوط)

(۴) وشرط السعی ان یکون بعد الطواف حتی لو سعی ثم طاف اعاد السعی (عالمگیری)

(۴) سعی کی شرط یہ ہے کہ طواف کے بعد ہو۔ یہاں تک کہ اگر سعی کی اور طواف اس کے بعد کیا تو اُسے سعی کا اعادہ کرنا چاہیئے۔ (عالمگیری)

(۵) والاصل ان کل عبادة تودی لا فی المسجد من احکام المناسك فالطہارة لیس من شرطہا کالسعی والوقوف بعرفة والمزدلفة و رمی الجمار وکل عبادة فی المسجد فالطہارة شرطہا وعلی ھذا الاصل یجوز سعی الجنب والحائض (عالمگیری ورد المحتار واللفظ للاول)

(۵) مناسک حج کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر مسجد الحرام میں اُس کا ادا کرنا نہیں ہے تو پھر طہارت شرط نہیں ہے جیسے سعی اور عرفات و مزدلفہ کا وقوف اور رمی جمار اور وہ عبادت جو مسجد الحرام میں ادا کی جائے گی اُس میں طہارت شرط ہے۔ اسی کلیہ کی بنا پر سعی جنب اور حائض کی جائز ہے۔ (عالمگیری ورد المحتار)

سنن و مستحبات سعی

سعی اگرچہ واجب ہی رکن حج نہیں لیکن یہ بھی ایک اہم عبادت ہی قرآن کریم نے صفا و مروہ کو شعائر اللہ فرماتے ہوئے سعی کی رغبت دلائی ہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اسے ترک نہیں فرمایا اور صحابہ کرام کو مخاطب فرما کر سعی کا حکم نہایت دل گیر و دل پزیر خطاب سے صادر فرمایا ہی۔ اسے بھی اُنہیں آداب کے ساتھ جو شارع علیہ السلام سے منقول ہیں اوا کرنا موجب اجر اور مقبولیت حج کی دلیل ہی۔

(۱) با وضو جامہ پاک اور جسم پاک کے ساتھ ادا کرنا مستحب و مسنون ہی۔

(۲) شروع صفا سے کرے اور ختم مروہ پر۔

(۳) میلین کے درمیان دوڑے اور اُن کے ماسوا میں معمولی رفتار

(۴) صعود اتنا ہو کہ بیت اللہ نظر آجائے۔

(۵) سات پھیرے پورے کرے۔

(۶) سعی کے پھیروں کا تسلسل قائم رکھے۔

(۷) ادھر اُدھر دیکھتا ہوا پریشان نظر سعی نہ کرے۔

ان امور کا حوالہ کچھ تو طریقہ سعی کے بیان میں گزر چکا اور بعض مکروہات کے ذیل میں معلوم ہو جائے گا۔ یہاں بغرض مزید توضیح و تنبیہ مستحبات و سنن کو علٰحدہ لکھ دیا گیا ہی۔

مکروہات سعی

سعی میں چند مکروہات تو وہی ہیں جو مکروہات طواف ہیں مثلاً فضول کلام خرید و فروخت بے وجہ پھیروں میں تاخیر شعر خوانی و غزل سرائی۔ ہاں طواف میں کھانا مکروہ ہی اور سعی میں بھوک کے وقت جائز۔ ماسوا ان مکروہات کے چھ باتیں اور ہیں جن کی تفصیل ذیل میں ہی۔

(۱) صفا و مروہ پر نہ چڑھنا (۲) قدر مسنون سے زیادہ چڑھنا (۳) بالعکس سعی کرنا یعنی شروع مروہ سے اور ختم صفا پر (۴) ایک دو پھیرے چھوڑ دینا (۵) مسعیٰ یعنی میلین میں نہ دوڑنا (۶) میلین کے ماورا مسافت میں دوڑنا۔ عورت مسعیٰ میں نہ دوڑے گی صفا سے مروہ تک معمولی رفتار سے جانا اس کے لئے سنت ہے۔

(۱) ویکرہ ترك الصعود علی الصفا والمروة والصعود بقدر ما یصیر البیت بمرأی العین منهم فهو سنة متبعة یکرہ ترکها (مبسوط)

(۱) صفا اور مروہ پر نہ چڑھنا مکروہ ہے۔ صعود اتنا کہ بیت اللہ نگاہوں کے سامنے ہو جائے ایک ایسی سنت ہے جس کا اتباع کرنا ہی چاہیئے مقدار مسنون سے کم چڑھنا بھی مکروہ ہے (مبسوط)

(۲) واذا سعی معکوسا بان بدأ بالمروة فمن اصحابنا من قال یعتد به ولکن یکرہ والصحیح انه لا یعتد بالشوط الاول (عالمگیری)

(۲) اگر الٹی سعی کی بایں طور کہ مروہ سے شروع کیا بعض کہتے ہیں کہ شمار تو اسے کریں گے لیکن مکروہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ پہلا پھیرا شمار نہ کیا جائے گا (عالمگیری)

(ب) وان بدأ بالمروة وختم بالصفا حتی فرغ اعاد شوطا واحداً (مبسوط)

(ب) اگر مروہ سے شروع کیا اور ختم صفا پر کیا یہاں تک کہ سعی سے فراغت ہو گئی تو ایک پھیرا اور کرنا ہو گا (مبسوط)

(۳) وعد من مکروهات السعی تفریقه (رد المحتار)

(۳) سعی کے کچھ پھیرے کئے اور ٹھیر گئے پھر پھیرا شروع کیا یہ مکروہ ہے (رد المحتار)

(۴) السعی فی بطن الوادی والمشی فیما سوی ذالك ادب او سنة فترکه لا یوجب الا الاساءة (مبسوط)

(۴) بطن وادی یعنی مسعیٰ میں دوڑنا اور اس کے ماسوا میں معمولی رفتار سے چلنا ادب یا سنت ہے اس کے ترک پر کفارہ نہیں مگر خطاکاری ہے (مبسوط)

منیٰ

مکہ معظمہ سے مشرق کی جانب مائل بجنوب[1] ایک وسیع میدان ہے طول اس کا دو میل ہے اور عرض تقریباً ایک میل اب اس میدان میں بکثرت مکانات بن گئے ہیں۔ عہد رسالت میں بالکل صاف میدان تھا صحابہ کرام نے یہ درخواست پیش کی تھی کہ اگر حکم ہو تو ایک مکان منیٰ میں حضور کے راحت کے لئے تیار کر دیا جائے۔ لیکن آپ نے انکار فرما دیا تھا۔

مسجد خیف جس کی فضیلت متعدد احادیث میں وارد ہے اسی میدان میں ہے۔ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مسجد میں نماز ادا فرمائی تھی اب بیچ صحن میں جہاں آپ کا مصلّٰی تھا۔ ایک بڑا قبہ بنا دیا گیا ہے[2]۔ اس مسجد میں بہت اچھی وسعت ہے مسجد الحرام سے تقریباً نصف ہے۔

آٹھویں تاریخ صبح کی نماز پڑھکر منیٰ میں آنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے حتی الامکان یہ سنت قضا نہ ہونا چاہیئے۔ یہاں پہنچکر آٹھویں تاریخ میں کوئی عبادت حج کی ادا نہیں کی جاتی ہے۔ صرف پہنچنا اور یوم عرفہ یعنی نویں کی صبح تک تا طلوع آفتاب ٹھیرنا بس یہی عبادت ہے۔ آٹھویں تاریخ جسے یوم الترویہ کہتے ہیں منیٰ میں گزاریں۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشا یہاں[3] پڑھیں۔ یوم عرفہ یعنی نویں تاریخ کو صبح کی نماز پڑھکر بعد طلوع آفتاب میدان عرفات کو روانہ ہوں۔

اب دسویں تاریخ یہاں پھر آئیں گے اُس وقت یہاں کے قیام میں چند مناسک ادا کئے جائیں گے۔ سب سے پہلے جمرۂ عقبہ پر جائیں گے اور سات کنکریاں اُس پر پھینک کر واپس آئیں گے قربانی دیں گے، حلق کریں گے اور مکہ معظمہ جاکر طواف زیارت جو فرض اور رکن حج ہے اُسے ادا کریں گے۔ پھر واپس منیٰ آئیں گے۔ شب یہاں بسر کریں گے۔ گیارہ تاریخ بعد زوال جمرات پر جائیں گے اور رمی جمار کر کے پھر منیٰ واپس آئیں گے۔ بارہ کو بعد زوال

---

[1] دو پہاڑوں کے درمیان ہے، حدودِ حرم میں داخل ہے۔ حج کے ایّام میں گاڑیوں کی بھیڑ بھاڑ سے بچنے، منیٰ تک پیادہ پا کے لیۓ سعودی حکومت حکومت نے اب پہاڑ کے نیچے سُرنگ بنادی ہے جس سے یہ فاصلہ سات کی بجائے چار کلو میٹر رہ جاتا ہے۔ [2] جسے سعودی حکومت نے ۱۹۷۵ء/۱۳۹۵ھ میں شہید کرا دیا ہے۔ (رہبرِ حجّاج، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۱ھ، ص ۵۲) [3] مسجدِ خیف میں ادا کریں، جو منیٰ کی بڑی مسجد ہے۔

پھر اس نسک کو ادا کریں گے۔ اب اختیار ہے چاہے مکہ معظمہ جائیں یا ایک روز اور ٹھیر کر تیرہ کو بھی بعد زوال رمی جمار کر کے مکہ معظمہ پہنچیں۔ منیٰ سے متعلق اسی قدر احکام ہیں۔ اس اجمالی بیان کے بعد تفصیل منی کے عبادات کی یہ ہے۔ سب سے پہلے یوم الترویہ یعنی آٹھویں تاریخ کے مسائل لکھے جاتے ہیں ایام نحر کے مسائل اُس وقت لکھے جائیں گے جب کہ عرفات اور مزدلفہ سے واپسی ہو گی تاکہ جس روز کے احکام کا مطالعہ منظور ہو اُسے اُس روز کی فصل میں دیکھ لیا جائے۔

یوم الترویہ

مکہ معظمہ میں ساتویں تاریخ ذی الحجہ کو امام بعد نماز ظہر ایک خطبہ پڑھے گا۔ جس میں منیٰ عرفات، مزدلفہ، رمی جمار اور طواف فرض وغیرہ کے احکام و مسائل کا بیان ہو گا۔ اُس میں حاضر ہونا چاہیئے اور اُسے سننا چاہیئے اگرچہ آواز نہ آئے، اگرچہ عربی نہ جاننے کے باعث فہم معانی سے قاصر ہو۔ ایسی عظیم الشان علمی مجلس میں ایسے مقدس مقام مبارک وقت میں شریک ہونا ہی کیا کم سعادت ہے۔ ہزاروں اللہ کے مقبول بندے اس مجمع میں ہوں گے اُن کے ذیل میں آجانا لا یشقے جلیسھم[1] کی بشارت سے فیض یاب ہونا ہے۔

آٹھویں تاریخ جسے یوم الترویہ[2] کہتے ہیں بعد نماز صبح جب کہ آفتاب طلوع ہو جائے مفرد، قارن، متمتع سب کے سب منیٰ کی طرف روانہ ہوں۔ لبیک ثنا و صلوٰۃ اور دعا کی راستہ میں کثرت کریں۔

منیٰ پہنچکر مسجد خیف سے قریب ٹھیرے کہ یہ مستحب ہے لیکن اگر قرب مسجد میں جگہ نہ ملے تو پھر جہاں کہیں منیٰ میں جگہ ملے ٹھیر جائے۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشا آٹھویں تاریخ منیٰ ہی میں پڑھے۔ رات نویں کی اسی میدان میں گزارے۔ اگر ساری رات ذکر و تلاوت قرآن پاک میں بسر کر دی جائے تو بہت ہی مبارک ہے۔ لیکن قصور ہمت یا عدم استطاعت کی صورت میں

---

[1] اُن کی صحبت میں بیٹھنے والا بدنصیب نہیں رہتا۔ (بخاری و مسلم)

[2] یوم ترویہ جس کو "یوم زینت" اور "یوم منیٰ" بھی کہتے ہیں۔

عشا با جماعت پڑھکر وضو کرے اور سو رہے صبح کی نماز با جماعت پڑھے۔ انشاء اللہ اجر جزیل پائے گا۔ عرفہ کے روز یعنی نویں کی صبح کو نماز فجر[1] با جماعت منیٰ ہی میں پڑھے۔ جب آفتاب طلوع ہو جائے اُس وقت عرفات کی طرف روانہ ہو۔

آٹھویں کو منیٰ میں حاضر ہو کر ظہر پڑھنا اور نویں کو بعد طلوع آفتاب وہاں سے روانہ ہونا سنت عظیمہ ہے اسے ترک کرنا گوناگوں برکات سے محروم رہنا ہے۔ کوشش کرے کہ اپنا قافلہ منیٰ میں اقامت گزیں ہو۔

آج کل یہ طریقہ بعضوں نے جاری کر رکھا ہے کہ منیٰ میں قیام نہیں کرتے ہیں بخط مستقیم عرفات میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ خلاف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آٹھویں کو منیٰ جانا شریعت کے نزدیک اس قدر اہم ہے کہ اگر آٹھ تاریخ جمعہ کا دن ہو جب بھی مکہ معظمہ میں ادائے جمعہ کے لئے نہ ٹھیرے آج کے دن جمعہ واجب نہیں ہے بلکہ اس میں ثواب وا جر ہے کہ منیٰ پہنچے اور ظہر کی نماز با جماعت وہاں ادا کرے۔

لیکن اگر کسی نے آٹھویں تاریخ ظہر یا جمعہ مکہ مکرمہ میں پڑھا اور اب منیٰ کی طرف روانہ ہوا تو اس میں کچھ گناہ نہیں، ہاں آٹھویں تاریخ مکہ ہی میں رہا اور نویں کی شب بھی وہیں بسر کی صبح کی نماز پڑھکر نویں کو منیٰ سے گزرتا ہوا میدان عرفات میں پہنچا تو اس سے حج میں تو کسی طرح کا نقصان نہیں آتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا ترک ہوئی اس لئے وہ خطا کار ہے۔

(۱) خطب الامام سابع ذی الحجۃ بعد الزوال بعد صلاۃ الظھر خطبۃ واحدۃ بلا جلسۃ فی وسطھا و علم فیھا المناسک التی یحتاج الیھا یوم عرفۃ والخروج	(۱) ساتویں تاریخ بعد زوال نماز ظہر پڑھکر امام ایک خطبہ پڑھے گا۔ بیچ میں خطبہ کے جلسہ نہ کرے گا جیسا کہ جمعہ میں ہوتا ہے اس لئے کہ اُسے دوسرا خطبہ پڑھنا نہیں ہے۔ اس میں وہ تمام مسائل ہونگے جن کی حاجت

[1] ۹ ذوی الحجہ کی فجر کی نماز سے تکبیر تشریق بھی شروع کرے، جو تلبیہ سے قبل پڑھی جائے گی اور ۱۳ کی عصر کی نماز تک (ہر فرض نماز کے بعد) جاری رہے گی۔

الیٰ منیٰ او جمیع ما یحتاج
الیہ الحاج (رد المحتار)

حج کرنے والوں کو ہے مثلاً منیٰ کی روانگی عرفات کا
وقوف وغیرہ (رد المحتار)

(۲) ثم یروح الیٰ منیٰ یوم الترویة
بعد صلوٰة الفجر وطلوع الشمس
(عالمگیری)

(۲) آٹھویں تاریخ بعد طلوع آفتاب کہ مکہ معظمہ سے منیٰ کی
طرف روانہ ہوگا۔
(عالمگیری)

(۳) ویلبّی عند الخروج الیٰ منیٰ
ویدعو بما شاء (فتح القدیر)

(۳) لبیک پکارتے ہوئے دعائیں مانگتے ہوئے منیٰ
کی طرف بڑھے۔ (فتح القدیر)

(۴) ویستحب ان ینزل عند مسجد الخیف
(فتح القدیر)

(۴) مسجد خیف کے پاس ٹھہرنا مستحب ہے
(فتح القدیر)

(۵) ویستحب ان یصلی الظہر یوم الترویة
بمنیٰ ویقیم بہا الیٰ صبیحة عرفة و
یصلی الفجر بہا لوقتہا المختار
واذا طلعت الشمس یوم عرفة
خرج الیٰ عرفات (رد المحتار)

(۵) مستحب یہ ہے کہ منیٰ ایسے وقت پہنچے کہ نماز ظہر
وہاں پہنچکر ادا کرے عرفہ کی صبح تک وہیں مقیم رہے
نویں کی صبح کو فجر کی نماز وقت مختار پر پڑھے
عرفہ کے روز جب آفتاب طلوع ہو جائے
میدان عرفات کو روانہ ہو۔ (رد المحتار)

(۶) واما ما یفعلہ الناس فی
ہذا الزمان من دخولہم ارض
عرفات فی الیوم الثامن فخطاء
مخالف للسنة ویفوت ہم بسببہ
سنن کثیرة منہا الصلوٰة بمنی
والمبیت بہا الخ
(رد المحتار)

(۶) اس زمانے میں بعض لوگ آٹھویں تاریخ عرفات
پہنچ جاتے ہیں اور منیٰ میں اس دن کا قیام
چھوڑ دیتے ہیں یہ فعل مخالف سنت نبی علیہ السلام
ہے۔ ایسا کرنے سے بہت سی سنتیں ان سے فوت
ہو جاتی ہیں۔ مثلاً منیٰ کی نمازیں وہاں کی شب
گزاری وغیرہ
(رد المحتار)

(۷) ولو وافق يوم التروية يوم الجمعة له ان يخرج الى منٰى قبل الزوال لعدم وجوب الجمعة عليه فى ذالك الوقت (عالمگیری)

(۷) اگر ایسا اتفاق ہو کہ آٹھویں جمعہ کے روز ہو تو بھی قبل زوال اُسے منٰی روانہ ہو جانا چاہیئے۔ آج ایسے وقت میں جمعہ واجب نہیں ہے۔ (عالمگیری)

(۸) ولو صلى الظهر يوم التروية بمكة ثم خرج منها وبات بمنٰى لا باس به (عالمگیری)

(۸) اگر آٹھویں تاریخ ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی اور اب منٰی روانہ ہوا۔ شب وہاں بسر کی تو اس میں مضائقہ نہیں (عالمگیری)

(۹) ولو بات بمكة وصلى بها الفجر يوم عرفة ثم توجه الى عرفات و مر بمنٰى اجزاه ولكن اساء بترك الاقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم (عالمگیری)

(۹) نویں کی شب کو مکہ ہی میں بسر کی اور عرفہ کے روز صبح کی نماز پڑھکر عرفات کو روانہ ہوا اور منٰی سے گزر کرتا گیا تو ایسا کرنا جائز ہے لیکن خطاکاری ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت مبارکہ کی اتباع ترک ہوئی (عالمگیری)

(۱) عن جابر قال فلما كان يوم التروية توجهوا الى منٰى فاهلوا بالحج وركب النبى صلى الله عليه وسلم فصلى بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ثم مكث قليلا حتى طلعت الشمس (رواه مسلم)

(۱) حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب آٹھویں ذی الحجہ کی ہوئی تو جن اصحاب نے بعد عمرہ احرام کھول دیا تھا آج انہوں نے بھی حج کا احرام باندھا اور سب کے سب ہمرکابی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منٰی روانہ ہوئے۔ منٰی پہنچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر عصر مغرب عشا اور فجر نویں کی منٰی ہی میں پڑھی۔ پھر اتنا اور ٹھیرے کہ آفتاب طلوع ہو گیا۔ (مسلم)

(۲) عن ابن عمر انه عليه السلام صلى الفجر يوم التروية بمكة فلما

(۲) ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر آٹھویں تاریخ کو مکہ معظمہ ہی میں ادا فرمائی اور

طلعت الشمس راح الیٰ منیٰ (فتح القدیر) بعد طلوع آفتاب منیٰ کی طرف روانہ ہوئے (فتح القدیر)

منیٰ کی دعا

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰٓی اَوْلِیَآئِكَ

(ترجمہ) الٰہی یہ منیٰ ہی تو مجھ پر وہ احسان کر جو تو نے اپنے دوستوں پر کئے ہیں۔

(یہ دعا اس وقت پڑھے جب کہ منیٰ نظر آئے)

مزدلفہ (نویں تاریخ)

منیٰ سے شرقی جانب تین میل کے فاصلہ پر یہ کشادہ میدان واقع ہی نویں کی صبح کو جب منیٰ سے[1] عرفات کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو راستہ میں یہ میدان[2] ملتا ہی آج کے دن عرفات کو جاتے ہوئے یہاں ٹھیرنا نہ چاہیئے۔ جب مزدلفہ تھوڑا سا باقی رہ جاتا ہی اور میدان عرفات بہت قریب آجاتا ہی تو ایک میدان ملتا ہی جس کا نام عُرَنہ ہی (بضم عین و فتح را و نون) اس جگہ قیام کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہی۔ آج نویں تاریخ اگر کوئی وادی عُرَنہ میں ٹھیرا تو اس کا حج باطل ہو جائے گا۔ سار بان بھی اس کا لحاظ رکھتے ہیں جب اہل قافلہ کا اونٹ یہاں پہنچتا ہی تو اس وادی میں اونٹوں کو تیز کر دیتے ہیں[3]

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ جاہلیت میں قریش اور وہ قبائل عرب جو قریش کے پیرو ہوتے نویں ذی الحجہ کو مزدلفہ میں اقامت کرتے اور دیگر قبائل عرب میدان عرفات میں ٹھیرتے تھے۔ قریش مزدلفہ کی اقامت کو اپنے اور اپنے متبعین کا ایک امتیازی شرف جانتے تھے۔ شارع علیہ السلام نے اُن کے اس جاہلانہ افتخار کی لغویت یوں ثابت کی کہ نویں تاریخ بجز میدان عرفات اور کسی جگہ کا بھی قیام جائز نہ رکھا۔

احادیث میں مزدلفہ کے تین نام آئے ہیں۔ مشعر الحرام، مزدلفہ اور جمع۔ عبد اللہ ابن

---

[1] منیٰ سے مُزْدَلِفَہ اور مُزْدَلِفَہ سے عرفات کا راستہ خصوصاً مکہ سے عرفات تک حاجیوں کے تمام راستہ کا نقشہ کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ [2] مسجد نمرہ کے مغرب یعنی کعبۂ معظمہ کی طرف۔ [3] اِس وادی سے ممکنہ تیزی سے گزر جانا ضروری ہے۔

نوٹ:۔ وادیٔ عُرَنہ کے لئے میدانِ عرفات کا نقشہ دیکھیں جو ضمیمہ میں دیا گیا ہے۔

مسعود سے جو روایت بخاری و مسلم میں مروی ہے اُس میں اس کا نام جمع ہے جابر سے جو روایت مسلم شریف میں ہے اُس میں مشعر الحرام اس کا نام ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ اور اسامہ بن زید سے جو روایت بخاری و مسلم میں ہے اس میں اس کا نام مزدلفہ ہے۔ قرآن کریم نے اسے مشعر الحرام کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔

عن جابر قال فسار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولا تشك قریش الا انہ واقف عند المشعر الحرام کما کانت قریش تصنع فی الجاھلیۃ فاجاز رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتی اتی عرفۃ (مسلم)

جابر کہتے ہیں کہ منیٰ میں جب نویں کو آفتاب طلوع ہوا تو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ قریش یقین رکھتے تھے کہ آپ مشعر الحرام یعنی مزدلفہ میں قیام فرمائیں گے جیسا کہ قریش عہد جاہلیت میں کیا کرتے تھے لیکن آپ مزدلفہ سے گزر فرما گئے یہاں تک کہ عرفہ پہنچے۔ (مسلم)

میدان مزدلفہ میں آج بعد مغرب عرفات سے فارغ ہو کر پھر آئیں گے اور شب اسی جگہ بسر کریں گے اُس وقت سے متعلق مسائل ہم بھی بعد ذکر عرفات بیان کریں گے۔

عرفات اور وہاں کی عبادت

مزدلفہ سے جانب مشرق تین میل کی مسافت پر ایک نہایت ہی وسیع میدان[1] ہے ہر چہار سمت اس کے بکثرت پہاڑیاں ہیں جبل[2] رحمت تقریباً اس میدان کے وسط میں واقع ہے۔ امیر الحاج بعد خطبہ اور نماز اسی کے قریب کھڑا ہوتا ہے اسی کا نام وقوف عرفات ہے۔

نویں تاریخ اس میدان میں آکر ٹھیرنا حج کا پہلا رکن ہے اور من وجہ بہت ہی اہم رکن ہے۔ اس لئے کہ حج کا دوسرا رکن طواف الزیارت ہے رکن ہونے کی حیثیت سے تو دونوں برابر ہیں۔ لیکن طواف زیارت میں تین دن کی وسعت ہے دسویں کو افضل اور گیارھویں

---

[1] اِس میدان کی حدود متعین ہیں، جس کے چاروں طرف اب نشانات قائم ہیں تاکہ وقوف، عرفات سے باہر نہ ہو۔

[2] اِس پہاڑی پر ایک سفید ستون ہے، جہاں حضرت آدم علیہ السلام کئی سال سربسجود رہے پیغمبرِ اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سنہ ۱۰ھ میں حج کا خطبہ یہیں دیا تھا۔

بارہویں کو مرخص۔ اگر ان تین دنوں میں بھی طواف نہ کیا تو تاخیر کے جرم میں قربانی دے اور طواف ادا کرے اس کا وقت فوت نہیں ہوا ہے۔ حج اب بھی ادا ہو جائے گا۔ لیکن عرفات میں اگر نویں کو نہ ٹھیرا اور دسویں کی صبح طلوع کر گئی تو حج فوت ہو گیا۔ اب سال آئندہ پھر احرام باندھے سفر کرے اور حج کے فرض سے سبک دوش ہو۔

(۱) عرفات[1] پہنچکر ہر طرح کی ضروریات سے فراغت حاصل کرے تاکہ بھوک، پیاس یا اور حوائج انسانی کا تقاضا اوقات عبادت میں خلل انداز نہ ہو دوپہر سے قبل غسل کرے۔ اس لئے کہ بعد زوال معاً امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ اس کی حاضری اگرچہ فرض نہیں لیکن ضروری ہے۔ اگر غسل کسی وجہ سے متعذر ہو تو وضو پر اکتفا کرے۔ اب قیام گاہ سے نمرہ[2] کو روانہ ہو۔ یہاں امام مثل جمعہ کے دو خطبے پڑھے گا۔ انھیں سنئے بعد خطبہ تکبیر فریضہ ظہر کی ہوگی اور امام نماز کے لئے کھڑا ہوگا۔ اس کے ساتھ ظہر ادا کرے۔ فرض کا سلام پھیرتے ہی معاً دوسری تکبیر عصر کی ہوگی۔ امام نماز عصر پڑھائے گا۔ فوراً کھڑے ہو کر شریک نماز عصر ہونا چاہیئے۔ ان دونوں فرضوں کے بیچ میں اوراد و وظائف تو کیا دو رکعت ظہر کی سنت بھی نہ پڑھیں گے۔ آج ظہر و عصر کا فرض بلافصل ادا کرینگے اس اعلان کے لئے کہ اب نماز عصر ہوتی ہے دونوں نمازوں کے بیچ میں صرف تکبیر ہوگی۔

ظہر و عصر جمع کرنے کی اجازت آج چند شرائط کے ساتھ ہے نویں ذی الحجہ ہو مقام عرفات ہو، نماز جماعت کے ساتھ ہو۔ جماعت کا امام امیر المومنین یا اس کا نائب ہو اگر کسی نے امام کے ساتھ نہیں پڑھی تنہا پڑھی یا اپنی جماعت علیحدہ قائم کی تو اس کے لئے جمع کرنا ہرگز جائز نہیں۔ آج عصر کی نماز قبل از وقت پڑھنا اسی وقت جائز ہے جب کہ جمع کی ساری شرطیں پائی جائیں۔

(۲) بعد نماز امام موقف کو روانہ ہوگا۔ یہ جگہ جبل رحمت کے قریب ہے۔ سیاہ پتھر کا فرش

---

[1] عرفات میں ایک مقام ہے۔ [2] یعنی مسجد نمرہ میں، جسے مسجد ابراہیم بھی کہتے ہیں، میدان عرفات کے بالکل کنارے پر واقع ہے۔
نوٹ:۔ تمام مکہ مکرمہ، منیٰ، مزدلفہ یہ سب حرم کی حدود کے اندر ہیں۔ البتہ عرفات داخل حرم نہیں۔

جہاں بچھا ہوا ہے[1] وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مصلیٰ ہے۔ امام اسی مقام پر آ کر ٹھیرے گا۔ امام سے حتی الامکان قریب جگہ ملنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر قرب میں اپنی تکلیف یا غیر کی اذیت دیکھے تو امام کے پیچھے کھڑا ہو تاکہ رخ قبلہ کی طرف رہے اگر یہ میسر نہ ہو تو پھر امام کے داہنی طرف ورنہ بائیں جانب۔ اگر ان سمتوں میں سے کوئی بھی سمت کھڑے ہونے کو نہ ملے تو سارا میدان عرفات کا موقف ہے۔ اس نیت و عزم کے ساتھ کہ میں بھی اسی جماعت میں شریک ہوں۔ جہاں جگہ پائے کھڑا ہو۔

(۳) اس وقت سے تا غروب آفتاب تسبیح، تحمید، تہلیل اور تکبیر یعنی سُبْحَانَ اللہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَر۔ کی کثرت کرے۔ درود شریف پڑھے کلام مجید کی تلاوت کرے اُس جلیل وجبار کی قدرت قاہرہ کو یاد کر کے لرزاں و ترساں ہو۔ اُس کی رحمت و مغفرت سے نجات و آمرزش کی اُمید دل میں لائے لبیک کی بار بار کثرت کرے، اپنے لئے، مسلمانوں کے لئے امۃ محمدی کے لئے دعائیں مانگے۔ کوشش کرے کہ دعا دل سے نکلے خشوع و خضوع تضرع و الحاح میں مبالغہ کرے اگر آنکھوں سے آنسو جاری ہوں تو اسے دلیل مقبولیت سمجھے۔

کچھ دیر تلاوت کلام مجید یا تسبیح و تحمید میں مشغول ہو پھر درود شریف پڑھے۔ اب ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگے۔ پھر ہاتھوں کو چھوڑ دے اور تلاوت و تسبیح میں مشغول ہو جائے پھر دست بدعا ہو۔ غرض تا غروب آفتاب اسی طرح مناجات میں وقت گزر جائے۔

(۴) مطوف ڈراتے ہیں کہ آدمیوں کا ہجوم ہے۔ سواری کے جانوروں کی کثرت ہے۔ جاؤ گے مصیبت میں[2] پڑ جاؤ گے۔ اُن کی ہرگز نہ سُنئے آج موقف کی حاضری چھوڑنا بڑی محرومی ہے۔ ہزاروں کے حج آج قبول کئے جائیں گے، ہزاروں کی خطائیں آج معاف کی جائیں گی۔ مقبولوں کے طفیل میں ہزاروں کی مقبولیت ہو گی۔ پھر ایسی رحمت کا موقع چھوڑ دینا دلیل نادانی ہے۔ ہاں بیمار، ضعیف اور عورتوں کے لئے اپنی فرودگاہ

---

[1] (رسول اللہ کے وقوف کی جگہ)، اس کو موقفِ اعظم کہتے ہیں۔
[2] اب کوئی ایسی دِقت پیش نہیں آتی۔

مصروف دعا اور ذکر رہنا مناسب ہے۔ لیکن وہ بھی یہی خیال رکھیں کہ اسی مجمع میں اس وقت ہم حاضر ہیں جو رحمت و مغفرت کہ وہاں نازل ہورہی ہے وہ ہم بھکاریوں تک بھی انشاء اللہ ضرور پہنچے گی۔ معذوری و مجبوری نے جسمانی شرکت سے محروم رکھا ہے لیکن دل اور مشغولی سے ان کی معیت ہے۔

(۵) دنیا کی باتیں اور تن پروری و تن آسانی سے احتراز کلی کرے بعض ناآشنا چائے و قہوہ کا جرعہ لیتے ہیں، کوئی حقہ و سگار سے اپنی غفلت کا اظہار کرتا ہے، کوئی ہنسی و قہقہہ میں وقت عزیز برباد کرتا ہے یہ سب نادانی و بے علمی کی باتیں ہیں اس ساعت میں دعا و ذکر کا اس قدر اہتمام ہے کہ نماز ظہر و عصر کی بہ یک وقت ادا کی گئی تاکہ نماز کا بھی خیال آکر یکسوئی میں فرق پیدا نہ کرے اور ایک وسیع فرصت اپنے رب سے مناجات کے لئے مل جائے۔ پھر کس قدر تاسف و تحسر کا مقام ہے جو ہم اسی وقت کی قدر نہ کریں اور چائے نوشی و حقہ کشی میں وقت ضائع کردیں زندگی باقی ہے تو اس کے بہت مواقع ملیں گے۔ آج کے چند گھنٹے تو عجز و نیاز، گریہ و زاری کے لئے مخصوص ہیں۔ اسی طرح غروب سے قبل روانہ ہوجانا بڑی محرومی ہے۔ خوب سمجھ لو کہ آج خاص رحمت الٰہی نازل ہونے والی ہے نماز کے بعد سے تا غروب آفتاب اس کا وقت ہے کیا معلوم کس وقت نازل ہو اگر تمھاری روانگی کے بعد نازل ہوئی تو کیسی محرومی ہے متعدد احادیث میں گوناگوں فضیلت آج کے دن کی مروی ہے۔

۱۔ طلحہ بن عبیداللہ سے امام مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کے دن سے زیادہ ذلت، زیادہ خواری اور زیادہ مایوسی شیطان کو اور کسی دن نہیں ہوئی اس نے دیکھا کہ رحمت الٰہی نے نزول فرمایا اور بندوں کی بڑی بڑی خطائیں معاف ہوئیں۔

۲۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ عرفہ کے دن رب العالمین کی رحمت گنہگار بندوں سے

بہت ہی قریب ہو جاتی ہے اُن کا رب جب اُنھیں لبیک کی صدا بلند کرتے ہوئے اس حال میں دیکھتا ہے کہ سر برہنہ ہیں گرد و غبار سے اٹے ہوئے ہیں دور و دراز کے سفر نے اُنھیں مضمحل کر دیا ہے تو جماعت ملائکہ میں مباہات فرماتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ اے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے انھیں بخشا۔

۴۔ حجۃ الوداع[1] کے موقع پر خاتم النبیین محبوب رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم جبل رحمت کے قریب پہنچکر جب دعا میں مشغول ہوئے ہیں تو اُس محویت و استغراق کا نقشہ صحابۂ کرام نے ان الفاظ میں دکھایا ہے۔

عن ابن عباس قال رایته علیه السلام یدعو بعرفة یداه الی صدره کالمستطعم المسکین

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دعا کرتے ہوئے دیکھا جیسا کہ ایک بھوکا روٹی کے ٹکڑے کا طلبگار مسکین اپنا ہاتھ کسی بڑے جواد و کریم کے سامنے پھیلا دیتا ہے۔

فرزندان اسلام! تمھیں معلوم ہے کہ وہ کیا دعا تھی جسے اس عجز و الحاح سے وہ مانگ رہے تھے جن کے لئے سمک سے سماک تک کی تخلیق کی گئی۔ جن کی محبوبیت کا پھریرا عرش اعظم پر لہرایا، جن کی رسالت کو سارے عالم کے لئے قرآن مجید نے رحمت فرمایا۔ جسے بارگاہِ احدیت سے رؤف و رحیم کا تاج کرامت عطا ہوا۔ ہاں ہاں تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کوئی ایسی دعا نہ تھی جس کا تعلق تم سے نہ ہو۔ ابن ماجہ کی روایت بتا رہی ہے کہ وہ صرف گنہگارانِ اُمت کی آمرزش کی خواستگاری تھی۔ آج کمال عبودیت انتہائی عجز سے میدانِ عرفات میں امت گنہگار کی بخشائش چاہی گئی اور کل بعد نماز فجر میدانِ مزدلفہ میں پھر اسی کی تکرار تھی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ یہ دعا مقبول ہوئی شیطان مردود خائب و خاسر ہوا۔ حدیث شریف کے چند الفاظ یہ ہیں۔

دعا لامته عشیة عرفة بالمغفرة

عرفہ کی شام کو مغفرت اُمت کی دعا فرمائی مزدلفہ میں

---

[1] آپ نے یہ آخری حج سنہ ۱۰ھ میں مدینہ منورہ سے ادا فرمایا۔ اس آخری حج کو "حجۃ البلاغ" اور "حجۃ الاسلام" بھی کہتے ہیں، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حج اور حج کے تمام متعلقات اور اسلام کے اصول و قواعد اور دین کو واضح اور مکمل طور پر مخلوق کے سامنے پیش فرمایا۔ آیتِ کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا عرفات ہی میں نازل ہوئی۔

فلما اصبح بالمزدلفۃ اعاد الدعاء فاجیب الیٰ ما سأل

جب صبح ہوئی تو اُسی دعا کا اعادہ فرمایا پھر جو کچھ مانگا وہ سب عطا ہوا۔

عرفہ کے دن جو دعا مانگی گئی حق اللہ کی بخشش کا مژدہ اُس میں آیا۔ دسویں کو مزدلفہ میں جب ہاتھ رحمۃ للعالمین کا اُٹھا تو حق العباد کی بھی مغفرت ہوئی الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء وآلہ الاصفیا واصحابہ الاتقیا۔

فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا ✽ آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

وقوف کے آداب وسنن

(۱) جبل رحمت جب نظر آئے تو اُس وقت سے تسبیح و تحمید اور تلبیہ کی کثرت۔

(۲) موقف میں جائے قیام راستہ سے علٰحدہ اختیار کرنا

(۳) ضروریات سے فارغ ہونا

(۴) غسل کرنا۔

(۵) بعد نماز موقف پہنچنے میں تعجیل کرنا۔

(۶) موقف میں امام سے قریب کھڑا ہونا۔

(۷) دعا میں جد وجہد کرنا۔

(۸) جمع بین الصلوٰتین کے شرائط کا لحاظ رکھنا۔

(۹) امام موقف میں مصلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑا ہو۔

فاذا قرب من عرفات ووقع بصرہ علی جبل الرحمۃ قال سبحان اللہ والحمد للہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ثم یلبی

(۱) جب عرفات سے نزدیک ہو اور نظر جبل رحمت پر پڑے تو سبحان اللہ آخر تک کہے اور پھر تلبیہ کہے۔ یہی کہتا ہوا داخل

الیٰ ان یدخل عرفات (فتح القدیر)	عرفات ہو۔ (فتح القدیر)
(۲) لا ینزل علی الطریق کیلا یضیق علی المارۃ ولا یتاذی ھو بھم (سائر کتب الفقہ)	(۲) عرفات میں راستہ پر نہ اُترے تاکہ گزرنے والوں کو تنگی نہ ہونے پائے اور خود بھی آنے جانے والوں سے اذیت نہ پائے (کتب فقہ)
(۳) وان یکون حاضر القلب فارغاً عن الامور الشاغلۃ عن الدعاء (عالمگیری)	(۳) دل مطمئن ہو اور ایسے امور جو اطمینان قلب میں حارج ہوں اُن سے فارغ ہو چکا ہو (عالمگیری)
(۴ و ۵) اما سنۃ الاغتسال وتعجیل الوقوف عقیبھما (عالمگیری)	(۴ و ۵) غسل کرنا اور بعد نماز موقف پہنچنے میں جلدی کرنا مسنون ہے (عالمگیری)
(۶) کلما کان الی الامام اقرب فھو افضل (فتح القدیر)	(۶) امام سے جس قدر نزدیک ہو وہی افضل ہے (فتح القدیر)
(۷) ویجتھد فی الدعاء فلانہ علیہ السلام اجتھد فی الدعاء فی ھذا الموقف لامتہ (ہدایہ)	(۷) دعا میں کوشش کرے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں موقف میں اپنی امت کے لئے دعا میں بہت ہی مبالغہ فرمایا تھا۔ (ہدایہ)
(۸) ثم لجواز الجمع اعنی تقدیم العصر علی وقتھا واداءھا فی وقت الظھر شرائط منھا ان یکون الامام ھو الامام الاعظم او نائبہ و منھا الجماعۃ فمن صلی الظھر وحدہ فی رحلہ صلی العصر فی وقتہ (عالمگیری)	(۸) آج عصر کی نماز قبل از وقت ادا کرنے کے لئے چند شرطیں ہیں من جملہ اُن کے یہ ہے کہ نماز کا امام یا تو امیر المومنین ہو یا اُس کا نائب اور ایک یہ شرط بھی ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جائے پس جس نے قیام گاہ پر نماز پڑھی اُسے عصر کی نماز اپنے وقت پر پڑھنی ہوگی (عالمگیری)

(۹) وقف الامام بقرب جبل الرحمة عند الصخرات الكبار اى الحجرات السود المفروشة وانها مظنة موقفه صلى الله عليه وسلم (رد المحتار)

(۹) امام جبل رحمت کے قریب ان سیاہ چٹانوں کے پاس کھڑا ہو جو وہاں پر بچھی ہوئی ہیں اس لئے کہ گمان غالب یہ ہے کہ موقف میں اسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف فرمایا تھا۔ (رد المحتار)

(۱) عن جابر قال فاجاز رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اتى عرفة فوجد القبة قد ضربت له بنمرة فنزل بها حتى اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت له فاتى بطن الوادى فخطب الناس وقال ان دماءكم الخ ثم اذن بلال ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ولم يصل بينهما شيئاً ثم ركب حتى اتى الموقف فجعل بطن ناقة القصواء الى الصخرات وجعل جبل المشاة بين يديه واستقبل القبلة فلم يزل واقفا حتى غربت الشمس وذهبت الصفرة قليلاً حتى غاب القرص (رواه مسلم)

(۱) نویں تاریخ منی سے روانہ ہوئے مزدلفہ کو طے کرتے ہوئے عرفات میں پہونچے یہاں قبہ قیام گاہ کے لئے نصب ہو چکا تھا۔ آپ اس میں تشریف فرما ہوئے۔ جب آفتاب ڈھلا تو اپنی سواری طیار کرنے کا حکم دیا آپ کا ناقہ قصوا پر کجاوہ کسا گیا۔ آپ وادی نمرہ میں تشریف لائے اور خطبہ فرمایا۔ پھر بلال نے اذان کہی اور تکبیر اقامت ہوئی آپ نے ظہر ادا فرمائی۔ پھر تکبیر اقامت ہوئی اور آپ نے عصر کی نماز پڑھی۔ ان دونوں فرضوں کے بیچ میں کوئی نماز سنت نہیں پڑھی گئی۔ پھر آپ سوار ہو کر موقف تشریف لائے۔ ناقہ کا پیٹ بڑی چٹانوں کی طرف تھا اور آپ کے سامنے جبل مشاۃ تھا (یعنی ایک سلسلہ دراز ریت کا) اور آپ قبلہ رو ہو کر مشغول تسبیح و تہلیل و دعا ہوئے۔ یہاں تک کہ آفتاب کی زردی فنا ہو گئی۔ قرص خورشید غروب ہو گیا۔

(مسلم)

مکروہات وقوف

(۱) یہ تو معلوم ہو چکا کہ سارا میدان عرفہ سوائے وادی عُرَنہ سب کا سب موقف ہے جبل رحمت بھی اسی میدان میں ہے۔ لہٰذا وہ بھی موقف ہے لیکن اُس کی کوئی خاص خصوصیت نہیں ہے۔ عوام جبل رحمت پر چڑھ جاتے ہیں اور وہاں سے صدائے لبیک پر رومال ہلاتے رہتے ہیں۔ یہ محض فعل لایعنی اور اضاعت وقت ہے۔ شریعت میں کوئی اصل اس کی نہیں پائی جاتی۔ رومال ہلانے کی ایجاد ایک انوکھی بدعت ہے اس قسم کی فضول باتوں کی طرف دھیان بھی نہ کرنا چاہیئے۔ جو طریقہ بیان کر دیا گیا اُسے سمجھ کر عمل میں لانا چاہیئے۔

(۲) قبل غروب روانہ ہونا مکروہ ہے۔ لیکن اگر اتنا سویرا عرفات سے روانہ ہوا کہ قبل غروب میدان عرفات سے آگے نکل گیا تو یہ حرام ہے کفارہ میں قربانی کرنا ہوگی۔

(۳) بعد روانگی امام اتنا توقف کہ ہجوم میں کمی آجائے جائز ہے۔ لیکن اس سے زیادہ ٹھیرنا مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر امام بھی بعد غروب آفتاب روانہ نہ ہو تو اُس کا انتظار بھی نہ کرنا چاہیئے۔ آفتاب ڈوب گیا اب تاخیر فضول ہے۔ آج مغرب کی نماز مزدلفہ میں پڑھیں گے نہ عرفات میں، نہ راستہ میں، اگر پڑھی تو اعادہ کرنا ہوگا۔

(۱) واما صعوده (ای جبل الرحمة) کما یفعله العوام فلم یذکر احد ممن یعتد به فیه فضیلة بل حکمه حکم سائر اراضی عرفات وادعی الطبری والماوردی انه مستحب ورده النووی بانه لا اصل له

(۱) جبل رحمت پر چڑھنے کی فضیلت کسی نے اپنی تصنیف میں ذکر نہیں کی ہے۔ یہ عوام کا معمول ہے اُس کا وہی حکم ہے جو ساری زمین عرفات کا ہے۔ طبری و ماوردی نے مستحب کہا ہے۔ لیکن امام نووی نے ان دونوں کا رد کیا ہے۔ مستحب ہونے کے لئے کسی دلیل کا بیان کرنا تھا حالانکہ روایت صحیح تو کجا کہیں کوئی

لانه لم يروفيه خبر صحيح ولا ضعيف (ردالمحتار)

روایت ضعیف بھی نہیں پائی جاتی ہے۔ (ردالمحتار)

(۲) لو دفع قبل الغروب فان جاوز حدود عرفة لزمه دم (ردالمحتار)

(۲) اگر غروب آفتاب سے پہلے روانہ ہوا اور حدود عرفات سے نکل گیا تو دم لازم ہوا۔ (ردالمحتار)

(۳) ولو مكث بعد ما افاض الامام كثيرا بلا عذر اساء (ردالمحتار)

(۳) بعد روانگی امام بلا عذر دیر تک ٹھیرا رہنا بری بات ہے (ردالمحتار)

ولو بطأ الامام ولم يفض حتى ظهر الليل افاضوا لانه اخطأ السنة (ردالمحتار)

اگر امام نے بعد غروب اس قدر تاخیر کی کہ رات شروع ہوگئی تو بغیر انتظار امام روانہ ہوجانا چاہیے اس لئے کہ اس کا فعل خلاف سنت ہے (ردالمحتار)

دعا روانگی عرفات

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَوَجْهَكَ اَرَدْتُّ فَاجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَحَجِّيْ مَبْرُوْرًا وَارْحَمْنِيْ وَلَا تُخَيِّبْنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ سَفَرِيْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِيْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(ترجمہ) الٰہی میں نے تیری طرف رخ پھیرا اور تجھی پر بھروسا کیا اور تیری توجہ کی خواستگاری ہے۔ میرے گناہوں کی مغفرت کرنا اور میرے حج کو حج مقبول کر مجھ پر رحم فرما اور محروم و بے نصیب مجھے نہ واپس کر۔ میرے سفر میں برکت عطا کر اور عرفات میں میری حاجت پوری کر تو ہر چیز پر قدرت والا ہے

داخلہ عرفات کی دعا

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ

(ترجمہ) پاک ہے اللہ اور سب تعریف اسی کے لئے ہے

اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر — اور کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور اللہ سب سے بڑا ہے

عرفات کی دعا

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْر وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

(ترجمہ) نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا وہی اکیلا تنہا معبود ہے کوئی اُس کا شریک نہیں اُسی کی بادشاہت ہے اور اُسی کے لئے سب تعریفیں ہیں وہ زندہ ہے اُسے کبھی موت نہ آئے گی۔ نیکیاں اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہی ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

مزدلفہ میں شب دہم

میدان عرفات سے بعد غروب آفتاب امام مزدلفہ کی طرف روانہ ہوگا اُس کے ساتھ روانہ ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر ازدحام کے خیال سے کچھ توقف کر جائے تو مضائقہ بھی نہیں مگر زیادہ ٹھیرنا مکروہ ہے۔

آج مغرب کی نماز مزدلفہ پہنچ کر ادا کریں گے وہاں پہنچتے پہنچتے مغرب کا وقت ختم ہو جائے گا۔ لیکن آج حج کرنے والوں کے لئے مغرب کا یہی وقت ہے نہ میدان عرفات میں مغرب پڑھے نہ راستہ میں اگر پڑھے گا تو مزدلفہ پہنچکر اعادہ کرنا ہوگا۔

وہم کو راہ نہ دے ثواب شارع علیہ السلام کی اتباع میں ہے آج کے لئے جب مغرب کا وقت یہی قرار دیا گیا تو پھر تعجیل ایک فعل عبث ہے۔

مزدلفہ پہنچ کر جماعت مغرب کی قائم ہوگی اور فرض مغرب ادا ہوتے ہی عشا کے لئے کھڑے ہو جائیں گے ان دونوں فرضوں کے بیچ میں تکبیر اقامت بھی نہیں کہیں گے نہ دو رکعت مغرب کی سنت پڑھیں گے۔ فرض مغرب اور اُس کے بعد بلا جواز توقف فرض عشا۔

یہاں جمع بین الصلاتین کے لئے امام کی معیت شرط نہیں ہے اگر کوئی تنہا پڑھے یا اپنی علیحدہ جماعت قائم کرے جب بھی اُسے دونوں نمازیں ملاکر پڑھنا چاہئیں اور اِن دونوں کے بیچ میں سنت و نفل نہ پڑھے۔

نماز سے فارغ ہو کر شاہراہ سے علیحدہ اقامت گزیں ہو یہ رات بیداری میں اگر بسر ہو تو خوب ہے۔ ذکر، تلاوت کلام پاک، صلوٰۃ وسلام میں صبح ہو جائے تو زہے نصیب۔ لیکن اگر خستہ ہو اور تکان غالب ہو تو نماز با جماعت ادا کر کے باوضو سو رہے۔ صبح کی نماز با جماعت ادا کرے۔ انشاء اللہ شب بیداری کا ثواب پائے گا۔

آج مزدلفہ میں نماز صبح[1] ایسے وقت ادا کریں گے کہ ابھی اندھیرا ہوگا۔ اس لئے صبح صادق سے قبل بیدار ہونا چاہیئے۔ تاکہ جماعت صبح فوت نہ ہو۔ نماز با جماعت سنت موکدہ ہے۔ علی الخصوص صبح کی نماز۔ معمولی ایام میں ترک جماعت بدنصیبی ہے چہ جائے کہ ایسے مقام اور ایسے وقت میں بعد نماز امام جبل قزح[2] کے پاس کھڑا ہوگا۔ یہاں بھی اگر امام کے پیچھے جگہ ملے تو بہتر ورنہ جہاں جگہ پائے کھڑا ہو اور مصروف دعا رہے۔

یہ دوسرا مقام ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک امت گنہگار کی مغفرت خواہی کے لئے اُٹھے تھے اور حق العباد کی معافی کا مژدہ اسی مقام پر پہونچا تھا کوشش کرو کہ دعا میں محویت و استغراق اور کلمات دعائیہ سوز و گداز اور تہ دل سے نکلیں۔

جب صبح بالکل صاف ہو جائے اور طلوع آفتاب میں ابھی کچھ تاخیر ہو یہاں سے روانہ ہو جائے۔ وادی محسر راہ میں ملے گی اُس سے تیز گزر جائے اور منیٰ پہنچکر وہاں کی عبادتوں میں مصروف ہو۔

(۱) واذا غربت الشمس افاض الحاکم والناس معه علی هینتهم	(۱) جب آفتاب ڈوب جائے گا امام روانہ ہوگا اور حجاج کا قافلہ اُس کے ساتھ ہوگا۔ راستہ سکون

[1] فجر کی نماز کے لئے مزدلفہ میں توپ چلتی ہے، اس کی آواز سُن کر صبح کی نماز ادا کریں۔ (تحفۂ حج و عمرہ، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء، ص ۴۶)

[2] مزدلفہ میں ایک ٹیلا کا نام، پہلے اس کے گرد ایک احاطہ تھا، مگر اب یہاں ایک عالی شان مسجد ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو صفحہ ۹۲)

حتیٰ یاتوا المزدلفة (قدوری)

وقار کے ساتھ طے کرینگے یہاں تک کہ مزدلفہ پہنچ جائیں (قدوری)

(۲) فلو مکث قلیلاً بعد غروب الشمس
وافاضة الامام لخوف الزحام
فلا باس به (قدوری)

(۲) اگر روانگی امام کے بعد ہجوم کی کثرت
سے بچنے کے لئے کچھ ٹھیر جائے تو
مضائقہ نہیں (قدوری)

(۳) ویصلی الامام بالناس المغرب
والعشاء باذان واقامة واحدة
ولا یتطوع بینهما (قدوری)

(۳) امام قوم کے ساتھ مغرب وعشا پڑھے گا
ایک اذان ہوگی اور ایک ہی تکبیر دونوں
فرضوں کے بیچ میں سنت ونفل نہ پڑھیں گے (قدوری)

(۴) ولا یشترط الجماعة لهذا الجمع
عند ابی حنیفة ومن صلی المغرب
فی الطریق لم تجزه وعلیه
اعادتها (ہدایہ)

(۴) مزدلفہ میں دونوں نماز جمع کرنے کے لئے
امام کے ساتھ باجماعت ادا کرنا شرط نہیں ہے
جس نے مغرب راستہ میں پڑھا تو یہ پڑھنا
جائز نہیں اعادہ اس پر ضرور ہے (ہدایہ)

ولو صلی المغرب بعد غروب الشمس
قبل ان یاتی المزدلفة فعلیه ان
یعیدها اذا اتی المزدلفة (عالمگیری)

اگر مغرب کی نماز بعد غروب آفتاب مزدلفہ آنے سے
قبل جہاں کہیں بھی کسی نے پڑھ لی تو مزدلفہ آکر
مغرب کا ادا کرنا لازم ہے (عالمگیری)

لانه علیه السلام قال لاسامة
فی طریق المزدلفة الصلاة امامك
معناه وقت الصلاة وهذا
اشارة الی ان التاخیر واجب (ہدایہ)
وحدیث اسامة اخرجه البخاری ومسلم

اسامہ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات سے
آتے ہوئے جب کہ یہ عرض کیا کہ نماز مغرب یا رسول اللہ
تو آپ نے فرمایا کہ نماز آگے ہے یعنی وقت نماز کا آگے
پہنچکر آئے گا۔ اس میں اس کا اشارہ ہے کہ آج
مغرب میں تاخیر کرنا واجب ہے (ہدایہ)

(۵) والنزول الی قرب الجبل یقال له
قزح افضل (قاضی خاں)

(۵) قزح پہاڑ کے قریب اترنا
افضل ہے (قاضی خاں)

ويتحرز في النزول عن الطريق
كيلا يضر بالمارة فينزل عن
يمينه ويساره (هدايه)

راستے سے ہٹ کر داہنے یا بائیں
قیام کرے تاکہ آنے جانے والوں کو
دقت نہ ہو (ہدایہ)

(٦) وينبغي ان يحي هذه الليلة
بالصلوة والقرأة والذكر
والدعاء والتضرع (تبيين الحقائق)

(٦) اس رات کو جاگ کر صبح کر دینا بہت ہی مناسب ہے
قرآن پڑھے خدا کو یاد کرے، دعا مانگے، روئے، درود پڑھے
نفل نمازیں ادا کرے۔ (تبیین الحقائق)

(٧) فاذا طلع الفجر يصلي الامام
بالناس الفجر بغلس ثم وقف
ووقف معه الناس فدعا
ثم هذا الوقوف واجب عندنا
وليس بركن (هدايه)

(٧) طلوع فجر ہوتے ہی امام نماز فجر کی قوم کے ساتھ
پڑھے گا۔ اُس وقت اندھیرا ہوگا۔ نماز سے فارغ
ہوکر امام اور قوم دعا کے لئے وقوف کریں گے
یہ وقوف حنفی مذہب میں واجب ہے۔ رکن حج
نہیں ہے (ہدایہ)

(١) عن ابن عباس انه دفع مع النبي
صلى الله عليه وسلم يوم عرفة
فسمع النبي صلى الله عليه وسلم
وراءه زجرا شديدا وضربا
للابل فاشار بسوطه اليهم وقال
يا ايها الناس عليكم بالسكينة
فان البر ليس بالايضاع (رواه البخاري)

(١) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ عرفات سے مزدلفہ
کی طرف آتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
پیچھے ڈانٹ ڈپٹ اور اونٹوں کے مارنے کی
آواز سنی تو آپ نے کوڑے سے اشارہ اُن کی طرف
فرماکر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! سکون و وقار
اختیار کرو نیکی اونٹوں کے تیز دوڑانے میں
نہیں ہے۔ (بخاری)

(٢) عن هشام بن عروة عن ابيه
قال سئل اسامة بن زيد كيف
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

(٢) اسامہ سے سوال کیا گیا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا انداز
رفتار کیا تھا۔ اسامہ نے کہا آہستہ سے کچھ تیز

یسیر فی حجۃ الوداع حین دفع
قال کان یسیر العنق فاذا وجد
فجوۃ نص (رواہ البخاری ومسلم)

قدم کشادہ رکھتے ہوئے
لیکن جب راستہ کشادہ ہوتا
تو پھر تیز تر (بخاری ومسلم)

(۳) عن ابن عمر قال جمع النبی صلے اللہ
علیہ وسلم المغرب والعشاء
بجمع کل واحدۃ منھما باقامۃ
ولم یسبح بینھما (رواہ البخاری)

(۳) ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے مغرب وعشا مزدلفہ میں جمع فرمائی
ایک ہی تکبیر کے ساتھ اور ان دونوں فرضوں
کے بیچ میں کوئی نماز نہیں پڑھی گئی۔ (بخاری)

(۴) عن جابر قال حتی طلع الفجر
فصلی الفجر حین تبین له الصبح
باذان واقامۃ ثم رکب القصواء
حتی اتی المشعر الحرام فاستقبل
القبلۃ فدعاہ وکبرہ وھللہ
ووحدہ فلم یزل واقفا
حتی اسفر جدا فدفع قبل ان
تطلع الشمس واردف الفضل
ابن عباس حتی اتی بطن محسر
فحرک قلیلاً (رواہ مسلم)

(۴) حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب مزدلفہ میں فجر
طلوع ہوئی تو آپ نے اُس وقت نماز فجر ادا فرمائی
جب کہ آپ ہی کو معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہوگئی پھر
قصوا ناقہ پر سوار ہو کر مشعر الحرام کے پاس
تشریف لائے (یعنی جبل قزح) اور قبلہ رو ہو کر
دعا تکبیر تہلیل اور خدا کی توحید میں مشغول ہوئے
اور اُس وقت تک آپ کا وقوف ہوا کہ صبح اچھی طرح
روشن ہوگئی پھر قبل طلوع آفتاب روانہ ہوئے
اور فضل بن عباس کو اپنے ناقہ پر ساتھ سوار کیا جب
وادی محسر میں پہنچے تو اونٹ کو کچھ تیز کر دیا (مسلم)

(۵) قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم عرفات
کلھا موقف وارتفعوا عن بطن
عرنۃ والمزدلفۃ کلھا موقف
وارتفعوا عن وادی المحسر
(ابن ماجہ عن جابر بن عبد اللہ)
رواہ الطبرانی والحاکم عن ابن عباس علی شرط مسلم ورواہ

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سارا میدان عرفات
موقف ہے لیکن وادی عرنہ سے اٹھ جاؤ وہاں نہ ٹھیرو
مزدلفہ کا سارا میدان موقف ہے لیکن وادی محسر سے اٹھ جاؤ
وہاں نہ ٹھیرو۔ یہ دونوں موقف نہیں ہیں۔
(ابن ماجہ وغیرہ)

ایاب و ذہاب اور قیام میں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ اذیت رسانی اور اذیت یابی سے حتی الامکان بہت ہی بچنا چاہیئے۔ جہاں کہیں قیام ہو راستہ سے ہٹ کر فرودگاہ مقرر کی جائے۔ جب روانگی ہو تو خواہ اونٹ پر خواہ پیادہ پا لوگوں کو دھکا دینا ٹھیلنا کسی کو کچل ڈالنا یہ سب ممنوع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ روایت خصوصیت سے صحابہ کرام سے مروی ہے لیس ضرب ولا طرد ولا قیل الیك الیك آپ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جب روانہ ہوتے تھے تو اس ہجوم خلائق میں نہ تو کسی کو مارا نہ ہٹایا نہ آپ کے لئے ہٹو بچو کی آواز بلند کی گئی۔ یہ ادب ملحوظ رہے۔

مزدلفہ کی دعا

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ خَیْرُ مَطْلُوْبٍ وَخَیْرُ مَرْغُوْبٍ اَللّٰھُمَّ اِنَّ لِکُلِّ وَفْدٍ جَائِزَۃً وَقِرًی فَاجْعَلْ قِرَاۤیَ فِیْ ھٰذَا الْمَکَانِ قَبُوْلَ تَوْبَتِیْ وَالتَّجَاوُزَ وَاَنْ تَجْمَعَ عَلَی الْھُدٰی اَمْرِیْ	(ترجمہ) الٰہی میرا سب سے بہتر مطلوب و مرغوب تو ہی ہے۔ الٰہی ہر آنے والے کے لئے انعام اور مہمان نوازی ہے تو آج کے دن اس جگہ میری مہمانی یہ فرما کہ میری توبہ قبول فرما اور میری خطاؤں سے درگزر فرما اور میرے کام کو ہدایت پر جمع فرمادے۔
اَللّٰھُمَّ عَجَّتْ لَكَ الْاَصْوَاتُ بِالْحَاجَاتِ وَاَنْتَ تَسْمَعُھَا	الٰہی آج آوازیں اپنی حاجتوں کے مانگنے میں بلند ہو رہی ہیں اور تو انھیں سن رہا ہے۔
وَلَا یَشْغَلُكَ شَانٌ عَنْ شَانٍ وَحَاجَتِیْ اَنْ لَّا تُضَیِّعَ تَعَبِیْ وَنَصَبِیْ وَاَنْ لَّا تَجْعَلَنِیْ مِنَ الْمَحْرُوْمِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْہُ	اور تجھکو ایک حال دوسرے حال سے بے خبر نہیں کرتا۔ میری حاجت یہ ہے کہ میری تکلیف سفر اور مشقت کو برباد نہ کر اور مجھے اُن لوگوں میں نہ رکھ جو تیری رحمت سے محروم ہوئے۔ الٰہی

آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ هٰذَا الْمَوْقِفِ
الشَّرِيْفِ وَارْزُقْنِيْ ذَالِكَ
اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِيْ فَاِنِّيْ لَا اُرِيْدُ
اِلَّا رَحْمَتَكَ وَلَا اَبْتَغِيْ
اِلَّا رِضَاكَ وَاحْشُرْنِيْ فِيْ
زُمْرَةِ الْمُخْبِتِيْنَ وَالْمُتَّبِعِيْنَ
لِاَمْرِكَ وَالْعَامِلِيْنَ بِفَرَائِضِكَ
الَّتِيْ جَاءَ بِهَا كِتَابُكَ
وَحَثَّ عَلَيْهَا رَسُوْلُكَ عَلَيْهِ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

اس وقت کی میری حاضری آخری حاضری
نہ ہو بلکہ جب تک زندہ رہوں بار بار حاضری
کی نعمت پاؤں۔ میں صرف تیری رحمت کا خواستگار
اور تیری رضا کا خواہش مند ہوں میرا
حشر اُن لوگوں کے ساتھ ہو جو تیری جناب میں
عاجزی کرتے ہیں اور تیرے حکم کی پیروی کرتے
ہیں اور تیرے وہ فرائض ادا کرتے ہیں
جنہیں تیری کتاب قرآن مجید نے بتایا اور
تیرے رسول نے اُن کی بجا آوری کی تاکید فرمائی
رسول اللہ پر تیری رحمت اور سلام۔

وادی مُحسّر

منیٰ و مزدلفہ کے بیچ میں ایک نالہ ہے اسی کو وادی[1] محسر کہتے ہیں طول اس کا ۵۴۵ ہاتھ[2] ہے۔ ایک حد اس کی منیٰ سے ملتی ہے اور دوسری مزدلفہ سے لیکن یہ وادی دونوں سے خارج ہے نہ منیٰ میں شامل ہے نہ مزدلفہ میں اس لئے حجاج نہ قیام منیٰ میں یہاں ٹھیرتے ہیں نہ وقوف مزدلفہ میں۔ مزدلفہ سے دسویں کی صبح کو جب منیٰ جاتے ہیں تو بائیں ہاتھ کو جو پہاڑ پڑتا ہے اُس کی چوٹی سے یہ وادی شروع ہوتی ہے۔ یہاں سے تیز گزر جانے کا حکم ہے۔ جب وہ مقدار ختم ہو جائے تو پھر معمولی رفتار سے منیٰ تک آنا چاہیئے۔

اُبرہہ ہاتھیوں کی فوج لے کر جب خانہ کعبہ پر حملہ آور ہوا ہے تو وہ اسی وادی محسر میں ٹھیرا تھا اور اسی جگہ اس پر عذاب نازل ہوا تھا۔[3]

---

[1] اس کو آج کل "وادی النار" بھی کہتے ہیں، جس کے شروع میں تختی نصب کرنے کے علاوہ، چہار جانب خاردار تار لگا دیئے ہیں اور پیدل گزرنے والے حاجیوں کو روکنے کے لیئے ایک سنتری بھی کھڑا ہوتا ہے۔

[2] سوا فرلانگ (۱/۴ ۱ کلومیٹر)۔ ایک میل (۶۰ء۱ کلومیٹر)، تین ہزار پانچ سو (۳۵۰۰) ہاتھ کا جیسا کہ حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے تصریح کی، اس کو مسافت بیان کرنے والوں نے پسند کیا۔

[3] مُحسّر کے معنی عاجز کر دینے والے کے ہیں ۔۔۔ اس معذّب وادی کے دونوں طرف پہاڑیوں کا سلسلہ کچھ اس قسم کا ہے اور اس طرح مسلسل چلا جا رہا ہے کہ اس سے گزرتے ہوئے واقعی خوف آتا ہے۔

منیٰ میں دسویں تاریخ

(۱) آج کے دن منیٰ پہنچ کر تین عبادتیں علی الترتیب ادا کی جائیں گی۔ رمی جمرۂ عقبہ، شکرانۂ حج کی قربانی اور حلق یعنی سر منڈانا یا قصر یعنی بال کتروانا۔

(۲) رمی اور حلق اور پھر ان دونوں میں ترتیب تو ہر ایک حج کرنے والے پر واجب ہے خواہ مفرد ہو یا قارن یا متمتع۔

(۳) ہاں شکرانہ حج کی قربانی قارن و متمتع پر ہی واجب ہے اگرچہ مفلس ہو۔ صاحب نصاب نہ ہو اور مفرد کے لئے مستحسن اگرچہ غنی مال دار ہو۔

(۴) ہاں قارن و متمتع اگر اس حد بے بضاعت ہے کہ قربانی کی استطاعت ہی نہیں رکھتا ہے تو اس قربانی کے عوض دسؔ روزے رکھے تین روزہ تو بعد احرام نویں ذی الحجہ تک جب چاہے رکھے خواہ پیہم خواہ بیچ میں افطار کرکے مگر بہتر ہوگا اگر ساتویں آٹھویں اور نویں ذی الحجہ کو رکھے بقیہ سات روزے تیرھویں ذی الحجہ کے بعد رکھے خواہ مکہ معظمہ میں یا خواہ مدینہ طیبہ پہنچکر خواہ وطن آکر لیکن بہتر ہوگا۔ اگر گھر واپس آکر یہ سات روزے رکھے۔

(۵) قارن و متمتع کو تینوں عبادت میں ترتیب قائم رکھنا واجب و ضروری ہے یعنی پہلے جمرۂ عقبہ کی رمی پھر شکرانۂ حج کی قربانی پھر حلق یا قصر۔

(۶) مفرد کو صرف دو عبادتوں میں ترتیب محفوظ رکھنا واجب ہے یعنی رمی اور حلق شکرانۂ حج کی قربانی جب اُس پر واجب نہیں تو پھر غیر واجب داخل ترتیب من حیث واجب کیوں کر ہوگا۔ ہاں یہ قربانی جو اُس کے لئے مستحسن ہے اگر ذبح کیا چاہتا ہے تو یہ بہت ہی بہتر ہوگا کہ وہ بھی ترتیب قائم رکھے رمی جمرہ پھر ذبح پھر حلق۔

(۷) حلق کے لئے جیسا کہ یہ ضروری ہے کہ رمی کے بعد ہو ایسا ہی یہ بھی ضروری ہے کہ ایام نحر میں ہو اور حرم میں ہو۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حلق مکان اور زمان دونوں کے ساتھ موقت ہے۔ مکان اس کا حرم ہے اور زمانہ ایام نحر یعنی دسویں گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ۔

(۸) یہ ظاہر ہے کہ جس طرح واجب کا ادا کرنا ضروری ہے ایسا ہی ترتیب واجبات بھی ضروری ہے۔ اگر ترتیب قائم نہ رکھی گئی اور ادائے واجب میں تقدیم و تاخیر ہوئی تو اس نقص کا جبر کرنا ہوگا۔ نماز میں اگر تاخیر واجب سے نقص آجاتا ہے تو اس کا جبر سجدۂ سہو سے کرتے ہیں۔ لیکن مناسک حج کے واجبات میں اگر نقص آجائے تو اس کا جبر دم یعنی بکری یا بھیڑ یا مینڈھے کی قربانی سے ہوگا۔

(۱) یبدأ اذا اوافی منیٰ برمی الجمرة العقبه ثم بالذبح ان کان قارناً او متمتعاً ثم بالحلق لان النبی صلے اللہ علیه وسلم قال اول نسکنا فی ھذا الیوم ان نرمی ثم نذبح ثم نحلق (مبسوط)	(۱) منیٰ پہنچکر سب سے پہلے جمرۂ عقبہ پر کنکریاں پھینکے اس کے بعد اگر قارن یا متمتع ہے تو ذبح کرے پھر سر منڈائے۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آج کے دن ہماری عبادت یہ ہے کہ ہم رمی کریں پھر ذبح پھر حلق (مبسوط)
(۲ و ۳) فیجب تقدیم الرمی علی الحلق للمفرد وغیرہ و تقدیم الرمی علی الذبح والذبح علی الحلق لغیر المفرد (رد المحتار)	(۲ و ۳) حلق سے پہلے رمی کرنا تو مفرد اور غیر مفرد یعنی قارن و متمتع ہر ایک کے لئے واجب ہے۔ لیکن رمی کو ذبح پر اور ذبح کو حلق پر مقدم رکھنا قارن و متمتع پر ہی واجب ہے۔ (رد المحتار)

عربی	اردو
الف (۴) واذا رمى الجمرة يوم النحر ذبح شاة او بقرة او بدنة او سبع بدنة فاذا لم يكن له ما يذبح صام ثلثة ايام في الحج آخرها يوم عرفة وسبعة ايام اذا رجع فالنص وان ورد في التمتع فالقران مثله (ہدایہ)	(۴) قارن و متمتع دسویں تاریخ بعد رمی جمرہ بکری یا گائے یا اونٹ ذبح کرے یا گائے اور اونٹ کے ساتویں حصہ میں شریک ہو جائے لیکن اگر قربانی کی استطاعت نہیں رکھتا تو حج کے مہینوں میں بعد احرام تین روزے نویں ذی الحجہ تک جب چاہے رکھے اور سات روزے گھر آ کر رکھے اگرچہ قرآن کریم میں یہ حکم متمتع کے لئے نازل ہوا ہے لیکن اس مسئلہ میں قارن بھی اُسی کے مانند ہے (ہدایہ)
(ب) الافضل ان يصوم قبل يوم التروية بيوم ويوم التروية ويوم عرفة (ہدایہ)	(ب) افضل یہ ہے کہ تین روزے جو حج سے قبل رکھیگا اُنھیں ساتویں آٹھویں اور نویں کو رکھے (ہدایہ)
(ج) وان فاته الصوم (اى في ايام الثلثة المذكورة) حتى اتى يوم النحر لم يجزه الا الدم (ہدایہ)	(ج) اگر نویں تک تین روزے پورے نہیں کئے تو پھر اس کا وقت فوت ہو گیا اب قربانی کے سوا اور کچھ جائز نہ ہوگا۔ (ہدایہ)
(۵-۶) انما يجب الترتيب الثلاثة الرمى ثم الذبح ثم الحلق لكن المفرد لا ذبح عليه فيجب عليه الترتيب بين الرمى والحلق فقط (ردالمحتار)	(۵-۶) قارن و متمتع کو رمی ذبح اور حلق تینوں میں ترتیب رکھنا واجب ہے لیکن مفرد کے لئے صرف رمی اور حلق میں ترتیب واجب ہے (ردالمحتار)
(ب) لكنه لو تطوع بذبح الهدى فهو حسن يذبحه بعد الرمى قبل الحلق (مبسوط)	(ب) لیکن اگر اپنی خوشدلی سے وہ ذبح کرنا چاہے تو خوب ہے۔ رمی کے بعد ذبح پھر حلق اُس کے لئے مستحسن ہوگا۔ (مبسوط)

(۷-۸) فان نقائص الحج تجبر بالدم (مبسوط وعالمگیری)

(۷-۸) نقائص حج کی اصلاح دم یعنی قربانی سے ہوتی ہے (مبسوط وعالمگیری)

حلق کا مستحب طریقہ

(۱) قربانی سے فارغ ہوکر روبقبلہ بیٹھ جائے۔ مرد حلق کرائے یعنی سارا سر منڈائے یہی پسندیدہ سرکار مدینہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا قصر کرے یعنی بال کتروائے کہ رخصت ہے مسلم شریف میں یہ حدیث مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر سر منڈانے والوں کے لئے تین مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے رحمت فرمائی اور بال کتروانے والوں کے لئے ایک مرتبہ۔

ہاں عورت کے لئے حلق حرام ہے اُسے اُنگلی کے پور برابر بال کتروانا کافی ہے۔

(۲) حلق ہو یا تقصیر اپنے داہنے طرف سے ابتدا کرے۔ یہی مسنون ہے۔ امام اعظمؒ نے جب حج ادا فرمایا ہے تو اس وقت اسی سنت پر عمل فرمایا ہے تفصیلی بحث کے لئے دیکھو ردالمحتار اور فتح القدیر وغیرہ۔

(۳) حلق کے وقت خاموش نہ بیٹھا رہے تکبیر و تہلیل کہتا رہے اپنے لئے مسلمانوں کے لئے دعا بھی کرے۔

(۴) جس کے سر پر بال نہ ہوں اُس پر بھی واجب ہے کہ صرف استرا سارے سر پر پھروائے۔

(۵) حلق کے بعد ناخن کتروائے، خط بنوائے آج یہی مستحب ہے۔

(۶) حلق و اصلاح کے بعد ناخن اور بال زیر زمین دفن کردے مستحب ہے۔

---

(۱) ثم یحلق او یقصر والحلق افضل	(۱) بعد رمی حلق کرے یا قصر اور حلق افضل ہی
لان الحلق اکمل فی قضاء	اس لئے کہ سر منڈانے میں سر کا میل کچیل
التفث (ہدایہ)	اچھی طرح صاف ہو جاتا ہی (ہدایہ)
ولا تحلق ولکن تقصر لما روی	عورت سر نہ منڈائے بلکہ بال کتروائے
ان النبی علیہ السلام نہی النساء	اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عن الحلق وامرھن بالتقصیر	حلق سے انھیں منع فرمایا ہی
التقصیر ان یاخذ من رؤس	اور تقصیر یہ ہی کہ انگل برابر بال سر سے
شعرہ مقدار الانمل (ہدایہ)	کاٹ دیا جائے (ہدایہ)
(۲) ان السنۃ فی الحلق البدأۃ	(۲) سر منڈانے میں مسنون یہ ہی کہ سر کا داہنا
بیمین المحلوق راسہ (فتح القدیر)	حصہ پہلے منڈائے (فتح القدیر)
(۳) ویستحب الدعاء عند الحلق	(۳) حلق کے وقت تکبیر کہتا جائے اور دعا بھی
وبعد الفراغ مع التکبیر (عالمگیری)	کرے حلق سے فارغ ہو کر بھی تکبیر کہے دعا مانگے (عالمگیری)
(۴) واذا جاء یوم النحر ولیس علی راسہ	(۴) یوم النحر آگیا اور حج کرنے والے کے سر پر بال
شعر اجری الموسیٰ علی راسہ (مبسوط)	نہیں وہ صرف استرا پھروالے (مبسوط)
ویجب اجراء الموسیٰ علی	اگر کوئی چندلا ہی تو اُس پر واجب ہی کہ سر پر
الاقرع (در مختار)	استرا پھروالے (در مختار)
(۵) ویستحب قص شاربہ واظفارہ	(۵) سر منڈانے کے بعد ناخن کترنا، مونچھ
بعد حلق راسہ (عالمگیری)	تراشنا مستحب ہی (عالمگیری)
(۶) ویستحب دفن شعرہ واظفارہ (عالمگیری)	(۶) بال اور ناخن کا دفن کرنا مستحب ہی۔ (عالمگیری)

حلق کی غلطیاں اور ان کا کفارہ

(۱) حلق ایام نحر میں کیا لیکن حرم میں نہیں۔ اس صورت میں توقیت مکان فوت ہوئی دم دے۔

(۲) اسی کا عکس یعنی حرم میں حلق کیا لیکن ایام نحر گزرنے کے بعد توقیت زمان فوت ہوئی دم دے۔

(۳) رمی سے پہلے حلق کرلیا ترتیب واجب فوت ہوئی۔ دم دے۔

ان تینوں مسئلوں میں مفرد قارن، متمتع سب کا ایک ہی حکم ہے۔ لیکن دو صورتیں جو اب بیان ہوتی ہیں وہ مفرد کے لئے نہیں ہیں صرف قارن و متمتع کے ساتھ مخصوص ہیں۔

(۴) قارن یا متمتع رمی سے پہلے قربانی کرے ترتیب فوت ہوئی اداے واجب میں تقدیم و تاخیر ہوئی دم دے۔

(۵) قارن یا متمتع قربانی سے پہلے حلق کرے تو پھر وہی نقص تقدیم و تاخیر کا پایا گیا دم دے۔ یہ مسئلہ پہلے بیان ہو چکا کہ مفرد پر قربانی واجب نہیں ہاں مستحسن و مستحب ہے اب اگر امر استحسانی کو وہ رمی سے پہلے کرے یا حلق کے بعد تو اس میں تقدیم و تاخیر واجب کی نہیں پائی گئی اس لئے ایسا کرنے پر اُس کے ذمہ کسی طرح کا کفارہ نہیں۔ ہاں اگر بعد رمی قربانی کرے اور اُس کے بعد حلق کرائے تو یہ زیادہ مستحسن ہوگا۔ لیکن قارن و متمتع پر تو قربانی واجب ہے وہ اگر تقدیم و تاخیر کریں گے تو کفارہ میں دم لازم آئے گا۔

(۱) فان حلق فی ایام النحر فی غیر الحرم فعلیہ دم (ہدایہ) (۱) اگر حلق ایام نحر میں غیر حرم میں کیا دم واجب آیا (ہدایہ)

(۲) من اخر الحلق حتی مضت ایام النحر (۲) حلق میں یہاں تک تاخیر کی کہ ایام نحر گزر گئے

فعليه دم لان الحلق يتوقت بالزمان
والمكان عند ابي حنيفه (ہدایہ)
(٣-٤-٥) كذا في تاخير الرمي و في
تقديم نسك على نسك
كالحلق قبل الرمي ونحر
القارن قبل الرمي والحلق
قبل الذبح (ہدایہ)
ويجب دمان عند ابي حنيفة
بتقديم القارن والمتمتع الحلق
على الذبح وعندهما يلزمه
دم واحد (عالمگیری)
(ب) لا شئ على المفرد الا اذا حلق
قبل الرمي لان ذبحه
لا يجب (در مختار)
اذا ذبح المفرد قبل الرمي او حلق
قبل الذبح حيث لا يجب عليه
شئ لان النسك لا يتحقق في
حقه لان المفرد يذبح ان
واجب ولا يجب عليه شئ
(بنایہ شرح ہدایہ)

دم ہے اس لئے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک حلق مکان
اور زمان دونوں کے ساتھ موقت ہے (ہدایہ)
(٣-٤-٥) رمی میں تاخیر کی یا کسی عبادت کو کسی عبادت پر
مقدم کر دیا۔ جیسے رمی سے پہلے حلق کیا (اس میں مفرد
قارن، متمتع سب برابر ہیں) یا قارن نے رمی سے
پہلے قربانی کی یا قربانی سے پہلے سر منڈایا (قارن و
متمتع دونوں کا ایک ہی حکم ہے) (ہدایہ)
قارن و متمتع نے اگر ذبح سے پہلے سر منڈایا تو امام
ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ دو قربانی اُسے کرنا ہونگی
اور امام محمد و یوسف رحمہما اللہ
فرماتے ہیں کہ ایک (عالمگیری)
(ب) تقدیم و تاخیر کے مسئلہ میں مفرد پر اسی صورت میں
کفارہ لازم آتا ہے جب کہ وہ رمی سے پہلے سر منڈائے
اس لئے کہ ذبح تو اُس پر واجب ہی نہیں ہے (در مختار)
مفرد نے رمی سے پہلے ذبح کیا یا ذبح سے پہلے
سر منڈایا تو اُس پر کچھ کفارہ نہیں اس لئے کہ
قربانی اُس پر واجب ہی نہیں تھی یہ تو اس کے لئے
ایک امر استحبانی تھا اور اس کی تقدیم و تاخیر سے
کفارہ لازم نہیں آتا (بنایہ)

(۱) عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی منی فاتی الجمرۃ فرماھا ثم اتی منزلہ بمنی ونحر نسکہ ثم دعا بالحلاق وناول الحالق شقہ الایمن فحلقہ ثم دعا اباطلحۃ الانصاری فاعطاہ ایاہ ثم ناول الشق الایسر فقال احلق فحلقہ فاعطاہ اباطلحۃ فقال اقسمہ بین الناس (رواہ البخاری ومسلم)

(۱) حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ دسویں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ تشریف لائے اور جمرہ پر جاکر کنکریاں پھینکیں پھر منیٰ اپنی فرودگاہ پر واپس آئے اور اونٹوں کو نحر فرمایا۔ پھر سر مونڈنے والے کو بلایا اور سر مبارک کا داہنا حصہ مونڈنے کا حکم فرمایا۔ اُس نے مونڈا تو آپ نے ابوطلحہ انصاری کو بلایا اور وہ موئے مبارک اُنھیں عطا فرمائے۔ پھر بایاں حصہ حلاق کو مونڈنے کا حکم ہوا جب اُس نے مونڈا تو اُسے بھی ابوطلحہ انصاری کو عطا فرکر ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں تقسیم کردو۔ (بخاری ومسلم)

(۲) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ من قدم نسکاً علی نسك فعلیہ دم (فتح القدیر)

(۲) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو ایک عبادت حج کو دوسرے پر مقدم کردے تو اُس پر کفارہ میں دم واجب ہے۔ (فتح القدیر)

قربانی

(۱) آج دسویں تاریخ ہے شکرانہ حج کی قربانی اگر آج ہی ادا کی جائے تو افضل ہے ورنہ گیارہویں اور بارہویں تک اجازت و رخصت ہے۔ سارا میدان منیٰ کا قربان گاہ ہے جہاں چاہے قربانی کرے جس طرح عرفات ومزدلفہ کا سارا میدان موقف ہے اُسی طرح منیٰ کی ساری وادی منحر وقربان گاہ ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی ادا فرمائی ہے اُس جگہ کو دیگر حصص پر افضیلت وکرامت ضرور حاصل ہے

اسی طرح عرفات و مزدلفہ میں جہاں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف فرمایا
اُسے دیگر قطعات مزدلفہ و عرفات پر افضلیت ہے لیکن موقف و منحر تو ساری وادی ہے
جانور اس کی عمر[1] اور اُس کے اعضا میں وہی شرطیں ہیں جو عید کی قربانی میں ہیں۔ گوشت کا
بھی وہی مسئلہ ہے کہ آپ کھائے، غنی کو کھلائے اور فقرا پر تقسیم کرے۔ گائے اور
اونٹ میں سات شریک ہو سکتے ہیں اور بھیڑ، بکری، مینڈھا اور دنبہ ایک ہی کی
طرف سے ہوگا۔ ذبح کا بھی وہی مسئلہ کہ آپ ذبح کرے یا ذبح کے وقت موجود ہو
ہاں یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ اونٹ تین جگہ سے ذبح ہوتا ہے محض غلط اور خلاف سنت ہے
اونٹ کا ذبح کرنا مکروہ ہے نحر کرنا اُس کا سنت ہے اونٹ کو کھڑا کر کے گردن کے انتہا پر
سینہ میں بِسۡمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکۡبَر کہہ کر نیزہ مارنا نحر ہے۔ ذبح جب کہ اونٹ کے لئے
مکروہ ہے اگرچہ حلال ذبح سے بھی ہو جائے گا تو پھر تین جگہ سے ذبح کرنا اور اُسے
مشروع جاننا کیسی نادانی و جہالت ہے۔

(۲) جو قربانی کفارہ میں دی جائے وہ حقِ مساکین ہے اُس کا گوشت غربا فقرا اور مساکین
ہی پر تقسیم کرنا چاہیئے۔

(۳) ایامِ نحر میں عید کی قربانی بجز اہل مکہ اور کسی پر واجب نہیں اس لئے کہ آج میدانِ
منیٰ میں جو اجتماع ہے اس میں اہل مکہ کے سوا سب مسافر ہیں اور مسافر پر عید اضحیٰ کی
قربانی واجب نہیں اگرچہ مالدار و غنی ہو۔

قربانی کے مسائل عید اضحیٰ کی وجہ سے ہر مسلمان جانتا ہے۔ اس لئے نقل عبارت
اور حوالہ کتاب کی حاجت نہیں سمجھی گئی تکمیل مناسک حج کے خیال سے ذکر کر دینا مناسب
سمجھا گیا۔ تبرکاً دو حدیث شریف کے دو جملے منقول ہیں۔

---

[1] بھیڑ بکری ایک[1] سال، اونٹ پانچ[5] سال اور گائے بھینس دو[2] سال

(۱) عن جابر قال ثم امر من کل بدنۃ ببضعۃ فجعلت فی قدر فطبخت فاکلا من لحمھا و شربا من مرقھا (رواہ مسلم)

(۱) حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب کُل اونٹ قربانی ہو چکے تو آپ نے فرمایا کہ ہر ایک میں سے ایک ایک بوٹی لے آجائے۔ وہ سب بوٹیاں ایک دیگ میں ڈال کر پکائی گئیں پھر آپ نے اور حضرت مولیٰ نے اس گوشت میں سے کھایا اور دونوں نے اس کا شوربا نوش فرمایا۔ (مسلم)

(۲) عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نحرت ھٰھنا و منیً کلھا منحر فانحروا فی رحالکم ووقفت ھٰھنا و عرفۃ کلھا موقف ووقفت ھٰھنا و جمع کلھا موقف (رواہ مسلم)

(۲) جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے یہاں قربانی کی ہے اور سارا منیٰ قربانگاہ ہے۔ اپنی اپنی فرودگاہ پر قربانی کرلی جائے۔ میں یہاں ٹھیرا اور سارا میدان عرفات موقف ہے اور میں نے یہاں وقوف کیا اور سارا میدان مزدلفہ موقف ہے۔ (مسلم)

رمی جمار اور اس کے مسائل

مکہ معظمہ اور منیٰ کے بیچ میں تین ستون تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بنے ہیں[۱] انھیں ستونوں کا نام جمرہ ہے۔ عرفات و مزدلفہ کی عبادتوں سے جب فارغ ہو کر واپس آتے ہیں تو ان پر کنکری پھینکتے ہیں اسی کنکری پھینکنے کو شریعت میں رمی جمار کہتے ہیں

مکہ معظمہ سے جو جمرہ قریب ہے اسے جمرۂ عقبہ[۲] کہتے ہیں اور منیٰ سے جو جمرہ قریب ہے اُسے جمرۂ اولیٰ اور ان دونوں کے بیچ میں جو جمرہ ہے اس کا جمرۂ وسطیٰ[۳] نام ہے۔ مسجد خیف جو منیٰ میں ہے اس کے باب کبیر سے جمرۂ اولیٰ کا فاصلہ بارہ سو چوّن ہاتھ ہے۔ جمرۂ اولیٰ سے جمرۂ وسطیٰ تک فاصلہ دو سو چھہتر ہاتھ اور جمرۂ وسطیٰ سے جمرۂ عقبیٰ تک دو سو آٹھ ہاتھ کا

---

[۱] جن پر مختلف زبانوں میں (اُردو میں بھی لکھا ہوا ہے) جمرات کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ حجاج کی آسانی کے لیئے جمرات کے حصّہ میں سڑک کو اُوپر نیچے ڈبل بنا دیا گیا ہے۔ رمی جمار کے لیئے اُوپر یا نیچے سے جس طرح بھی آپ کو آسانی ہو چلے جائیں البتہ نظم و ضبط کا خیال رکھیں اور ساتھیوں کے ساتھ مل کر گروپ کی صُورت میں جائیں۔

[۲ و ۳] جمرۃُ العقبہ کو جمرۃُ الکبریٰ یا جمرۃُ الاُخریٰ، اور جمرۂ وسطیٰ کو جمرۂ ثانیہ بھی کہا جاتا ہے ـــــ جمروں کے نشانات کتاب کے آخر میں دیئے جانے والے نقشہ منیٰ میں دیکھیے۔

فاصلہ ہے علامہ زرقانی[1] کی یہی تحقیق ہے۔

رمی کا نسک دسویں سے شروع ہو کر تیرہویں کو ختم ہوتا ہے ہر روز کی رمی بعض حکم اپنے لئے مخصوص رکھتی ہے کچھ ایسے احکام بھی ہیں جن کی تخصیص کسی تاریخ سے نہیں اس لئے سب سے پہلے عام حکم بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہر تاریخ کے ساتھ اس کا خاص مسئلہ تاکہ سمجھنے اور عمل کرنے میں آسانی ہو۔

رمی کے مستحبات

(۱) مستحب طریقہ رمی کا یہ ہے کہ جمرے سے کم از کم پانچ ہاتھ ہٹے ہوئے یوں کھڑا ہو کہ منیٰ داہنے ہاتھ پر اور کعبہ بائیں ہاتھ پر ہو رامی یعنی کنکری پھینکنے والے کا منھ جمرے کی طرف ہو تاکہ کنکری گرنے کی جگہ وہ دیکھ سکے۔

(۲) کنکری نہ بہت چھوٹی ہو نہ بہت بڑی باقلا[2] کی مقدار مستحب ہے۔

(۳) کنکریوں کو پھینکنے سے قبل دھو لینا مستحب ہے تاکہ ان کی پاکی کا یقین ہو جائے۔

(۴) اچھی طرح ہاتھ اٹھا کر پھینکنا چاہیئے۔ ہاتھ اتنا اٹھے کہ بغل کھل جائے اور اس کی سپیدی ظاہر ہو۔ کنکریوں کو جمرے کے پاس رکھ دینا تو قطعاً[3] ناجائز ہے اور ڈال دینا جس کو عربی میں طرح کہتے ہیں مکروہ ہے۔

(۵) کنکریاں ہر جمرے پر رمی کے لئے سات سے زیادہ نہ ہوں۔

(۶) اس انداز سے پھینکے کہ جمرہ پر جا کر پڑے نہیں تو اس سے قریب گرے اگر جمرہ سے دور گری تو شمار نہ ہوگی۔

(۷) جمرہ اور کنکری میں اگر تین ہاتھ سے کم فاصلہ رہا تو قریب ہے ورنہ بعید۔

(۸) مزدلفہ یا اس کی راہ سے کنکریاں چن لینا مستحب ہے۔

---

[1] علامہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف مالکی زرقانی متوفی ۱۱۲۸ھ/۱۷۱۶ء۔ [2] مٹر اور لوبیا (یا بڑے چنے) کے برابر ہو۔
[3] کنکری مارنے (پھینکنے) کی صحیح جگہ ستونوں (جمرہ) کے نیچے کا حصہ ہے۔ اوپر جو حصہ ہے وہ تو دراصل نشان کے لئے اونچا کر دیا گیا ہے۔

(٩) کنکریاں پے بہ پے پھینکے۔

(١٠) ہر کنکری بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر پھینکے۔

(١) وینبغی ان یکون بینه وبین وقوع الحصی خمسة اذرع فصاعدا (عالمگیری) ویجعل منیٰ عن یمینه والکعبة عن یسارہ ویقوم حیث یری موقع حصیاته (عالمگیری)	(١) جمرہ سے پانچ ہاتھ یا اس سے زیادہ فاصلہ پر کھڑا ہونا چاہیئے۔ منیٰ داہنے اور کعبہ بائیں ہاتھ پر اور نگاہ کنکری کے گرنے کی جگہ پر ہو (عالمگیری)
(٢) واختلفو فی مقدارها والمختار قدر الباقلا (عالمگیری)	(٢) مقدار کنکری میں اختلاف ہے اور مختار مذہب یہ ہے کہ باقلا کے برابر ہو (عالمگیری)
(٣) ینبغی ان تکون مغسولة (عالمگیری)	(٣) کنکریوں کا دھلا ہوا ہونا مناسب ہے (عالمگیری)
(٤) لو قام عند الجمرة ووضع الحصی عندها لا یجزیه ولو طرحها طرحًا اجزاہ لکنه مسیٔ لمخالفته (عالمگیری)	(٤) جمرہ کے پاس کھڑے ہو کر کنکریاں اس کے پاس رکھ دیا تو ناجائز ہے لیکن ڈال دینا جائز ہے۔ مگر اس میں سنت کی مخالفت ہے اس لئے خطا کاری ہے (عالمگیری)
(٥) یرمیها بسبع حصیات (ہدایہ)	(٥) سات کنکریاں پھینکنی چاہئیں (ہدایہ)
(٦) ینبغی ان یقع الحصاة عند الجمرة او قریبًا منها حتیٰ لو وقعت بعیدا منها لم یجز (عالمگیری)	(٦) مناسب ہے کہ کنکریاں جمرے کے پاس یا اس سے قریب جا کر گریں اگر زیادہ دور جا کر گریں تو ناجائز ہے (عالمگیری)
(٧) ثلاثة اذرع بعید وما دونه قریب (در مختار)	(٧) تین ہاتھ فاصلہ بعید ہے اور اس سے کم کو قریب شمار کریں گے۔ (در مختار)

(۸) ویستحب ان یاخذ حصی الجمار من المزدلفة او من الطریق (عالمگیری)

(۸) مستحب ہے کہ کنکریاں مزدلفہ یا راستہ سے لے لی جائیں۔ (عالمگیری)

(۹) لا یشترط المولاۃ بین الرمیات بل یسن فیکرہ ترکھا (رد المحتار)

(۹) رمی جمرات میں موالات شرط تو نہیں ہے لیکن مسنون ہے اس کا چھوڑنا مکروہ ہے (رد المحتار)

(۱۰) ویکبر بکل حصاۃ (درمختار)

(۱۰) ہر کنکری تکبیر کہہ کر پھینکنا چاہیئے (درمختار)

(۱) عن عبد اللہ ابن مسعود انہ انتھیٰ الی الجمرۃ الکبریٰ فجعل البیت عن یسارہ ومنی عن یمینہ ورمیٰ بسبع حصیات یکبر مع کل حصاۃ ثم قال ھکذا رمیٰ الذی انزلت علیہ سورۃ البقرہ (رواہ البخاری ومسلم)

(۱) عبد اللہ ابن مسعود جمرۃ الکبریٰ کے پاس پہنچے بیت اللہ کو بائیں طرف اور منیٰ کو دائیں طرف کیا اور سات کنکریاں پھینکیں ہر کنکری پر تکبیر کہتے جاتے تھے رمی سے فارغ ہو کر انھوں نے کہا کہ اسی طرح رمی کرتے ہوئے میں نے اسے دیکھا ہے جس پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی (بخاری ومسلم)

مکروہات رمی

(۱) نجس کنکری پھینکنا مکروہ ہے (۲) مقدار مختار سے زیادہ چھوٹی یا بہت بڑی مکروہ ہے (۳) بڑے پتھر کو توڑ کر چھوٹی کنکریاں بنانا مکروہ ہے (۴) جمرے کے پاس جو کنکریاں پڑی ہیں انھیں اٹھا کر مارنا مکروہ ہے وہ مردود و نامقبول کنکریاں ہیں۔

(۵) سات سے زیادہ پھینکنا مکروہ ہے (۶) رمی جمرات پے در پے نہ کرنا مکروہ ہے۔

(۷) جو جہت رمی کے لئے بتائی گئی ہے اس جہت کے خلاف کھڑا ہونا مکروہ ہے

(۸) کنکری جمرے کے پاس ڈال دینا مکروہ ہے (۹) تکبیر کا چھوڑ دینا مکروہ ہے۔
رمی میں جو باتیں مسنون تھیں اُن کا ذکر مع حوالہ و سند ابھی گزرا ہے بعض مکروہات کا
حوالہ بھی اُنھیں کے ذیل میں آگیا۔ اس لئے اُن کا اعادہ اب غیر مفید مگر دو ایک جزئے اپنا
حوالہ چاہتے ہیں۔ اُنھیں کی سند پر اکتفا کیا جاتا ہے بقیہ کے لئے اوپر کی سند دیکھنی چاہئے۔

(۱) ویکرہ ان یلتقط حجرا واحدا فیکسرہ حجرا صغیرا کما یفعلہ الناس الیوم (فتح القدیر)

(۱) کسی بڑے پتھر کو توڑ کر چھوٹی چھوٹی کنکریاں بنانا جیسا کہ اس زمانے میں لوگوں کا معمول ہو گیا ہے مکروہ ہے۔ (فتح القدیر)

(۲) فلو رمی باکثر منھا ای السبع جاز ویکرہ (رد المحتار)

(۲) اگر سات سے زیادہ کنکریاں پھینکیں تو جائز ہے لیکن زیادتی مکروہ ہے (رد المحتار)

(۳) ولو رمی بحجر اکبر و اصغر جاز ولیس بمستحب (عالمگیری)

(۳) اگر قدر معین سے زیادہ بڑی یا زیادہ چھوٹی کنکری پھینکی تو جائز ہے لیکن خلاف استحباب ہے (عالمگیری)

(۴) ویکرہ اخذھا من عند الجمرۃ لانھا مردودۃ لحدیث ما رواہ الدار قطنی والحاکم وصححہ عن ابی سعید الخدری قال قلت یا رسول اللہ ھذہ الجمار التی نرمی بھا کل عام فنحسب انھا تنقص فقال ان ما یقبل منھا رفع ولولا ذلک لرایتھا امثال الجبال (رد المحتار)

(۴) جمرے کے پاس سے کنکری اُٹھا کر پھینکنا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ مردود کنکریاں ہیں ابو سعید خدری نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم ہر سال کنکریاں پھینکتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ کم ہوتی جاتی ہیں آپ نے فرمایا کہ مقبول کنکریاں اُٹھالی جاتی ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو تم ایک پہاڑ کنکریوں کا دیکھتے (رد المحتار)

دسویں کی رمی اور اس کے مسائل

(۱) دسویں تاریخ صرف جمرۂ عقبہ پر کنکری ماریں گے (۲) بعد رمی فوراً واپس ہو نگے قطعاً وہاں نہ ٹھیریں گے (۳) پہلی کنکری پھینکتے ہی مفرد و قارن لبیک موقوف کردیں گے (۴) دسویں تاریخ رمی کا مسنون وقت بعد طلوع آفتاب قبل زوال ہے۔ بعد زوال وقت مباح ہے اور بعد غروب آفتاب وقت مکروہ

(۱) فی الیوم الاول یرمی جمرة العقبة لا غیر (عالمگیری)	(۱) پہلے دن جمرۂ عقبہ کے سوا کسی اور جمرہ کی رمی نہ کرے۔ (عالمگیری)
(۲) ولا یرمی یومئذٍ من الجمار غیرھا ولا یقوم عندھا (مبسوط)	(۲) آج یعنی دسویں کو سوائے جمرۂ عقبہ اور کسی کی رمی مشروع نہیں بعد رمی وہاں کھڑا نہ ہونا چاہیئے (مبسوط)
(۳) ویقطع التلبیة عند اول حصاة یرمیھا (عالمگیری)	(۳) پہلی کنکری پھینکتے ہی لبیک موقوف کردے (عالمگیری)
(۴) وقت الرمی فی یوم النحر بعد طلوع الشمس الی زوالھا وقت مسنون وما بعد زوال الشمس وقت مباح واللیل وقت مکروہ (عالمگیری)	(۴) دسویں تاریخ رمی کا وقت مسنون بعد طلوع آفتاب تا زوال ہے بعد زوال تا غروب وقت مباح ہے آفتاب غروب ہوگیا اور رات شروع ہوگئی تو یہ وقت رمی کا مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

گیارہویں اور بارہویں کی رمی اور اس کے مسائل

(۱) گیارہویں اور بارہویں تاریخ تینوں جمروں پر کنکریاں پھینکنا چاہیئے شروع جمرۂ اولیٰ سے

کرنا چاہیئے۔ پھر وسطیٰ پھر عقبہ۔

جمرۂ اولیٰ پر پہنچکر سات کنکریاں اُنھیں آداب کے ساتھ جو اوپر بیان ہوئے پھینکے پھر وہاں سے تھوڑا ہٹ کر قبلہ رو کھڑا ہو۔ دونوں ہاتھ دعا کے لئے اُٹھائے کف دست قبلہ کی طرف ہوں یا آسمان کی طرف حمد و درود دعا اور استغفار میں اس مقدار تک مشغول رہے جس مقدار وقت میں سورۂ بقرہ کی تلاوت ہوسکتی ہے۔ ورنہ پون پارہ پڑھنے کے مقدار اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو کم از کم بمقدار تلاوت بیس آیہ ضرور قیام کرے اور مشغول ذکر و مناجات رہے۔

اب جمرۂ وسطیٰ پر جائے اور ایسا ہی کرے یعنی سات کنکریاں اُس پر پھینکے پھر جمرہ سے تھوڑا ہٹ کر کھڑا ہو اور تسبیح تحمید صلوٰۃ وسلام اور دعا میں مشغول ہو۔

پھر جمرۂ عقبہ پر جائے یہاں سات کنکریاں پھینک کر معاً پلٹ آئے اگر چاہے تو راستہ میں دعا بھی کرے۔

مسنون وقت گیارہ اور بارہ کے رمی کا بعد زوال ہے۔ زوال سے قبل ان دو تاریخوں میں رمی ناجائز ہے۔ بعد غروب آفتاب رات میں رمی مکروہ ہے۔

(۱) وبعد الزوال ثانی النحر رمی الجمار الثلاث یبدأ بما یلی مسجد الخیف ثم الوسطی ثم بالعقبة سبعاً سبعاً ووقف حامداً مهللاً مکبراً مصلیاً قدر قرأة البقرة او ثلاثة ارباع من الجزء او عشرین آیة وهو اقل المراتب بعد تمام کل رمی

(۱) گیارہویں کی رمی بعد زوال ہے تینوں جمرات پر آج کنکری مارے شروع اُس جمرے سے کرے جو مسجد خیف سے قریب ہے پھر وسطیٰ پر جائے پھر عقبہ پر ہر ایک پر سات کنکریاں پھینکے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جس رمی کے بعد پھر رمی ہو تو وہاں بعد رمی بمقدار تلاوت سورہ بقر یا پون پارہ یا کم از کم بیس آیتیں پڑھے اور تحمید و تکبیر و تہلیل وغیرہ میں مشغول ہو مثلاً جمرۂ اولیٰ اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ کی رمی ہے لہٰذا جمرۂ اولیٰ پر

بعد رمی فقط فلا یقف بعد
الثالثة ودعا لنفسه وغیره
رافعا کفیه نحو السماء
او القبلة ثم رمی غدا
کذا لك (ردالمحتار)

ٹھیر کر دعا مانگے۔ جمرۂ وسطیٰ کے بعد جمرہ عقبہ کی رمی ہو یہاں
بھی ٹھیرے اور دعا مانگے۔ لیکن جمرۂ عقبہ کے بعد رمی نہیں ہے
یہاں رمی کرکے فوراً منیٰ کی طرف روانہ ہو۔ دعا میں ہاتھ
اُٹھائے خواہ آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرے یا قبلہ کی طرف کف دست
رکھے پھر بارہویں کو اسی طرح بعینہٖ عمل کرے۔ (ردالمحتار)

(۲) وقت الرمی فی الیوم الثانی والثالث
بعد الزوال الی غروب الشمس
وقت مسنون وما بعد الغروب
الی طلوع الفجر وقت مکروه
ولا یجوز الرمی فیما قبل الزوال (عالمگیری)

(۲) گیارہویں اور بارہویں کو رمی کا مسنون وقت بعد زوال
ہے۔ جب تک آفتاب غروب نہ ہو بعد غروب وقت تا طلوع
صبح صادق وقت مکروہ ہے ایام نحر کے دوسرے اور
تیسرے دن کی رمی یعنی گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ
کی قبل زوال ناجائز ہے۔ (عالمگیری)

(۱) عن جابر قال رمی رسول الله صلی الله
علیه وسلم الجمرة یوم النحر ضحیٰ ورمی
بعد ذالك فاذا زالت الشمس
(رواه البخاری ومسلم)

(۱) جابر سے روایت ہے کہ دسویں تاریخ چاشت کے وقت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی کا نسک ادا فرمایا اور
بعد دسویں زوال آفتاب کے بعد
(بخاری ومسلم)

(۲) عن سالم عن ابن عمر انه کان
یرمی جمرة الدنیا بسبع حصیات
یکبر علی اثر کل حصاة ثم تقدم
حتے یسهل فیقوم مستقبل القبلة
طویلاً ویدعو ویرفع یدیه ثم
یرمی الوسطی بسبع حصیات
یکبر کلما رمی بحصاة ثم یاخذ

(۲) سالم روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر گیارہویں اور بارہویں
ذی الحجہ کو رمی جمرہ دنیا سے شروع کرتے تھے یعنی جو جمرہ
مسجد خیف سے قریب ہے۔ اللہ اکبر کہہ کر ہر کنکری پھینکتے تھے بعد
سات کنکریوں کے کچھ آگے بڑھکر نرم زمین پر قبلہ رو ہوکر بہت
دیر تک کھڑے رہتے اور ہاتھ اٹھاکر دعا مانگتے۔ پھر جمرہ وسطیٰ پر
سات کنکریاں پھینکتے اور ہر کنکری پھینکتے ہوئے تکبیر کہتے پھر
بائیں طرف ہٹ کر نرم زمین پر کھڑے ہو جاتے اور

بذات الشمال فیسهل ویقوم مستقبل القبلة ثم یدعو ویرفع یدیه و یقوم طویلاً ثم یرمی جمرة ذات العقبة من بطن الوادی بسبع حصیات یکبر عند کل حصات ولا یقف عندها ثم ینصرف ویقول ھکذا رایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یفعلہ (بخاری)	قبلہ رخ ہاتھ اُٹھا کر دیر تک دعا کرتے پھر جمرۃ ذات العقبہ پر سات کنکریاں پھینکتے تکبیر ہر کنکری پھینکنے میں کہتے اور اس کے پاس ٹھیرتے نہ تھے منیٰ واپس آجاتے اور کہا کرتے تھے کہ میں نے ایسا ہی عمل کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے (بخاری)

تیرہویں کی رمی

بارہویں ذی الحجہ کو اگر بعد رمی میدان منیٰ سے مکہ معظمہ روانہ ہو جائے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ شریعت نے اُسے اجازت دی ہے لیکن اگر بارہویں کو رمی سے فارغ ہو کر روانہ نہوا تو اب تیرہویں کو بغیر رمی جمار چلا جانا شریعت کے نزدیک معیوب ہے آج بھی بعد زوال اُنھیں آداب کے ساتھ رمی ادا کرے اور مکہ معظمہ روانہ ہو جائے۔

لیکن اگر آج زوال سے قبل رمی کرے تو جائز ہے مگر بکراہت۔

(۱) قبل الزوال (فی الیوم الرابع) وقت مکروہ (عالمگیری)	(۱) چوتھے روز یعنی تیرہویں ذی الحجہ کو زوال سے قبل رمی مکروہ ہے (عالمگیری)

رمی میں تاخیر اور اس کی قضا

رمی دسویں گیارہویں اور بارہویں کی واجب ہے اور تیرہویں کی مستحب جن تاریخوں کی رمی واجب ہے

(۱) اگر ان ایام میں دن کے وقت رمی کسی عذر سے نہ کرسکا تو رات میں کرے اگرچہ رات کا وقت مکروہ ہے لیکن ترک واجب سے ادائے واجب بہرحال اولیٰ و بہتر ہے ایام حج میں رات گزشتہ دن میں شامل ہے نہ کہ آنے والے دن میں۔

(۲) اگر کسی روز دن کے وقت رمی نہ کرسکا اور رات میں بھی معذور رہا تو دوسرے دن قضا کرے اگرچہ جزا و کفارہ بعد قضا بھی لازم آئے گا لیکن قضا ادا کرنے کی سعادت تو حاصل ہوگی۔

(۳) اگر کسی نے ایام نحر میں ایک دن بھی رمی نہیں کی تو تیرہویں کو آفتاب ڈوبنے سے قبل سب دن کی قضا ادا کرلے۔ اگرچہ کفارہ دینا ہوگا مگر اس خاص عبادت کی قضا تو پوری ہوگی۔

(۴) آخری وقت قضا کا تیرہ تاریخ قبل غروب آفتاب ہے اگر آج بھی قضا نہ کرسکا اور آفتاب غروب ہوگیا تو پھر قضا بھی نہیں کرسکتا ہے۔ رمی کا عبادت ہونا ایام کے ساتھ مخصوص ہے جب وہ ایام گزر گئے تو اب رمی عبادت نہیں ہے بلکہ فعل عبث ہے۔ جزا دے کر ترک واجب کا کفارہ کرے۔

(۱) ولو لم یرم یوم النحر والثانی والثالث رماہ فی اللیلۃ المقبلۃ ای الآتیۃ لکل من الایام الماضیۃ ولا شئ علیہ سوی الاساءۃ لان اللیالی فی الحج فی حکم الایام الماضیۃ لا المستقبلۃ (رد المحتار)

(۱) دس گیارہ اور بارہ تاریخوں میں اگر دن کے وقت رمی نہ کرسکا تو ان تاریخوں کی آنے والی رات میں ادا کرلے ایسا کرنے سے کچھ کفارہ لازم نہ آئے گا کراہت کی وجہ سے خطا کاری ہوگی۔ راتیں ایام حج کی گزشتہ دن میں شامل ہیں نہ آنے والے آیندہ دن میں (رد المحتار)

(۲) ولو لم یرم فی اللیل رماہ فی النہار قضاءً وعلیہ الکفارۃ (رد المحتار)

(۲) اگر رات میں بھی رمی نہ کی تو دوسرے دن قضا کرے اور کفارہ دے اداے واجب میں تاخیر ہوئی ہے (رد المحتار)

(۳) ولواخر رمی الایام کلها الی الرابع مثلاً قضاها کلها فیه وعلیه الجزاء وان لم یقض حتی غربت الشمس منه فات وقت القضاء ولیست هذا اللیلة تابعة لما قبلها (رد المحتار)	(۳) اگر ایام نحر کے سارے دن گزر گئے اور رمی نہ کر سکا تو تیرہویں کو سب کی قضا کرے اور کفارہ دے اگر تیرہویں کے دن کو قضا نہ کیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا تو اب قضا کا وقت بھی فوت ہوگیا اور یہ رات اپنے گزشتہ دن کے تابع نہیں ہے (رد المحتار)
(۴) ویفوت وقت القضاء بغروب الشمس فی الرابع (رد المحتار)	(۴) رمی کی قضا کا وقت چوتھے دن یعنی تیرہویں کو جب کہ آفتاب ڈوب جائے تو فوت ہوجاتا ہے (رد المحتار)

رمی کی غلطی اور اُس کی جزا

یہ مسئلہ چند بار بیان ہوچکا کہ مناسک حج میں ترک واجب اور تاخیر واجب دونوں موجب دم ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تاخیر وقت بمنزلہ ترک ہے اور یہی حکم اکثر کے ترک کا ہے اگر اکثر چھوٹ گیا تو گویا کل چھوٹ گیا انھیں اصول کے بنا پر حسب ذیل جزئیات قابل لحاظ ہیں۔

(۲) سارے ایام نحر کی رمی ترک ہوئی۔ دم دینا واجب ہے۔ اس لئے کہ ترک واجب ہوا۔

(۳) کسی ایک دن کی رمی چھوٹ گئی دم دینا واجب ہے اس لئے کہ ہر روز کی رمی واجب تھی جس روز کی ترک ہوئی اُسی دن کا واجب ترک ہوا۔

(۴) رمی میں تاخیر ہوئی بایں طور کہ دس کی گیارہ کو یا گیارہ کی بارہ کو یا بارہ کی تیرہ کو قضا کی تو تاخیر واجب ہوئی دم دینا واجب ہوا تاخیر وقت بمنزلہ ترک ہے۔

(۵) دسویں تاریخ جمرۂ عقبہ کی رمی چھوٹ گئی دم واجب ہوا اُس روز اسے ایک جمرہ کی رمی واجب تھی اُس کا چھوٹنا پورے واجب کا اُس دن کے چھوٹنا ہے۔

(۶) گیارہویں بارہویں کو دو جمرے رمی سے چھوٹ گئے ادا کم ہوا اور ترک زیادہ

دم دینا واجب ہے زیادہ چھوٹنا بمنزلہ کل چھوٹنے کے ہے۔

(۷) اگر زیادہ حصہ ادا ہوا اور کم چھوٹ گیا تو اُس متروک کی قضا کرے اور کفارہ میں صدقہ دے۔ مثلاً گیارہ بارہ کو دو جمروں پر پوری سات سات کنکریاں پھینکیں اور ایک جمرہ چھوٹ گیا تو ادا زیادہ ہوا اور متروک کم تو اُس ایک کی دوسرے دن قضا کرے اور تاخیر کے عوض میں ایک صدقہ یعنی پونے دو سیر گیہوں دے۔

(۸) تینوں جمروں پر رمی کی لیکن تعداد کنکریوں کی کچھ کم ہوئی۔ مثلاً بجائے سات کے چھ یا پانچ یا چار پھینکیں تو زیادہ عدد ادا ہوئے اور کم چھوٹے یعنی ایک یا دو یا تین دوسرے دن اعداد متروکہ کی قضا کرے اور ہر کنکری کے عوض ایک صدقہ دے۔

کوشش کرے کہ یہ عبادت ایامِ تشریق[۱] میں ادا ہو جائے اگر ہر روز کی رمی ہر روز ادا ہو تو زہے سعادت۔ لیکن اگر ایام نحر میں قصور ہوا تو ایک دن ابھی باقی ہے جس میں قضا کر سکتے ہیں۔ اگر اس دن کو بھی غفلت و سہل انکاری سے ضائع کر دیا تو ایک اہم عبادت کی برکات سے محرومی ہوئی اور بڑی محرومی ہوئی۔

(۱) فابو حنیفة رحمه الله جعل تاخیر الرمی عن وقته بمنزلة ترکه (مبسوط)	(۱) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وقت رمی میں تاخیر بمنزلہ ترک ہے (مبسوط)
وکذالك ان ترك الاکثر منها لان للاکثر بمنزلة الکل (مبسوط)	یوں ہی اگر اکثر چھوڑ دیا تو کل چھوڑ دیا۔ (مبسوط)
(۲) ومن ترك رمی الجمار فی الایام کلها فعلیه دم (مبسوط)	(۲) اگر کسی نے ساری ایام کی رمی چھوڑ دی تو اُس پر دم واجب ہے (مبسوط)
فان ترکها حتی غابت الشمس من آخر ایام الرمی سقط عنه الرمی بفوات الوقت فلا یکون الرمی	اگر رمی ترک ہوئی قضا بھی نہ کیا یہاں تک کہ آخری دن کا آفتاب غروب ہو گیا تو اُس سے رمی ساقط ہو گئی اس لئے کہ وقت فوت ہو گیا اور بعد

---

[۱] نویں ۹ ذوی الحجہ سے لے کر تیرہ ۱۳ ذوی الحجہ تک کے دنوں کو اصطلاح میں ایامِ تشریق کہتے ہیں۔

نوٹ: سعودی عرب میں اسلامی کیلنڈر رائج ہے، اسلامی مہینے قمری حساب سے چلتے ہیں۔ غروب آفتاب کے وقت ۱۲ بجتے ہیں، اور اُسی وقت نئی تاریخ شروع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مغرب کی اذان ہر روز ۱۲ بجے اور عشا کی اذان پونے ڈیڑھ بجے ہوتی ہے۔ تاہم بیرونی دنیا سے رابطہ کے لئے گرینچ اوقات بھی رائج ہیں۔

قربة بعد مضي وقتها واذا لم يكن
قربة كان عبثاً فلا يشتغل به
وعليه دم واحد جمعاً (مبسوط)

گزرنے وقت کے وہ عبادت نہیں ہے ایک عبث کام ہے
اب اُس میں مشغول نہ ہوا اور سب دن کے عوض
ایک قربانی بکری یا مینڈھے کی کرنا اُس پر واجب ہے (مبسوط)

(۳) وان ترك رمي يوم فعليه دم
لانه نسك تام (مبسوط)

(۳) اگر کسی ایک دن کی رمی چھوٹ گئی جب بھی ایک دم اُس پر
واجب ہے اس لئے کہ وہ بجائے خود ایک عبادت کامل ہے (مبسوط)

(۴) ثم بتاخيرها يجب الدم (مبسوط)

(۴) پھر یہ بھی ہے کہ تاخیر رمی سے قربانی واجب ہو جاتی ہے (مبسوط)

(۵) وان ترك رمي جمرة العقبة
في يوم النحر فعليه دم (مبسوط)

(۵) اگر جمرہ عقبہ کی رمی دسویں تاریخ ترک ہو گئی تو
کفارہ میں دم واجب ہے (مبسوط)

(۶) ومن ترك رمي احدى الجمار
الثلث فعليه الصدقة لان الكل
في هذا اليوم نسك واحد فكان
المتروك اقل الا ان يكون
المتروك اكثر من النصف فحينئذ
يلزمه الدم لوجود ترك الاكثر (مبسوط)

(۶) اگر کسی ایک جمرے کی تین جمروں میں سے رمی
چھوٹ گئی تو اُس پر صدقہ ہے اس لئے کہ آج
تینوں جمرے ایک عبادت ہیں تو جب ایک چھوٹا تو کم
چھوٹا لہذا صدقہ واجب ہوا۔ ہاں اگر
نصف سے زیادہ چھوٹا تو پھر قربانی
واجب ہوئی (مبسوط)

(۷) وان ترك منها حصاة او حصاتين
او ثلاثاً الى الغد رماها وتصدق
لكل حصاة بنصف صاع حنطة
على مسكين الا ان يبلغ دماً
فحينئذ ينقص منه ماشاء
(مبسوط)

(۷) اگر ایک یا دو یا تین کنکریاں چھوٹ گئیں تو دوسری
دن قضا کرے اور ہر کنکری کے عوض نصف صاع
گیہوں مسکین پر صدقہ کرے لیکن مجموعہ صدقات اگر
ایک دم کے برابر ہو جائے تو اُس میں سے کچھ
کم کرلے۔
(مبسوط)

طواف زیارت یعنی طواف فرض

فرض طواف جسے طواف زیارت اور طواف افاضہ بھی کہتے ہیں[۱] اس کے ادا کا افضل وقت تو دسویں تاریخ ہی۔ حلق یا قصر کے بعد احرام کی پابندیاں ساقط ہو گئیں اِلّا مجامعت و ہم بستری اب مناسب ہی کہ نہا کر خوشبو لگا کر مکہ معظمہ کو روانہ ہو۔ مسجد الحرام پہنچکر پیادہ با طہارتِ کاملہ اور ستر عورت کے ساتھ بلا اضطباع سات مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف اُسی دستور کے مطابق کرے جیسا کہ بیان طواف میں گزرا۔ ختم طواف کے بعد حجر اسود کا استلام کرے اور دو رکعت نماز مقام ابراہیم پر آکر قل یا اور قل ہو اللہ کے ساتھ ادا کرے۔

اب ملتزم پر جائے اور اُس سے لپٹ کر دعا مانگے پھر زمزم پر حاضر ہو اور خوب سیر ہو کر اُس کا پانی پیئے۔ اس کے بعد منیٰ کو واپس آجاتے۔ دسویں، گیارہویں اور بارہویں کی راتیں منیٰ ہی میں بسر کرنا سنت ہی۔ نہ مزدلفہ میں نہ مکہ میں نہ راہ میں جو دس یا گیارہ کو طواف کے لئے گیا واپس آکر رات منیٰ ہی میں گزارے۔ ہاں جو بارہویں کو بعد رمی طواف کے لئے مکہ گیا اُس کے لئے واپس منیٰ آنا نہیں ہی۔

یہ مسئلہ چند مقام پر گزر چکا کہ طواف فرض کا افضل وقت دسویں تاریخ ہی اور گیارہ و بارہ کو بھی مرخص ہی بلکہ گیارہ تاریخ عورتوں کے لئے زیادہ مناسب ہی اس لئے کہ مطاف میں طواف کرنے والوں کا ہجوم نہیں ہوتا ہی عورتوں کو ہر پھیرے میں حجر اسود کا استلام و بوسہ بسہولت میسر آتا ہی۔

طواف فرض میں اضطباع تو ہی نہیں۔ رہا رمل اور طواف کے بعد سعی سو قارن و مفرد نے اگر طواف قدوم میں اور متمتع نے کسی طواف نفل میں اگر رمل و سعی کر لی ہی تو اس طواف میں کچھ نہ کریں۔ لیکن اگر ایسا نہیں کیا ہی تو اب اس طواف فرض میں رمل کرنا ہو گا اور بعد طواف سعی صفا و مروہ بھی کرنا ہو گی۔

---

[۱] مناسک کی اصطلاح میں اِسے طوافِ رُکن، طواف حج اور طوافِ یوم النحر بھی کہتے ہیں۔

منیٰ سے روانگی اور مکہ معظمہ میں قیام

بارہویں کے رمی سے فارغ ہو کر خواہ اُسی روز خواہ تیرہویں کو جب روانہ ہو تو راستہ میں جنت المعلیٰ سے قریب وادی مُحَصَّب ہے[1]۔ یہاں پہنچکر سواری سے اتر لو یا بے اُترے کچھ دیر ٹھیر کر مشغول دعا ہو۔ بلکہ افضل تو یہ ہے کہ عشا تک نمازیں یہیں پڑھو ایک نیندے کر داخل[2] مکہ معظمہ ہو۔ لیکن اگر کسی وجہ سے اتنا قیام متعذر ہو تو کچھ دیر ٹھیر کر دعا کرنے سے غافل نہ ہونا چاہیے۔[3]

جنۃ المعلیٰ تو مکہ کا قبرستان ہے اُس کے پاس ایک پہاڑ ہے اور دوسرا پہاڑ اُس پہاڑ کے سامنے مکہ کو جاتے ہوئے داہنے ہاتھ پرنالے کے پیٹ سے جدا ہوا ہے۔ ان دونوں پہاڑوں کے بیچ کا نالہ وادی مُحَصَّب ہے جنۃ المعلیٰ محصب میں داخل نہیں۔

اب جب تک مکہ معظمہ میں مقیم رہو عمرے ادا کرتے رہو۔ تنعیم کہ مکہ معظمہ سے شمال یعنی مدینہ طیبہ کی طرف تین میل کے فاصلہ پر ہے وہاں[4] جا کر عمرے کا احرام باندھو اور طواف و سعی حسب دستور کر کے حلق یا قصر کرلو عمرہ ادا ہو گیا۔ اگر اُسی دن یا دوسرے دن عمرہ لائے تو صرف استرہ پھروا لے یہی کافی ہے۔

اے عزیز تین میل کا فاصلہ کچھ زیادہ فاصلہ نہیں۔ صاحب مال سواری پر دو تین پھیرے ہر روز کر سکتا ہے۔ غیر مستطیع بھی پیادہ پا آ جا سکتا ہے۔ پھر اس بیش بہا موقع کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب و عترت کی طرف سے، اپنے شیوخ طریقت کے طرف سے، اپنے اساتذہ کی طرف سے، اپنے والدین کی طرف سے، اپنے اُن اولاد کی طرف سے جو انتقال کر گئی ہوں۔ عمرہ ادا کرتے رہو۔

مکہ معظمہ میں کم سے کم ایک بار ختم کلام مجید سے محروم نہ رہے۔ جنۃ المعلیٰ حاضر ہو کر ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا و دیگر مدفونین کی زیارت کرے۔ مکان[5] ولادت اقدس

---

[1] جس کو بطحا، ابطح اور خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں، اور آج کل معابدہ کے نام سے مکہ معظمہ کا ایک محلّہ بن چکا ہے مسجد اجابت اسی جگہ پر ہے [2،3] محصّب یا موجودہ معابدہ میں تھوڑی دیر ٹھہرنا سنّت ہے، لیکن یہ صرف پیدل آنے والوں ہی کے لیے ممکن ہے۔ موٹر میں سفر کرنے والوں کو تو پتہ بھی نہیں لگ سکتا کہ یہ مقام کب آیا اور کب نکل گیا۔ (رہبر حجاج، ص ۵۳)

[4] مقام تنعیم تک جانے کے لیے ہر وقت اومنی بسیں حرم شریف کے باہر باب عبد العزیز کے سامنے سے مل جاتی ہیں۔

[5] آج کل وہاں مکتبہ مکۃ المکرمہ کے نام سے لائبریری ہے۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مکان حضرت خدیجۃ[1] الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و مکان[2] ولادت حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مستفیض ہو۔ نیز جبل[3] ثور و غارِ[4] حرا و مسجد[5] الجن و مسجد جبل[6] ابی قبیس وغیرہ مکانات متبرکہ کی بھی زیارت کرے اور ہر مقام پر اپنے لئے، اپنے ماں باپ کے لئے، اپنی اولاد کے لئے، اپنے شیوخ طریقت اور اساتذہ کے لئے، اپنے سنی مسلمان بھائیوں کے لئے دعا کرے کہ یہ سب مقام اجابت ہیں۔

مکہ معظمہ سے روانگی اور طواف وداع

مکہ معظمہ سے جب رخصت کا ارادہ ہو تو آخری کام خانۂ کعبہ کا طواف کرنا اور اس سے رخصت ہونا ہے۔

طواف وداع آفاقی پر واجب ہے اس طواف میں نہ اضطباع ہے نہ رمل نہ اس کے بعد سعی صفا و مروہ۔ محض سات مرتبہ خانۂ کعبہ کے گرد حسب دستور گھومنا ہے۔

حجر اسود کے پاس آؤ طواف کی نیت کرو اس نیت کے بعد کعبہ کو منہ کئے اپنے داہنی جانب چلو۔ جب سنگ اسود کا مقابلہ ہو کانوں تک ہاتھ اٹھاؤ اور کہو بسم اللہ والحمد للہ واللہ اکبر والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ۔ (یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نیت کے وقت ہاتھ اٹھانا بدعت ہے، مکروہ ہے۔ ہاتھ اٹھانے کا یہی موقع ہے جو بیان ہوا)

اب حجر اسود کا استلام کرو اور ادعیہ ماثورہ کے ساتھ طواف پورا کرو ہر چکر پر حجر اسود کا استلام ضرور ہے۔ جب سات پھیرے ہو جائیں تو حجر اسود کا بوسہ دو کہ یہ ختم طواف کی مہر ہے اب مقام ابراہیم پر آکر دو رکعت پڑھو اس سے فارغ ہو کر آب زمزم پر جاؤ وہاں سے فارغ ہو کر ملتزم سے لپٹو اور دعا مانگو۔ پھر حجر اسود کو بوسہ دو کہ یہ بوسہ وداع کا ہے اور کوشش کرو کہ دو چار قطرے بھی آنسو کے آنکھ سے گریں اور یہ دعا پڑھو۔

يَا يَمِيْنَ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اَنِّيْ

---

[1] یہاں پر ایک دار الحفاظ قائم کر دیا گیا ہے۔ [2] اب یہاں حفظ قرآن کا مدرسہ ہے۔ [3] مکہ مکرمہ سے تقریباً چھ میل دور وہ پہاڑی ہے جس کے ایک غار میں رسولِ اکرم نے ہجرت کے موقعہ پر حضرت ابابکر صدیق کے ساتھ تین رات قیام فرمایا تھا۔ [4] مکہ معظمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں طرف جبلِ نور پر واقع ہے۔ [5] یہ مسجد سوقِ معلےٰ میں جنۃ المعلیٰ کے قبرستان کے قریب ہے۔ [6] جبلِ ابوقبیس: اس کو کوہِ ارقم بھی کہتے ہیں، یہ پہاڑ صفا کی پہاڑی کے نزدیک، بیتُ اللہ شریف کے بالکل سامنے ہے، آج کل اس پر ایک خوبصورت محل تعمیر کیا گیا ہے۔ مسجدِ بلال اسی پہاڑ پر ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا اُوَدِّعُكَ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ لِتَشْهَدَ لِيْ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فِيْ يَوْمِ الْقِيَامَةِ يَوْمِ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ عَلٰى ذٰلِكَ وَاُشْهِدُ مَلٰٓئِكَتَكَ الْكِرَامَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ؕ [۱]

پھر اُلٹے پاؤں کعبہ کی طرف مُنہ کرکے یا سیدھے چلنے میں پھر پھر کر کعبہ کو حسرت سے دیکھتے اُس کی جدائی پر روتے یا رونے کا مُنہ بناتے مسجد الحرام کے دروازہ سے بایاں پاؤں پہلے بڑھا کر نکلو اور وہی دعا پڑھو بسم اللہ والحمد للہ الخ

مسجد الحرام کے باہر آنے سے قبل آستانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر چوکھٹ کو بوسہ دے اور قبول حج وزیارت اور بار بار حاضری کی دعا مانگے۔

سوار ہونے سے قبل فقراء مکہ معظمہ پر حسب استطاعت کچھ تصدق کرے اور روانہ ہو جائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؕ [۲]

---

[۱] اے زمین پر اللہ کی برکت! میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے ——— میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں میں یہ شہادت تیرے پاس بطور امانت رکھتا ہوں کہ روزِ قیامت جو بڑے خوف کا دن ہوگا تو یہ شہادت میرے حق میں اللہ کے حضور ادا کرے گا۔ اے اللہ! میں تجھے اس پر گواہ بناتا ہوں۔ اور تیرے عظمت والے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمارے آقا، آپ کی آل اور تمام اصحاب پر رحمت نازل فرمائے۔

[۲] اے ہمارے ربّ! تو ہماری طرف سے قبول فرما، بے شک تو سُننے والا جاننے والا ہے۔

مدینۂ طیبہ

خوشا[1] آں کہ بندم در رہت بر ناقہ محمل از وطن
خیزم چو درد، افتم چو اشک، آیم بجاں غلطم بہ تن

اس شہر کا قدیم نام یثرب ہے وجہ تسمیہ کچھ بھی ہو لیکن اس لفظ کا جو مادہ ہے اُس کے معنی فساد یا مواخذہ و عتاب ہیں اس لئے اب اسے یثرب کہنا اہل سنت کے مذہب میں مکروہ ہے۔ سب سے پہلے جو قوم یہاں آکر سکونت پزیر ہوئی اور جس نے یہاں زراعت شروع کی وہ قوم عمالقہ ہے اس کے بعد موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی امت کے ساتھ سرزمین حجاز پر گزر ہوا۔ یثرب پہنچ کر بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے اسی جگہ متوطن ہونے کا فیصلہ کرلیا بقیہ بنی اسرائیل اپنے پیغمبر کے ہمرکاب ملک شام کی طرف واپس چلے گئے۔

بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کے بعد اوس و خزرج کی اولاد یہاں آکر سکونت پزیر ہوئی جنھیں آئندہ چل کر انصار کا لقب عطا ہوا جس زمانہ میں انصار یثرب آکر آباد ہوئے ہیں اُس وقت عمالقہ کی یثرب میں نہ حکومت تھی نہ ہستی گویا یثرب کے اب اصل باشندے صرف انصار و یہود تھے۔

اوس و خزرج کے باپ کا نام ثعلبہ بن عمرو تھا۔ ثعلبہ کے باپ کا نام عمرو بن عامر ہے یہ شخص اپنے زمانہ میں یمن کا بہت بڑا سردار تھا۔ اہل یمن کی تباہی کے آثار جب اس نے اور اس کی بی بی نے اپنے فراست سے محسوس کئے تو اپنے خاندان کو لے کر ملک یمن سے رخصت ہوگیا۔ وطن چھوڑنے کے بعد عمرو بن عامر نے اپنی اولاد کے سامنے مختلف بلاد و امصار کے اوصاف و احوال بیان کئے بیٹوں نے اپنے اپنے مذاق و طبیعت کے موافق ایک ایک شہر کو پسند کیا اور اُس کی طرف روانہ ہوگئے۔

لیکن ثعلبہ جو عمرو بن عامر کا سب سے بڑا بیٹا تھا اس نے اپنی اقامت کے لئے سرزمین

---

[1] وُہ گھڑی کتنی حسین ہوگی جب مَیں وطن سے تیری راہ میں سواری پر کجاوہ کسُوں گا۔ درد کی طرح اُٹھوں گا، آنسوُ کی مانند گروں گا۔ دِل و جان سے آؤں گا اور جسم میرا لوٹ پوٹ ہوگا۔

حجاز کو پسند کیا۔ ثعلبہ کے دو بیٹے ہوئے ایک اوس دوسرا خزرج انہیں دونوں کی اولاد سے
انصار ہیں یثرب کے باشندوں میں انقلاب و تغیر کا عظیم سے عظیم تر دور گزرتا گیا اور فضائے مادی
میں اس تغیر کا اثر بھی نمایاں ہوتا رہا لیکن فساد و عقاب جس کی طرف لفظ یثرب کے حروف اشارہ
کر رہے ہیں متغیر ہو کر صلح و خیر کی صورت اختیار نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کہ اس کا تغیر تو اس وقت
ہوگا جس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین پاک یثرب کی تاج کرامت ہوں گی چنانچہ
جب وہ ساعت سعید آپہونچی اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے یثرب کی طرف
ہجرت فرمائی تو اب یثرب یثرب نہ رہا۔ بلکہ وہ مدینہ طابہ طیبہ اور طیبہ بن گیا۔
جغرافیہ نویسوں کی تحقیق دیکھو تو معلوم ہو کہ یہ شہر اپنے مخصوص خصوصیات میں اب دنیا کے
سارے شہروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ معجم البلدان میں ہے۔

ومن خصائص المدینۃ	یعنی مدینہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی ہوا نہایت ہی
انھا طیبۃ الریح وللعطر	پاکیزہ ہے۔ اسی لئے یہاں عطر کی خوشبو کو جب ہوا
فیھا فضل رائحۃ لا توجد	پھیلاتی ہے تو اس کے عطر میں ایسا اضافہ ہو جاتا ہے
فی غیرھا	جو کہیں اور پایا نہیں جاتا۔

یہ کیفیت جب کہ آب و ہوا کی ہے تو پھر یہاں کے ایمان افروز اور روح افزا اثر کا کیا پوچھنا
کتب احادیث فضائل مدینہ طیبہ سے مالا مال ہیں۔ اہل ایمان کے لئے اس قدر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
اس شہر کو ایسی عزت و عظمت عطا فرمائی کہ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام گاہ ہونے کی
کرامت اسی شہر کو بخشش فرمائی ہے

فرخندہ منزلے[1] کہ در و کردۂ مقام
خوش وادیٔ کہ سود بہ سم براق تو

صاحب وفاء الوفا مدینہ طیبہ کے متعلق یہ فرماتے ہوئے کہ کَثْرَۃُ الْاَسْمَاءِ تَدُلُّ عَلٰی
شَرَفِ الْمُسَمّٰی یعنی ناموں کی کثرت مسمیٰ کے بزرگی پر دلیل ہے نوے سے زیادہ نام شمار کئے ہیں

---

[1] وہ منزل کتنی مبارک ہے کہ جس میں آپ نے قیام فرمایا ہے۔ وہ وادی کتنی عمدہ ہے جس میں آپ کے
براق کے سُموں کے نشانات تھے۔

پھر ہر ایک نام کی وجہ اور مناسبت بھی بیان کی ہی جس کے مطالعہ سے یہ امر روشن ہوجاتا ہی
کہ برکاتِ مدینہ طیبہ کا احاطہ کرنے سے انسان عاجز ہی۔ اگر عقیدہ صحیح اور ادب کامل ہی تو انشاء اللہ
آرزو اور حوصلہ سے اتنا زیادہ پائے گا کہ ؎

دامانِ نگہ تنگ وگلِ حسنِ تو بسیار[1]
گل چینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

کا حرف بحرف صادق آئے گا۔

سچ تو یہ ہی کہ یہاں کا ایک ایک ذرّہ برکاتِ عظیمہ کا گنجینہ ہی لیکن بعض کو بعض پر یوں فضیلت
حاصل ہی کہ کوئی مخصوص نسبت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُس کی پائی جاتی ہی۔ اس لئے
اُن مخصوص مقامات کا علم زائر کے لئے سعادت ہی مبارک ہی۔ اس بیان میں سب سے پہلے
مسجد نبوی اور قبر پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوگا۔ اس کے بعد مسجد قبا اور دیگر
مساجد مدنی کی حاضری۔

مسجد نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر جب مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو ابتداءً قیام
قبا میں فرمایا جہاں مسجد قبا کی بنیاد ڈالی گئی پھر چند روز بعد مدینہ واپس تشریف لائے اور حضرت
ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام فرمایا اور اُسی وقت سے مسجد کی تعمیر خام اینٹ سے
شروع ہوگئی۔

اُس وقت مسجد ستر ہاتھ لابنی اور ساٹھ ہاتھ چوڑی تھی۔ مسجد کی دیوار سات ہاتھ اونچی تھی
کھجور کے تنے کی ستون تھا اور چھت کھجور کی شاخوں سے پاٹی گئی تھی۔ فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے طول و عرض میں مسجد کو کچھ وسیع فرمایا اور اب مسجد نبوی سو ہاتھ طویل اور سو ہاتھ عریض
ہوگئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو
آپ نے مسجد نبوی میں کوئی اضافہ نہ فرمایا۔ ہاں بعض ستون جو قابل تغیر ہوگئے تھے اُن کی جگہ پر

---

[1] نگاہ کی جھولی تنگ ہے اور آپ کے حسن کے پھول زیادہ ہیں پھول چننے والے کو اپنی تنگیٔ داماں کی شکایت ہے۔

نئے ستون کھجور کے تنے ہی کے نصب کردیئے لیکن امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں طول میں چالیس ہاتھ اور عرض میں بیس ہاتھ اضافہ فرمایا۔

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مسجد نبوی کی تعمیر از سر نو فرمائی۔ دیواریں بجائے خام اینٹ کے پتھر کی بنائی گئیں۔ کھجور کے تنے کی جگہ پھول دار پتھر کے ستون لگائے گئے اور چھت ساج اور آبنوس کی لکڑی سے طیار کی گئی۔

۸۸ھ ہجری میں ولید نے مسجد نبوی میں مشرق کی جانب بھی اضافہ کیا۔ جنوب شمال اور مغرب میں تو بڑھنے کے لئے وسعت تھی لیکن شرقی سمت میں امہات المومنین کے مکانات تھے اور یہ مکانات اہل مدینہ کو بہت ہی عزیز و محبوب تھے۔ لیکن ولید نے ان مکانات کو خرید کر داخل مسجد نبوی کر دیا۔ اس تعمیر میں مسجد چاروں طرف سے وسیع کی گئی۔ سنگ مرمر کے ستون نصب ہوئے اور چھت کی لکڑی سونے سے لیپ دی گئی۔

۱۶۰ھ میں خلیفہ بغداد مہدی عباسی نے مسجد کے صحن کو بڑھایا اور دونوں پہلوؤں پر صحن کے رواق یعنی دالان بنوائے۔

۸۸۶ھ ہجری میں مسجد پر بجلی کا صدمہ پہنچا اور ضرورت از سر نو تعمیر کی ہوئی اُس وقت مصر کے سلطان قائتبائے نے تعمیر کی سعادت حاصل کی۔

ولید کی تعمیر دو کم سات سو برس تک قائم رہی اس طویل مدت میں مختلف سلاطین نے مرمت طلب حصص کی مرمت یا بعض حصے کی تزئین و وسعت البتہ کی ہے۔ لیکن از سر نو تعمیر ولید کے بعد قائتبائے ہی نے کی ہے۔

کچھ عرصہ بعد چھت کی لکڑی بوسیدہ ہو گئی اور تجدید سقف کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس وقت خاندان عثمان کا چشم و چراغ سلطان عبدالمجید خاں خادم الحرمین الشریفین تھا۔ اُس نے چھت میں لکڑی لگانا نامناسب خیال کیا۔ لہٰذا قائتبائے کی عمارت کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کی گئی۔ ہنوز تعمیر کا کام باقی تھا کہ سلطان عبدالمجید نے داعی اجل کو لبیک کہا اور سلطان عبدالعزیز خاں تخت نشین

ہوئے اُنھوں نے بھی اُسی حوصلہ سے کام جاری رکھا تا آں کہ پندرہ برس میں یہ عمارت بن کر طیار ہوئی اس وقت وہی عمارت موجود ہی جسے خاندان عثمانیہ کے دو بادشاہوں نے یعنی سلطان عبد المجید اور سلطان عبد العزیز نے تعمیر کیا ہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی هٰذَا مَسْجِدِیْ وَمَا زِيْدَ مِنْهُ فَهُوَ مِنْهُ وَلَوْ بَلَغَ مَسْجِدِیْ بِصَنْعَاءَ یعنی یہ میری مسجد ہی اور اس میں جو اضافہ ہوگا وہ بھی اسی مسجد میں شامل ہوتا جائے گا۔ اگرچہ میری مسجد بڑھتے بڑھتے صنعا تک پہنچ جائے۔

مسجد النبی کی عمارتِ موجودہ

یہ عمارت بشکل مستطیل ہی جس میں پانچ دروازے[1] ہیں۔ جانب غرب[2] دو دروازے ہیں۔ ایک کا نام باب السلام اور دوسرے کا باب الرحمت ہی۔

شرق کی جانب[3] بھی دو دروازے ہیں ایک کا نام باب جبرئیل اور دوسرے کا نام باب النساء ہی۔ جانب[4] شمال میں صرف ایک دروازہ ہی جس کا نام باب مجیدی[5] ہی۔

باب السلام باب السلام سب دروازوں میں زیادہ شاندار ہی۔ اس کے محراب کی دیواروں پر سنہرے حروف میں متعدد آیات قرآنیہ اور سلطان عبد العزیز سے لے کر جملہ سلاطین آل عثمان کے نام تحریر ہیں۔ دروازہ کے دونوں پھاٹکوں پر تانبے کا پتر چڑھا ہوا ہی جس پر منبت کا عجب نظر افروز کام بنایا گیا ہی۔

قد آدم بلندی پر پھاٹک راست پر اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اور پھاٹک چپ پر اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ تانبے کے حروف میں تحریر ہی۔

باب الرحمت اس دروازے کی پیشانی پر آیہ قُلْ يٰعِبَادِیَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ سنہرے حروف میں مکتوب ہی۔

[1-2] اِس وقت کل دس دروازے ہیں (پہلے آپ مسجدِ نبوی کے اُس نقشہ کو دیکھیں جو کتاب کے آخر میں دیا گیا ہے) ۱۹۵۵ء میں سعودی تعمیر کے وقت، مغرب کی جانب دو نئے دروازوں (بابِ ابوبکر صدیق اور باب السعود) کا اضافہ کیا گیا ہے۔ [3] مشرق کی جانب بابِ عبد العزیز کا اضافہ کیا گیا، جو سعودی حکمران عبد العزیز بن محمد بن سعود (متوفی ۱۸۰۳ء) کی طرف منسوب ہے۔ [4] اِسی طرح شمال کی جانب بھی مسجدِ نبوی کی موجودہ توسیع میں بابِ عمرؓ اور بابِ عثمان دو نئے دروازوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔

[5] سعودی حکومت نے اب یہ نام مِٹا دیئے ہیں۔

باب النساء — اس دروازے کی پیشانی پر وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا تحریر ہے۔

باب جبریل — اس دروازہ پر یہ آیۃ ہے فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔ اور دونوں پھاٹکوں پر ہے جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ۔

باب مجیدی — اس دروازہ کے پھاٹک پر بھی تانبے کا پتر چڑھا ہوا ہے جس پر نہایت ہی باریک دیدہ زیب نقش ونگار ہیں۔ پھاٹک پر جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ کندہ ہے پھاٹک میں پیتل کا قبضہ ہے۔ ڈھلے ہوئے حروف میں ایک قبضہ پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور دوسرے قبضہ پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔

مسجد نبوی یا حرم مدنی کا اندرونی نقشہ

مسجد کی ساری عمارت سرخ پتھر کی ہے۔ سنگی ستونوں پر چھت لداؤ کی ہے۔ کل تعداد ستونوں کی تین سو ستائیس ہے۔ جن میں سے بائیس ستون مقصورہ شریفہ کے اندر ہیں ہر چہار سمت مسجد کے متعدد رواق یعنی دالان بنے ہوئے ہیں۔ صرف جنوب کی طرف جو سمت قبلہ ہے۔ بارہ دالان ہیں بقیہ ہر سہ اطراف میں کہیں دو اور کسی طرف تین۔ مسجد کا مسقف حصہ طول میں ایک سو چالیس گز اور عرض میں قریب بیاسی گز کے انگریزی گز سے ہے۔ صحن مبارک جسے حصوہ کہتے ہیں اس پیمائش میں داخل نہیں۔

صحن مسجد — صحن مسجد میں سرخ پتھر کی باریک باریک کنکریاں بچھی ہوئی ہیں[۱]۔ سنن ابوداؤد میں مروی ہے کہ عہد رسالت میں ایک شب بارش ہوئی چھت مسجد نبوی کی جو کھجور کی شاخوں سے پٹی تھی خوب ٹپکی یہاں تک کہ مسجد کا اندرونی فرش کیچڑ بن گیا۔ صحابہ کرام جب نماز کے لئے حاضر ہوئے تو جھولیوں میں کنکریاں بھر کر لائے اور اپنے اپنے نماز کی جگہ پر بچھالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کا یہ حسن عمل پسند آیا اور آپ نے فرمایا "ما احسن ھذا" (یہ بہت ہی اچھی تدبیر ہے) فاروق اعظم نے اپنے زمانہ میں وادی عقیق سے کنکریاں منگوا کر بچھائیں اس وقت صحن میں کنکریاں اُس تاریخی واقعہ کی یادگار ہیں۔

---

[۱] کنکریوں کے بجائے اب پختہ فرش بنادیا گیا ہے۔

بعض ستونوں کی خصوصیات

مسجد نبوی کے ستون بلندی اور ضخامت میں تو یکساں ہیں لیکن بعض میں بعض صنعت تاریخی واقعات کا پتا بتاتی ہے۔ مثلاً:

(۱) جن ستونوں پر سات ہاتھ کی بلندی تک طلائی خطوط ہیں یہ علامت اس کی ہے کہ عہد رسالت میں مسجد کی بلندی سات ہاتھ تھی۔

(۲) بعض ستونوں پر طلائی خطوط کے علاوہ طلائی پھول بھی ہیں یہ مسجد کی اُس حد کو بتاتے ہیں جو فتح خیبر کے قبل تھی۔

(۳) سادہ ستون ولید کے اضافہ کو بتاتے ہیں۔

(۴) جن ستونوں پر نیچے سے سات ہاتھ تک سنگ مرمر لگایا گیا ہے اور اُن پر طلائی نقش و نگار ہیں "جنت کی کیاری" کی حد بتاتے ہیں۔

(۵) بعض پر خاص خاص عبارت بھی مکتوب ہے مثلاً بیرالنبی کی طرف سے جب مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہیں تو بائیں ہاتھ پر دو تین ہاتھ کے فاصلہ پر تین گول گول پتھر زمین میں نصب نظر آتے ہیں۔ یہ نشان ہے کہ عہد رسالت میں مسجد کے عرض کی یہ حد تھی اسی جگہ سے نظر اٹھا کر داہنے ہاتھ کی طرف اگر دیکھا جائے تو آٹھویں ستون پر سنہرے حرف میں یہ لکھا نظر آئے گا کہ طول مسجد کا عہد رسالت میں اس قدر تھا ان دونوں کو دیکھ کر عہد رسالت میں جس قدر مسجد طویل و عریض تھی یقینی طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔

غرض یہ کہ مسجد نبوی میں صنعتِ تعمیر کے علاوہ یہ خوبی بھی رکھی ہے کہ واقعات تاریخی کا بھی عمارت سے علم حاصل ہو جائے۔[۱]

اسطوانات رحمت

اب اُن آٹھ ستونوں کا ذکر کیا جاتا ہے جنھیں اسطوانات رحمت کہتے ہیں اور جن کے پاس نماز ادا کرنا ماثور و مندوب ہے۔ ہر ستون پر اس کا نام مکتوب ہے اس لئے نشان و پتا بتانے کی ضرورت نہیں مدینہ طیبہ کے معلم نہایت سہولت سے پہنچا دیں گے۔ وہاں پہنچ کر نماز و مناجات کی سعادت حاصل کرنا چاہیئے۔[۲]

---

[۱] لیکن اب ایسا معلوم ہونا مشکل ہے کہ کوئی حصہ کس زمانہ میں اور کب بنا تھا کیونکہ موجودہ حکومت نے جیسا کہ بعض ستونوں پر سیاہی پھیری ہوئی، اور بعض کے حروف کھود کر ان میں پلستر بھر دیا ہے۔ [۲] قارئینِ کرام کے استفادہ اور سہولت کے لئے کتاب کے آخر میں نقشہ اسطواناتِ رحمت (ستونوں کا نقشہ) الگ بھی دے دیا گیا ہے۔ ناشر

اسطوانۂ مخلقہ منبر شریف بننے سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقام پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا کرتے تھے اور ستون حنّانہ جس نے آپ کی جدائی پر نالہ و گریہ کیا تھا اسی جگہ پر تھا۔

اسطوانۂ عائشہ اس کا دوسرا نام اسطوانۃ القرعہ بھی ہے۔ تحویل قبلہ کے بعد چودہ پندرہ روز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پنج گانہ نماز کی امامت اسی ستون کے پاس فرمائی ہے۔ پھر امامت کے لئے آپ نے اُس جگہ کو اختیار فرمایا جو اس وقت محراب النبی کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس ستون کی یوں نسبت ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان فی مسجدی لبقعۃ لو یعلم الناس ما صلوا الیہا الا ان تطیر لہم قرعۃ یعنی میری اس مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر وہاں پر نماز پڑھنے کی فضیلت و مقبولیت لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہاں جگہ پانے اور نماز ادا کرنے کے لئے لوگ قرعہ ڈالیں۔ بعد وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اُس جگہ کا پتا بتایا اُس وقت سے اُس ستون کا نام اسطوانہ عائشہ ہو گیا۔

اسطوانۂ توبہ دوسرا نام اس کا اسطوانہ ابولبابہ ہے حضرت ابولبابہ جو اجل صحابہ میں ہیں اُنھوں نے دس روز سے زیادہ اپنے آپ کو ایک لغزش کے پاداش میں اس ستون سے باندھے رکھا تھا آخر وحی نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست رحمت سے ابولبابہ کو کھولا۔

بعض روایتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ستون کے پاس نفل پڑھنا اور اعتکاف میں اس سے تکیہ لگانا بھی ثابت ہوتا ہے۔

اسطوانۂ سریر اس ستون کے پاس بھی کبھی کبھی اعتکاف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور کی بوریا بچھائی جاتی تھی اور آپ اُس پر استراحت فرماتے تھے۔ فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار جسم مقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بورے کا نشان دیکھکر

جب کہ گریہ فرمایا تھا وہ واقعہ اسی اسطوانہ کے پاس تھا۔

اسطوانہ علی حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اس ستون کے پاس نماز ادا فرماتے اور شب کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہبانی کی غرض سے اسی ستون کے پاس اُس دریچہ سے مقابل ہو کر بیٹھتے جو دریچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تھا۔ اسی دریچہ سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے تھے اسی مناسبت سے اس کا دوسرا نام اسطوانہ محرس اور اسطوانہ حراس بھی ہے۔ پہرہ کی خدمت علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دیگر اصحاب بھی انجام دیتے تھے جس کی نوبت ہوتی تھی وہ آتا اور اسی ستون کے پاس بیٹھ کر پہرہ دیتا۔

اسطوانہ الوفود اکناف و اطراف عرب سے جب وفود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے تو آپ اکثر اسی ستون کے پاس وفود سے ملاقات فرماتے۔ علاوہ اس خاص موقع کے دیگر اوقات میں بھی اس ستون کے پاس تشریف فرما ہو کر صحابہ کرام کی مجلس منعقد فرماتے۔

اسطوانہ التہجد اس ستون کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔

اسطوانہ مربعۃ القبر حضرت جبریل علیہ السلام اکثر اوقات اسی مقام پر وحی لے کر آئے ہیں اس لئے اسے اسطوانہ جبرئیل بھی کہتے ہیں۔ اس ستون اور ستون وفود کے مابین صرف ایک ستون ہے۔[۱]

متبرک ستونوں کے بعد اب دیگر مقدس مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

محراب النبی یہ وہ مقام ہے جہاں آخر وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت فرمائی ہے۔ موجودہ محراب سنگ مرمر کی ہے۔ جس پر بے مثل سونے کا کام ہے۔ محراب کی پیشانی پر یہ آیہ ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ؁

بازوئے راست پر "محراب النبی" اور بازوئے چپ پر "صلی اللہ علیہ وسلم" مکتوب ہے

منبر شریف موجودہ منبر سنگ رخام کا ہے۔ اس کے چودہ زینے ہیں سلطان مراد بن سلطان سلیم نے پیش کش کیا ہے۔ منبر ٹھیک اسی جگہ قائم کیا گیا ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر تھا۔ اگرچہ

---

[۱] یہ ستون اس وقت حجرہ شریفہ (جالی مبارک) کی تعمیر کے اندر آگیا ہے، باہر سے اس کی زیارت نہیں ہوتی ہے (فضائل حج مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۲۵۶، مدینۃ الرسول، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۲۳۶)

نیچے کے زینے اصلی جگہ سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ لیکن خطیب کے کھڑے ہونے کی جگہ وہی ہے

لبیب بک مصری نے جو سفرنامہ حلمی پاشا خدیو مصر کا لکھا ہے اُس میں لکھتے ہیں کہ ہم نے نماز جمعہ مسجد نبوی میں ادا کی۔ خطیب کو دیکھا کہ پہلے مقصورہ شریفہ کی زیارت کی اور اس ادا سے کھڑا ہوا گویا خطبہ پڑھنے کی اجازت مانگتا ہے۔ اس کے بعد ترکی عبا جسے قاووق ترکی میں اور عرب کو "دابان" کہتے ہیں زیب تن کیا اور آغاؤں کے جھرمٹ میں منبر کے پاس آکر زینے پر چڑھا۔ پھر داہنی جانب یعنی مقصورہ شریفہ کی طرف جھکا اور نہایت ادب سے سلام کرنے کے بعد خطبہ شروع کیا۔

خطبہ میں احادیث کی جب تلاوت کرتا تو راویوں کے نام مسلسل روایت کرتا اور نام پاک کے موقع پر بجائے عن رسول اللہ یا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم "عن نبیکم ھذا" یعنی تمہارے اس پیغمبر سے روایت کرتے ہیں اور ہاتھ سے لفظ اس کا اشارہ مقصورہ شریفہ کی طرف کرتا۔ خطیب کے خطبہ کی فصاحت و بلاغت اور اُس کے ادب و محبت کی ادائیں ایسا گہرا اثر پیدا کر رہی تھیں جو بیان میں آ نہیں سکتا۔ [۱]

روضۃ الجنۃ | بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ دوسری روایت میں مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَ مِنْبَرِیْ اور تیسری میں بَیْنَ الْمِنْبَرِ وَ بَیْتِ عَائِشَۃَ مروی ہے یعنی جو حصہ مسجد کا میرے منبر اور میرے مکان کے درمیان میں ہے یہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

اہل مدینہ مسجد نبوی کے اس حصے کو "روضہ" کہتے ہیں۔

روضہ کے جنوبی سمت میں حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے جس قدر اضافہ فرمایا تھا اُسے پیتل کا جنگلہ روضہ سے علیحدہ کر دیتا ہے۔ اس جنگلہ کے پاس کلام پاک کے نسخے مطبوعہ اور قلمی دلائل الخیرات کے نسخے کثیر تعداد میں رکھے رہتے ہیں۔ زائرین روضہ میں داخل ہو کر تلاوت کرتے ہیں۔ دلائل الخیرات پڑھتے ہیں۔ [۲]

---

[۱] محبت و احترام کی یہ تمام ادائیں اب یکسر ختم کر دی گئی ہیں۔ [۲] مخصوص عقائد کی بدولت اب مدینہ طیبہ کیا پورے سعودی عرب میں دلائل الخیرات اور اس نوعیت کی دوسری متبرک کتابیں پڑھنا اور رکھنا ممنوع ہیں۔

رؤف و رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا نمونہ اس روضہ میں نظر آتا ہے۔ یہ جگہ بہت مختصر سی ہے۔ تین سو سے کچھ زیادہ آدمی اس میں بیٹھ سکتے ہیں لیکن رحمت کی عجیب شان ہے کہ جب کسی نے اس میں داخل ہونے کا قصد کیا تو اُسے جگہ مل ہی جاتی ہے۔ کثرت ہجوم کے سبب سے کوئی محروم نہیں رہتا ہے۔ حالانکہ مسجد نبوی میں یہی وہ جگہ ہے جو اپنے شرف و تقدس کی بنا پر آدمیوں سے ہمیشہ بھری رہتی ہے۔

اب مناسب ہوگا اگر حرم مدنی کے دیگر حصص کا ذکر کر دیا جائے۔

بستان فاطمہ صحن مسجد میں اُس دالان سے متصل جو شرقی جانب میں ہے ایک چھوٹا سا احاطہ ہے جو لوہے کے جنگلوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس میں ایک درخت املی کا اور چار پانچ درخت کھجور کے کچھ پیڑ مہندی کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس جگہ مکان حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ آپ نے صحن مکان میں کھجور اور مہندی کا باغ لگایا تھا یہ درخت اُسی باغ کی یادگار ہیں[۱]

بیر النبی بستان فاطمہ کے سامنے ایک کنواں ہے جس کا نام بیر النبی ہے۔ جس میں دستی پمپ لگا ہوا ہے۔ پانی اس کا ایسا لطیف و شیریں ہے کہ اس کا ذائقہ اُسے کبھی نہیں بھولتا ہے جس نے ایک مرتبہ اُسے پیا ہو۔

قفس بستان فاطمہ کے پیچھے شرقی دالان کے ایک حصہ کے ستونوں پر لکڑی کا کٹہرا لگا کر سلطان عبد المجید خاں نے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت اس جگہ کو عورتوں کو نماز پڑھنے کے لئے خاص طور پر بنایا تھا اس وقت تک یہی معمول ہے کہ اس میں عورتیں آکر بیٹھتی ہیں۔ آج کل[۳] اس کو قفس کہتے ہیں۔

خدام کا چبوترہ اہل صفہ کا مقام اسی دالان شرقی کے جنوبی طرف ایک چبوترہ ہے جو خدام حرم کی خاص نشستگاہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسی مقام پر اہل صفہ رہتے تھے۔

متوضا سلطان عبد المجید خاں نے باب الرحمۃ اور باب السلام کے متصل وضو کرنے کے لئے بہت سی نلیں لگوا دی ہیں ان کو اہل مدینہ حنفیہ کہتے ہیں۔

ادب خانہ متوضا سے کچھ فاصلے پر قضائے حاجت کے لئے جگہیں بنی ہوئی ہیں آج کل کی

[۱،۲] یہ تمام یادگاریں اب ختم کر دی گئی ہیں

[۳] مسجد نبوی میں اب عورتوں کے داخلہ کے لئے باب جبرئیل، باب النساء، باب عبد العزیز اور باب عثمان ہیں۔

اصطلاح میں اسے ادب خانہ کہتے ہیں [1]

نمازِ عشا کے بعد حرم مدنی خالی کر دیا جاتا ہے اور دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ آغاؤں کا پہرہ ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی عقیدت مند شب مسجد نبوی میں بسر کرنا چاہے تو رئیس آغا سے جسے مستسلم کہتے ہیں اجازت لے کر شب بیداری کر سکتا ہے [2]۔ رفع حاجت کی اگر ضرورت پیش آ جائے یا تجدید وضو کی حاجت ہو تو اندر ہی اندر متوضا اور ادب خانہ تک پہنچ جاتا ہے۔

اب کہ حرم مدنی کے مقدس و متبرک حصص اور دیگر مقامات کا ذکر ہو چکا اس مقدس و مطہر مقام کا ذکر کیا جاتا ہے جس کے صدقے میں سارے مقامات مقدس و متبرک ہوئے۔

مقصورہ شریفہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی تو اسی کے ساتھ ساتھ دو حجرے بھی بنائے گئے جن میں سے ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تھا اس حجرہ کو ایسی حیات ابدی عطا ہوئی کہ قیامت تک اس کا وجود قائم و باقی ہے۔ ظاہری صورت تو اس کی یہ تھی کہ ایک کوٹھری خام اینٹ کی تھی لیکن تا قیام قیامت چوں کہ باقی رہنا قادر قیوم نے اس کے حصہ میں عطا فرمایا تھا اس لئے یہ خواب گاہ سید المرسلین حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا قرار پایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو انھیں بھی اسی رشک فردوس حجرہ میں جگہ دی گئی۔ صدیق اکبر کا سر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مطہر کے مقابل ہے۔ اس کے بعد فاروق اعظم تشریف لائے اور آپ کا سر سینہ صدیق اکبر کے مقابل ہے۔

کچھ عرصہ تک یہ حجرہ شریفہ اپنی اسی سادگی کے عالم میں رہا لیکن ولید کے زمانۂ سلطنت میں حضرت عمر بن عبد العزیز عامل مدینہ تھے۔ آپ نے بموجب حکم شاہی نہایت قیمتی پتھر کا مکان حجرہ شریفہ کے گرداگرد تعمیر فرمایا اور اس سنگی عمارت میں کوئی دروازہ کسی طرف سے نہیں رکھا گیا۔ اب حجرہ شریفہ حجاب میں آ گیا زائرین اس سنگی عمارت کی زیارت سے مستفیض ہوتے تھے

---

[1] مسجدِ نبوی کی جدید توسیع میں یہ مقامات مسجد میں شامل کر لئے گئے ہیں۔ اب وضو اور غسل وغیرہ کا انتظام مغرب اور شمال میں ہے۔

[2] اب ایسا ممکن نہیں مسجدِ نبوی میں حاضری اور روضۂ اقدس کی زیارت فجر سے لے کر نمازِ عشاء سے تقریباً ایک گھنٹہ بعد تک ہو سکتی ہے۔

یہ عمارت مخمس یا مسدس شکل کی بنائی گئی تاکہ خانہ کعبہ سے مشابہت نہ ہونے پائے۔

کچھ دنوں بعد اس عمارت کے گرداگرد چوبی جنگلہ لگا دیا گیا جس میں مختلف سلاطین اپنے اپنے عہد میں تحفظ و استحکام کی غرض سے تبدیلیاں کرتے رہے۔ بالآخر ایک احاطہ سنگِ رخام کے ستونوں اور محرابوں کا طیار کیا گیا۔ اور انھیں ستونوں پر قبہ شریف کی بنیاد قائم کی گئی۔ ہر محراب کے نیچے دو دروازے بنائے گئے اور ہر دروازے میں کواڑ لگائے گئے۔ سنگی عمارت اور محرابی احاطہ کے درمیان تقریباً پانچ یا چھ ہاتھ کا فاصلہ تھا اور یہ فاصلہ گویا راستہ قرار دیا گیا اور اس راستہ کی چھت پاٹ کر اسے مسقف کر دیا گیا۔ اس ساری عمارت کا نام مقصورہ شریفہ ہے اور گنبد شریفہ کو قبۂ خضرا کہتے ہیں۔ مقصورۂ شریفہ کے گرداگرد پیتل کی جالیاں لگائی گئیں جو صناعی کا بہترین نمونہ ہے۔ اب واضح طور پر اس عمارت کو یوں سمجھئے کہ زائر کے پیش نظر پیتل کی زرد جالیاں ہیں جالیوں کے بعد محرابی احاطہ ہے اس کے بعد سنگی عمارت، اس سنگی عمارت کے اندر حجرہ شریفہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس حجرہ شریفہ میں تین قبر مقدس و مطہر۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی وَزِیْرَیْہِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ[1]۔

باب مقصورہ شریفہ

خانہ کعبہ پر غلاف تو اسلام سے پہلے ہی چڑھایا جاتا تھا جسے خود اسلام نے بھی کعبہ کا احترام قرار دے کر جاری رکھا لیکن مقصورۂ شریفہ پر بنو امیہ اور کچھ زمانہ عباسیہ تک کوئی غلاف یا چادر نہ تھا۔ خلیفہ ہارون رشید کی ماں جب زیارت مقصورہ شریفہ سے مشرف ہوئی تو سب سے پہلے اسی خاتون نے مقصورۂ شریفہ پر ریشمی پردے چڑھائے۔ اس کے بعد مستنصر باللہ کے عہد میں امیر حسین نے جو وزیر مصر محمد صالح کا داماد تھا دیبائے ابیض کا غلاف چڑھایا جس کے وسط میں سرخ حریر کا پٹکا تھا اور اس پٹکہ پر زریں تار سے سورۂ یٰسین شریف کڑھی ہوئی تھی۔ اس کے بعد ناصر لدین اللہ نے سیاہ ریشم کا غلاف بھیجا پھر جب کہ ایک بڑی جاگیر غلاف خانہ کعبہ اور مقصورۂ شریفہ کے لئے وقف کر دی گئی تو اس وقت سے ہر پانچ برس بعد غلاف مبارک آیا کرتا تھا لیکن جب آلِ عثمان[2] نے خادم الحرمین ہونے کی عزت پائی تو

---

[1] اے اللہ رحمت کاملہ نازل فرما اپنے حبیب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے وزیر ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) پر۔

[2] آلِ عثمان کی حکومت (۷۰۰ھ تا ۱۳۴۲ھ / ۱۳۰۰ء تا اکتوبر ۱۹۲۳ء) چھ سو تئیس ۶۲۳ سال رہی ایسی طویل مدت کسی اسلامی حکمران خاندان کو نصیب نہیں ہوئی۔ (تاریخ الامت، جلد ہفتم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء)

اُس وقت سے یہ معمولی قرار دیا گیا کہ ہر نئے بادشاہ کی تخت نشینی کے موقع پر بعد اعلان دستور غلاف مبارک آتا تھا موجودہ غلاف غازی سلطان عبدالحمید کی تخت نشینی کی یادگار ہے۔

سبز غلاف پر سات آٹھ ہاتھ کی بلندی پر سرخ مخمل کا حزام یعنی پٹکہ ہے جس میں سونے کے حرفوں میں سورۂ فتح کڑھی ہوئی ہے۔ جنوبی دیوار سے شروع ہو کر غربی شمالی دیواروں پر ہوتی ہوئی شرقی دیوار کے کونے پر ختم ہو جاتی ہے۔

حزام سے نیچے جنوبی دیوار جس طرف زائرین کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے ہیں چار کتبے سرخ مخمل کے ٹکے ہوئے ہیں۔ ہر ایک کتبہ پر حروف زریں تار سے بنائے گئے ہیں صورت کتبوں کی یہ ہے۔

(۱) لا الٰہ الا اللہ

(۲) ھذا قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) ھذا قبر ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

(۴) ھذا قبر عمر الفاروق رضی اللہ عنہ

رات میں روشنی کا نظارہ

شب کے وقت جب کہ حرم مدنی اور مقصورہ شریفہ میں روشنی ہوتی ہے تو یہ خطہ پاک بقعہ نور بن کر حاضرین کی نگاہوں سے حجابات اٹھا کر بارگاہ نبوت کے عظمت کی جھلک دکھا دیتا ہے۔ برقی روشنی جس کا اہتمام سلطان عبدالحمید خاں نے کیا ہے اُس کے علاوہ کتنے جھاڑ اور فانوس ہیں کہ وہ روشن کئے جاتے ہیں۔

صحیح تعداد جھاڑ اور شمعدانوں کی تو بتائی نہیں جا سکتی لیکن یہ معلوم ہے کہ بلورین جھاڑ و قنادیل کے علاوہ پچاسوں سونے اور چاندی کے شمعدان ہیں جن میں سے اکثر سونے کے شمعدان جواہرات سے مرصع ہیں۔ انھیں کثیر التعداد سونے کے شمعدانوں میں دو شمعدان سونے کے سلطان عبدالمجید کے بھیجے ہوئے ہیں جو پانچ پانچ ہاتھ لانبے ہیں۔

عباس پاشا اول کے بھیجے ہوئے تحائف میں سے دو چاندی کے جھاڑ ہیں ایک میں چھتیس بتیاں جلتی ہیں۔ یہ محراب عثمان میں آویزاں ہے۔ دوسرا جھاڑ تیس بتیوں کا ہے۔ یہ چہرۂ انور کے سامنے آویزاں ہے۔

غرض سلاطین و امرا نے وقتاً فوقتاً منوں سونا چاندی شمعدان اور جھاڑ کی شکل میں حاضر آستانۂ مقدسہ کیا ہے۔

جواہر و مروارید کے تحائف (۱)

ان قیمتی ہدایا کے علاوہ بعض نادر و بیش بہا جواہرات ہیں جو سلاطین نے پیش کش کئے ہیں ایک سونے کی تختی جس کے گردا گرد دو سو ستائیس قیمتی جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ اُس کے بیچ میں بیضۂ کبوتر سے کچھ چھوٹا ایک ہیرا جڑا ہوا ہے۔ اس ہیرے کی غایت تابانی اور درخشانی کی وجہ سے اس کا نام تاریخ میں کوکب دری ہے۔

یہ تختی مقصورۂ شریفہ کے دیوار پر چہرۂ انور کے سامنے آویزاں ہے۔ خاندان عثمان کے بادشاہ احمد خاں اول ابن سلطان محمد خاں نے ۱۱۰۰ھ گیارہ سو ہجری کی ابتدا میں پیش کش کیا تھا۔

(۲) اس تختی کے نیچے بقدر بالشت ایک دوسری چھوٹی تختی سونے کی آویزاں ہے یہ بھی جواہرات سے مرصع ہے اور اس کے بیچ میں کوکب دری سے چھوٹا ہیرا جڑا ہوا ہے یہ سلطان مراد رابع ابن سلطان احمد اول کا ہدیہ ہے۔

(۳) اس سے متصل ایک اور سونے کی بڑی تختی ہے اس تختی پر ہیرے کے بڑے بڑے ٹکڑوں سے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نقش منقوش ہے ۱۲۹۱ھ میں سلطان محمود کی بیٹی نے یہ تحفہ پیش کیا ہے۔

(۴) ایک سونے کے ٹکڑے پر ہیرے سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی لکھا گیا ہے۔ علاوہ ان نادر تحائف کے بہت سے بیش بہا اور جواہرات ہیں مثلاً موتیوں کے متعدد ہار مروارید کا جاروب، مرصع پنکھے، مرصع عود سوز یعنی خوشبو جلانے کی انگیٹھی مرصع

زیورات مثل کنگن وبالی وغیرہ۔ تحائف مقصورہ شریفہ کی قیمت کا تخمینہ ستر لاکھ گنی کیا جاتا ہے۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا یہ حالات وواقعات طوائف الملوکی سے قبل کے ہیں اس عرصہ میں کیا ہوا اور کس چیز میں کیا تغیر پیدا کیا گیا اسے وہ لکھے گا جو اس پرفتن دور کا تاریخ نگار ہوگا۔ آداب حاضری سے قبل ان امور کا ذکر یوں مناسب معلوم ہوا کہ زائر اسے پڑھ کر پراگندگی نظر سے فارغ ہو جائے۔ حاضری کے وقت دل کا کسی غیر کی طرف مائل ہونا یا نگاہ کا ادھر اُدھر بھٹکنا سعادت کا کھونا ہے ؎

سرا اینجا' سجدہ اینجا' بندگی اینجا' قرار اینجا[1]

آداب حاضری مدینہ

مکہ معظمہ سے طواف وداع کرتے ہی مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ تمھارے آقا تمھارے سردار حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ولولہ انگیز الفاظ میں تمھیں اپنے حضور میں حاضر ہونے کی رغبت دلاتے ہیں۔ ایک حدیث میں یوں ارشاد ہے۔

مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ یعنی جس نے حج تو ادا کیا مگر میری زیارت نہ کی تو بے شک اُس نے مجھ پر ظلم کیا۔

دوسری حدیث مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے حق میں میری شفاعت ضرور ہے۔

تیسری حدیث مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیٰوتِیْ یعنی جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اُس نے مجھے بقید حیات دیکھا۔

چوتھی حدیث مَنْ زَارَ قَبْرِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیٰوتِیْ یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں زیارت کی۔

ان دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ زمانۂ رسالت میں جس طرح دیکھنے والوں کو نہ دیکھنے والوں پر فضیلت حاصل تھی اُسی طرح بعد آپ کے پردہ فرمانے کے جو مزار مقدس کی

---

[1] اِس جگہ سر جھکا دو۔ جائے سجدہ یہی ہے۔ بندگی کا مزا یہیں ہے اور قلب ونظر کو قرار اِسی مقام سے ملتا ہے۔ ؏ اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

زیارت سے فائز ہوا وہ اس پر فضیلت رکھتا ہے جو مزار مطہر کی زیارت سے محروم رہا۔ اس کا یہ منشا نہیں کہ مزار مطہر کا زائر صحابی ہوگیا نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ جس طرح صحابہ کو شرف دیدار کا فضل اُن مسلمانوں پر حاصل تھا جو دیدار سے بہرہ یاب نہیں ہوئے تھے، اُسی طرح زائر کو غیر زائر پر فضل حاصل ہے۔

پانچویں حدیث مَنْ زَارَنِي مُتَعَمِّدًا كَانَ فِي جِوَارِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی جس نے خالص محض میری زیارت کا قصد کر کے حاضری دی وہ قیامت کے روز میرے پڑوس میں ہوگا ؎

جانم فدائے دیدہ کہ روئے تو دیدہ است[۱]

قربانِ پا شوم کہ بکویت رسیدہ است

طے منازل منزل جس قدر طے ہوتی جائے تو کوشش اس کی ہو کہ ادب و احترام اور جذبۂ شوق افزوں ہوتا جائے۔ زبان پر صلوٰۃ و سلام اور دل میں تصور حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم ؎

خوشا[۲] چشم کو دید آں مصطفیٰ را

خوشا دل کہ دارد خیالِ محمد

داخلہ مدینہ طیبہ جب شہر پناہ کے اندر داخل ہو تو بہتر یہ ہے کہ پیادہ ہو لو اور اگر ہوسکے تو ننگے پاؤں چل کر در اقدس تک حاضر ہو ؎

جائے[۳] سرست ایں کہ تو پا می نہی

پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

قبۂ انور پر نظر جس وقت نگاہ قبۂ انور سے شرف اندوز ہو صدق دل سے با سوز و گداز اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کی کثرت کرو۔ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال و جمال کے تصور میں غرق ہو جانے کی سعی بلیغ کرو۔

حاضری کی تیاری اسی کیف سے مکیف بشرط حاجت اقامت گاہ پر پہنچ کر جلد سے جلد اُن ضروریات سے فارغ ہو جس کا لگاؤ سکون قلب میں خلل انداز ہوسکتا ہے۔ اب بہتر تو یہ ہے کہ غسل کرو ورنہ حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر مسواک کر کے وضو کرو اور جو عمدہ نفیس کپڑا موجود ہو وہ پہنو

---

[۱] میری جان ان آنکھوں پر قربان جنھوں نے آپ کے رُخِ مقدس کی زیارت کی ہیں اُن پاؤں پہ قربان جو تیرے کوچہ میں پہنچے۔

[۲] وُہ آنکھ کتنی بلند بخت ہے جو دیدارِ مصطفٰے سے بہرہ ور ہو۔ وُہ دِل کتنا مُبارک ہے جس میں مصطفٰے کا تصوّر ہے۔

[۳] حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

سفید اور نیا بہتر ہے پھر خوشبو لگاؤ اصناف خوشبو میں مشک بہتر ہے یا وہ عطر جس میں مشک کی آمیزش ہو اب فوراً آستانہ اقدس کی طرف بصد خشوع و خضوع متوجہ ہو۔

مسجد النبی کا دروازہ — مسجد پاک کے دروازہ پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام[1] پڑھتے ہوئے چند لمحات توقف کرو گویا حاضری کی اجازت لینے کی التماس کر رہے ہو پھر بسم اللہ کہکر وہی دعا جو داخلہ مسجد کی بتائی گئی ہے[2] پڑھ کر داہنا پاؤں بڑھا کر بکمال ادب داخل ہو۔

التفات تام اور ادب کمال — اس وقت جو ادب و تعظیم واجب ہے اُسے ہر سُنّی مسلمان کا دل جانتا ہے۔ آنکھ، کان زبان، ہاتھ، پاؤں، دل اور دماغ سب کو خیال غیر سے پاک کرو نہ مسجد شریف کے طول و عرض اور بلندی کو دیکھو نہ اُس کے نقش و نگار کی طرف نظر کرو نہ فرش و مصلے کا لحاظ کرو، نہ حاضرینِ مسجد کی طرف اپنے التفات کو جانے دو۔ ہاں اگر کسی کا سامنا ہی ہو جائے تو محض سلام یا جواب سلام پر اکتفا کر کے اپنی حاضری کو مقبول بنانے میں مشغول ہو ؎

در بزم وصال تو بہنگامِ تماشا[3]

نظارہ ز جنبیدنِ مژگاں گلہ دارد

تحیۃ المسجد اور سجدۂ شکر — مسجد اقدس میں پہنچ کر دوگانہ تحیۃ المسجد صرف قلیا اور قل ہو اللہ سے رعایت سنت کے ساتھ پڑھو[4]۔ وسط مسجد میں جہاں محراب النبی ہے اگر یہ دو رکعت ادا کرسکو تو بہت ہی مبارک اور اگر وہاں جگہ نہ ملے تو اُس سے قریب نماز پڑھکر سجدۂ شکر میں گرو اور دعا کرو کہ الٰہی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اپنا قبول مجھ گنہگار کو نصیب فرما۔

مقصورۂ شریفہ کی حاضری — اب کہ تحیۃ المسجد اور سجدۂ شکر سے فارغ ہو چکے ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے گناہوں کی ندامت سے شرمسار اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و کرم کے اُمیدوار سرکار والا کے بائیں یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو۔

حضور اقدس اپنے مزار پر انوار میں قبلہ رو جلوہ فرما ہیں بائیں سے حاضر ہو گے تو حضور کی نگاہ بے کس پناہ تمہاری طرف ہوگی اور یہ سعادت تمہارے لئے دارین میں کافی ہے۔ الحمد للہ

---

[1] اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (الحدیث) [2] دیکھئے صفحہ ۶۸

[3] آپ کے وصال کی مجلس میں دیدار کے وقت پلکوں کی حرکت بھی ناقابل برداشت ہے۔ زیارت کرنے والا اس امر کی بھی شکایت کرتا ہے۔

[4] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو حکم دیا تھا کہ مسجد شریف میں داخل ہو کر پہلے تحیۃ المسجد پڑھا کریں، اس کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کریں۔ اب بھی یہی حکم ہے۔ مسئلہ۔ اگر نماز کے لیے جماعت کھڑی ہو جائے یا نماز فرض کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو تحیۃ المسجد کا دوگانہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ یہ دوگانہ فرض نماز کی ادائیگی میں ہو جائے گا۔

کہ نگاہ رحمت کے سایہ میں تم آ گئے ؎

تو کہ کیمیا[1] فروشی نظرے بقلب ما کن

کہ بضاعتے نداریم و فگندہ ایم دامے

چاندی کی کیل | اب زیر قندیل اُس چاندی کی کیل کے سامنے جو حجرۂ مطہرہ کے جنوبی دیوار میں چہرۂ انور کے مقابل لگی ہے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے قبلہ کو پیٹھ اور مزارِ انور کو منھ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر نہایت ادب و وقار کے ساتھ بآوازِ حزیں و درد آگین سلام عرض کرو۔ امام محمد ابن[2] حاج مکی مدخل میں اور امام احمد[3] قسطلانی مواہب لدنیہ میں و نیز دیگر ائمہ دین فرماتے ہیں۔

لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِهٖ وَحَیَاتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِیَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ عِنْدَهٗ جَلِیٌّ لَاخِفَاءَ بِهٖ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں، ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلا پوشیدگی نہیں (مدخل مطبوعہ مصر صفحہ ۲۱۵)

منسک متوسط اور اُس کی شرح مسلک میں ہے انه صلى الله عليه وسلم عالم بحضورك وقيامك وسلامك اى بجميع احوالك وافعالك وارتحالك ومقامك یعنی بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال و احوال و مقام کوچ سے آگاہ ہیں۔

عالمگیری اور اختیار شرح مختار میں ہے۔ یَقِفُ کَمَا یَقِفُ فِی الصَّلٰوةِ حضور کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے لباب میں اور بھی واضح کر دیا وَاضِعًا یَمِیْنَهٗ عَلٰی شِمَالِهٖ یعنی دست بستہ داہنا ہاتھ بائیں پر رکھ کر کھڑا ہو۔

ہاں سلام میں نہ تو آواز بلند و سخت ہو کہ اس سے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ سورۂ حجرات کی

---

[1] اے کہ تو کیمیا فروش (مراد وہ دوا ہے جس سے معمولی دھاتیں سونا بن جاتی ہیں) ہے، میرے دل پر نگاہ ڈال اگرچہ میرے پاس کوئی پونجی نہیں۔ جو تھی، وہ میں نے ضائع کر دی۔

[2] امام ابن الحاج ابی عبد اللہ محمد المالکی متوفی ۷۳۷ھ/۱۳۳۷ء [3] شیخ احمد ابن محمد الخطیب القسطلانی المصری الشافعی متوفی ۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء

آیات اس پر دلیل ہیں نہ بہت ہی پست و دھیمی کہ خلاف سنت ہے۔ معتدل آواز سے سلام عرض کرو۔

بارگاہ نبوت کا سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاخَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاشَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاُمَّتِكَ اَجْمَعِيْنَ

سلام عرض کرنے کے بعد درود کی کثرت کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے، اپنے ماں باپ کے لئے، اپنے اساتذہ کے لئے، اپنے شیوخ طریقت کے لئے، اپنے اولاد و اعزہ کے لئے، اپنے احباب اور سارے سُنّی مسلمانوں کے لئے صدق دل سے شفاعت مانگو۔

صدیق اکبر کا سلام

اب اپنے داہنے ہاتھ کی طرف بقدر ایک ہاتھ ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چہرۂ نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کرو۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاخَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاوَزِيْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاصَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي الْغَارِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

فاروق اعظم کا سلام

پھر اسی قدر یعنی ایک ہاتھ اور ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو کھڑے ہو کر سلام عرض کرو۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَامُتَمِّمَ الْاَرْبَعِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاعِزَّ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

دونوں خلفا کا سلام

پھر بالشت بھر اپنے بائیں ہاتھ کو مغرب کی طرف پلٹو اور صدیق و فاروق کے درمیان کھڑے ہو کر عرض کرو۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَاخَلِيْفَتَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَاوَزِيْرَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَاضَجِيْعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَسْاَلُكُمَا الشَّفَاعَةَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْكُمَا وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

نوٹ:۔ عربی عبارات کے تراجم کے لئے کتاب کے آخر میں ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔ (ناشر)

بہ سلام[1] آمدم جوابم دہ ٭ مرہمے بر دلِ خرابم نہ

منبر اور جنت کی کیاری

سلام سے فارغ ہو کر منبر اطہر کے قریب آؤ اور دعا مانگو پھر روضہ یعنی جنت کی کیاری میں داخل ہو۔ اگر وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت نفل پڑھ کر یہاں دعا مانگو مسجد نبوی کے ہر ستون کے پاس جاؤ اور دعا مانگو خاص کر اُن آٹھ ستونوں کے پاس (جنھیں اسطوانات رحمت کہتے ہیں اور ان کا ذکر اوپر گزر چکا) ان آٹھ ستونوں کے پاس نماز نفل پڑھنے اور دعا مانگنے سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ نہیں معلوم تمہاری قسمت کا حصہ کہاں ہو۔

پنجگانہ یا کم از کم صبح و شام مواجہ شریف میں عرض سلام کے لئے ضرور حاضر ہوتے رہو شہر میں خواہ شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد مبارک پر نظر پڑے فوراً دست بستہ اُدھر منہ کر کے صلوٰۃ سلام عرض کرو۔ بغیر اس کے ہرگز نہ گزرو خلاف ادب ہے اور ترک ادب محرومی کی دلیل کم از کم ایک ختم قرآن مجید کا مسجد نبوی میں ضرور کرو اگر ختم کلام پاک جنت کی کیاری پر نصیب ہو تو زہے نصیب ورنہ جہاں جگہ پاؤ۔

ترک جماعت بلا عذر ہر جگہ گناہ ہے اور یہاں تو گناہ کے علاوہ کیسی سخت محرومی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کی چالیس نمازیں میری مسجد میں فوت نہ ہوں اُس کے لئے دوزخ اور نفاق سے آزادی لکھی گئی۔

قبر کریم کو ہرگز پیٹھ نہ کرو بلکہ نماز میں بھی ایسی جگہ تلاش کر کے کھڑے ہو کہ پیٹھ قبر کریم کو نہ ہو۔ یاد رکھو کہ جس طرح کعبہ معظمہ اور قرآن کریم کا دیکھنا عبادت ہے اسی طرح مقصورۂ انور پر بھی نظر کرنا عبادت ہے۔ پس نہ اس عبادت میں کمی کرنا چاہیئے نہ اس کے ادائیگی حق میں کوتاہی۔

مصلحت[2] نیست مرا سیری ازاں آب حیات
ضاعف اللہ بہ کل زمان عطشی

مساجد متبرکہ کی حاضری

مسجد النبی اور مقصورۂ شریفہ پر حاضر ہونے کی سعادت جب حاصل ہو جائے تو مسجد قبا اور جنت البقیع اور اُحد کی زیارت کرو کہ سنت ہے علاوہ مسجد قبا کے

---

[1] سلام کے لئے حاضر ہوا ہوں جواب عنایت ہو میرے زخمی دل پر اپنے کرم کی مرہم رکھیئے۔

[2] اس آب حیات سے میری پیاس بجھنا میرے لئے بہتر نہیں، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے ہر زمانے میں میری پیاس کو اور بڑھاتے (تاکہ میں اس سے مزید سیراب ہوتا رہوں)

کچھ اور مساجد ہیں[1] جن کی حاضری برکت سے خالی نہیں۔ زمانہ مہلت دے تو ان مساجد میں بھی حاضر ہو کر کم از کم دو رکعت نفل پڑھ کر دعا کرو۔

مسجد قبا قبا مدینہ طیبہ کا ایک محلہ ہے ہجرت فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے اسی محلہ میں چند روز تک قیام فرمایا مدت قیام بعض روایت میں تین روز اور بعض میں چودہ دن مروی ہے۔

اسی مختصر زمانہ قیام میں آپ نے قبا میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اپنے دست مبارک سے بنیاد رکھ کر جماعت صحابہ کے ساتھ تعمیر شروع فرمادی۔ قرآن کریم میں اس مسجد اور اس مسجد میں نماز پڑھنے والوں کی فضیلت وارد ہے۔ احادیث شریفہ نے بھی برکات گوناگوں بتائے ہیں۔ ترمذی شریف کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں اَلصَّلٰوۃُ[2] فِي مَسْجِدِ قُبَا كَعُمْرَةٍ یعنی مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا ثواب مثل عمرہ کے ثواب کے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنیچر کے روز اکثر اور کبھی کبھی دوشنبہ کے روز اس مسجد میں تشریف لاتے اور نماز ادا فرماتے حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنے زمانۂ خلافت میں تشریف لاتے اور اپنے ہاتھ سے مسجد قبا میں جاروب کشی فرماتے پس اس مسجد میں سنیچر یا دوشنبہ کے روز حاضر ہو کر دو رکعت یا چار رکعت نفل ادا کرے اور یہ دعا مانگے۔

يَا صَرِيْخَ[3] الْمُسْتَصْرِخِيْنَ وَيَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَا مُفَرِّجَ كُرُوْبِ الْمَكْرُوْبِيْنَ يَا مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاكْشِفْ كَرْبِيْ وَحُزْنِيْ كَمَا كَشَفْتَ عَنْ رَسُوْلِكَ حُزْنَهٗ وَكَرْبَهٗ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا كَثِيْرَ الْمَعْرُوْفِ يَا دَائِمَ الْاِحْسَانِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

مسجد الجمعہ اس مسجد کے دو اور نام ہیں مسجد الوادی اور مسجد عاتکہ یہ مسجد مدینہ شریف سے قبا جاتے ہوئے راستہ میں ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ بروز جمعہ تشریف

---

[1] ان میں بہت سی مسجدیں آباد ہیں بہت سی غیر آباد۔۔۔ زمانۂ نبوی کی مسجد یہاں میں کوئی مسجد نہیں۔ بعد میں کئی بار تجدید ہو چکی، مگر جگہ وہی ہے۔ اس لیے برکت و رحمت سے خالی نہیں۔ (رہنمائے حج مطبوعہ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

[2] یہی الفاظ مسجد کی محراب کے اُوپر لکھے ہُوئے ہیں۔ [3] اے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس! اے مدد طلب کرنے والوں کی مدد کرنے والے! اے رنج والم میں مُبتلا لوگوں کے مصائب دُور کرنے والے! اے بے چین لوگوں کی دُعا قبول کرنے والے! دُرود بھیج ہمارے آقا جناب محمدؐ اور ان کی آل پر، اور میری مصیبت اور غم دُور کر جیسا کہ تو نے اپنے رسُول سے اس مقام میں غم اور اضطراب دُور فرمایا۔ اے مہربان! اے کرم کرنے والے! اے بے شمار احسان فرمانے والے! اے ہمیشہ بھلائی فرمانے والے! اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

لارہے تھے قبیلہ[1] بنی سالم بن عوف میں پہنچکر نماز جمعہ کا وقت آگیا آپ نے اسی جگہ پر نماز جمعہ ادا فرمائی بنوسالم نے اُس جگہ کو مسجد بنالیا وہی مسجد مسجد الجمعہ[2] کہی جاتی ہے۔

مسجد الفضیخ | بفتح فا وکسر ضاد وسکون یا وخا معجمہ اس کا دوسرا نام مسجد الشمس ہے۔ بنو نضیر یہودیوں کا جب آپ نے محاصرہ فرمایا تھا تو اسی جگہ سے قریب آپ کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ چھ روز تک آپ نے اس جگہ نماز ادا فرمائی یہ مسجد بلندی پر سیاہ پتھروں کی بنیاد پر شکل مربع بغیر چھت کے مسجد قبا سے مشرق کی جانب[3] واقع ہے۔

مسجد بنو قریظہ | مسجد الشمس کے شرقی جانب واقع ہے اُس وقت کہ بنو قریظہ کا آپ نے محاصرہ فرمایا تھا اسی مقام پر قیام تھا اور اس کے ایک گوشہ میں نماز گاہ۔

مسجد ماریہ قبطیہ | ماریہ قبطیہ حضرت سیدنا ابراہیم ابن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ ہیں۔ اس جگہ ماریہ قبطیہ کا ایک چھوٹا سا باغ تھا اسی جگہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ کی ولادت ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی ماریہ قبطیہ کے پاس تشریف لے جاتے تو اس باغ کے ایک حصہ میں نماز ادا فرماتے۔ یہ مسجد[4] شمال کی طرف مسجد بنو قریظہ سے واقع ہے۔ شکل اس کی بھی احاطہ کی ہے اور بغیر چھت کے ہے۔

مسجد بنو ظفر | اس مسجد کا دوسرا نام بغلہ ہے اور عوام اسے سفرۂ پیغمبر کہتے ہیں جنت البقیع کے اُس راہ سے جہاں قبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کا ہے۔ شرق میں واقع ہے۔

ایک بار چند اصحاب مثل ابن مسعود اور معاذ ابن جبل وغیرہ کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو ظفر کے گھر تشریف لے گئے اور نماز نفل ادا فرمائی بنو ظفر نے آپ کے مصلے کو مسجد بنالیا۔[5]

اس مسجد کے پاس ایک پتھر ہے اُس کے متعلق یہ روایت ہے کہ آپ نے اُس پتھر پر نشست فرمائی ہے اور قاری سے قرآن پاک کا استماع فرمایا ہے۔ اس پتھر کی یہ خاصیت بیان کی جاتی

---

[1] قبیلہ بنی سالم کی دوسری مسجد (جو مسجدِ جمعہ سے بڑی تھی) کا نام مسجدِ کبیر آیا ہے۔ [2] اب یہ مسجد (چھوٹی سی، ایک گنبد والی) نہایت پختہ اور خوبصورت بنی ہوئی ہے، اگرچہ اس کے گرد اب کوئی آبادی نہیں ہے۔ (سفرنامہ ارض القرآن، مطبوعہ ۱۹۸۲ء)

[3] چند فرلانگ کے فاصلے پر ہے، اور آج بھی اس جگہ ایک چھوٹی چار دیواری ہے۔

[4] یہ مبارک مسجد، مسجدِ ابراہیم اور مسجدِ مشربہ اُمِّ ابراہیم کے ناموں سے بھی مشہور ہے۔

[5] اِس مسجدِ مبارک کو ابوجعفر منصور مستنصر باللہ (۶۲۳ھ تا ۶۴۰ھ) نے ۶۳۰ھ میں تعمیر کرایا۔ (آثار المدینہ، ص ۱۳۴)

ہی کہ اگر بانجھ عورت اس پر بیٹھے تو اس کی برکت سے حاملہ ہو۔

مسجد الاجابہ جنۃ البقیع کے شمالی جانب یہ مسجد بلندی پر واقع ہی بنو معاویہ[1] جو ایک قبیلہ اوس کا ہی یہ مسجد اُن کی ہی۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مع جماعت اصحاب اس مسجد پر ہوا آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور بہت دیر تک دعا فرماتے رہے۔

مسجد البقیع مشہد عقیل رضی اللہ عنہ سے غربی جانب واقع ہی اسے مسجد ابی بن کعب بھی کہتے ہیں۔ جنت البقیع کے دروازہ سے باہر آنے والے کو اپنے سیدھے ہاتھ پر یہ مسجد ملے گی۔

مسجد طریق السافلہ اس کا دوسرا نام مسجد ابو ذر غفاری ہی۔ سید الشہدا حضرت حمزہ کے مزار مقدس کو جو راستہ گیا ہی اُس راستہ پر چھوٹی سی آٹھ ہاتھ کی مسجد[2] ہی اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی ہی۔ اسی مقام پر آپ کو امت کے حق میں یہ مژدہ دیا گیا کہ آپ کی امت میں سے جو کوئی آپ پر درود بھیجے گا اُس پر میں درود بھیجوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مژدہ پر بہت ہی طویل سجدۂ شکر ادا فرمایا۔

مصلی عید مدینہ سے باہر غربی جانب یہ عیدگاہ واقع ہی۔ عیدین کی نماز اسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرماتے تھے۔[3]

مسجد ابوبکر عیدگاہ سے شمال کی جانب ایک مسجد ہی بعض روایات میں حضرت ابوبکرؓ کا اس جگہ نفل پڑھنا اور بعض میں اپنے زمانۂ خلافت میں نماز عیدین ادا کرنا مروی ہی۔ ایک روایت یہ بھی ہی کہ ابتدا میں جب کہ مسلمان بہت تھوڑے تھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عید اسی جگہ ادا فرمائی تھی۔

مسجد علی عیدگاہ سے قریب یہ ایک وسیع مسجد ہی۔ کہا جاتا ہی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جب باغیوں نے محاصرہ کر لیا تھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے مکان کو چھوڑ کر اسی جگہ سکونت پزیر ہوئے اور نماز عید اسی جگہ ادا فرمائی عمر بن عبد العزیز اپنے زمانہ میں ان تینوں مقاموں کو تعمیری شکل میں لائے۔

---

[1] قبیلہ کی نسبت سے اِسے "مسجدِ بنی معاویہ" بھی کہتے ہیں، اور مسجدِ اِجابہ کے نام سے آج بھی موجود ہے۔ [2] اِس لیئے بعض کتب میں اِس کو مسجدِ صغیر بھی لکھا ہے۔ [3] مسجدِ مصلیٰ یا مسجدِ مصلی العید، اس کا دوسرا نام مسجدِ غمامہ ہے، اِس جگہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل نے سایہ کیا۔ اِس مسجد میں عیدین کی نمازیں نویں ۹ صدی ہجری تک تسلسل کے ساتھ ہوتی رہیں (اب عید کی نماز مسجدِ نبوی میں ہوتی ہے) مسجدِ غمامہ کی موجودہ تعمیر سلطان عبد المجید خان (جولائی ۱۸۳۹ء تا جون ۱۸۶۱ء) کی تیار کردہ ہے۔ مسجدِ عمرؓ اِس مسجد کے قریب ہے۔

مسجد الفتح اس مسجد کا مسجد الاحزاب اور مسجد اعلیٰ بھی نام ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر تین دن مسلسل دوشنبہ سہ شنبہ اور چہار شنبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر فتح پانے کی دعا فرمائی۔ چہار شنبہ کے روز قبول دعا کی ایسی بشارت ملی کہ چہرۂ نورانی سے آثار مسرت نمایاں ہو رہے تھے تفصیل کے لئے فتح القدیر اور مسند امام احمد دیکھو۔

جبل سلع کے غربی جانب ایک بلند قطعہ پر یہ مسجد واقع ہے اسی کے قریب تین اور مسجدیں ہیں مسجد ابوبکر مسجد علی اور مسجد سلمان فارسی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان اصحاب کی طرف ان مساجد کی نسبت کیوں ہے؟ اس کی وجہ مجھے معلوم نہ ہو سکی۔ لیکن ان تینوں مسجدوں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا معلوم ہوتا ہے۔ عام طور پر ان مساجد کو مساجد اربعہ[۱] کہتے ہیں۔

مسجد بنی حرام مدینہ منورہ سے مسجد فتح جاتے ہوئے داہنے ہاتھ پر یہ مسجد پڑے گی یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے اور اس مسجد کے پاس ایک غار ہے جسے کہف بنو حرام کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غار میں تشریف رکھی ہے[۲] اور جبرئیل امین اسی غار میں یہ وحی لائے کہ طُوبٰی لَكَ لَا اَفْعَلُ بِاُمَّتِكَ اَمْرًا يَكُوْنُ مَكْرُوْهًا لَكَ یعنی آپ کو مژدہ ہو کہ حق سبحانہ فرماتا ہے کہ جو امر آپ کو ناپسند ہوگا اُسے آپ کی امت کے حق میں روا نہ رکھوں گا۔

مسجد القبلتین مسجد فتح سے غربی جانب وادی عقیق سے قریب واقع ہے۔ اس مسجد میں دو محرابیں ہیں ایک کعبہ کی طرف دوسری بیت المقدس کی طرف یہ مسجد تحویل قبلہ کا نمونہ ہے اس لئے اس کا نام مسجد قبلتین ہے۔[۳]

مسجد الذباب اس کا دوسرا نام مسجد الرابہ ہے جبل سلع کے شرقی جانب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک جاتے ہوئے یہاں ٹھیرے اور نماز ادا فرمائی۔

مسجد السقیا اس جگہ آپ نے نماز ادا فرمائی اور اہل مدینہ کے پیمانے مد اور صاع میں برکت کی دعا فرمائی۔ مکہ معظمہ سے آنے والا قافلہ جب مدینہ طیبہ سے اس قدر قریب پہنچ جاتا ہے کہ سواد شہر

---

[۱] "معین الحج والزیارۃ" (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء) میں مدینہ طیبہ اور اُس کے قرب وجوار کی مساجد کے تحت لکھا ہے کہ "غزوۂ احزاب میں یہ حضرات اِن مقامات پر نماز پڑھتے رہے ہیں — اِن مقامات پر حضرت عمر بن عبد العزیز (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) نے یادگار کے طور پر مساجد تعمیر کروائیں۔" [۲] مسجد فتح کے قریب ہی جنوب میں پہاڑ کے دامن میں دو مزید چھوٹی چھوٹی مساجد ہیں جو حضرت عمرؓ اور سعد بن معاذؓ کے ناموں سے منسوب ہیں۔ ان کے علاوہ ایک بغیر چھت کے مسجد حضرت سیّدہ فاطمہؓ کے نام سے منسوب ہے اس طرح مسجد الفتح سمیت یہ سات مساجد ہو جاتی ہیں۔ شاید اسی وجہ سے اب وہاں ایک بورڈ "مساجد سبعہ" لکھ کر لگا دیا گیا ہے۔

[۳] ترکوں نے اپنے اظہارِ عقیدت، اور اسلام کے اِس قیمتی آثارِ تاریخ کو محفوظ رکھنے کے لئے غار کا وُہ راستہ بھی رہنے دیا جس کے ذریعے حضور سیّدِ عالم اندر تشریف لے گئے تھے۔ اور دُوسرا راستہ بھی بنا دیا۔ غالباً ۱۹۷۴ء میں سعودی حکومت نے (باقی برصفحہ آئندہ)

شروع ہو جاتا ہے تو سب سے پہلے اسی مسجد کی زیارت کا شرف حاصل کرتا ہے۔

جنۃ البقیع یہ مدینہ طیبہ کا نہایت ہی بابرکت گورستان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر یہاں تشریف لاتے اور اہل بقیع کے لئے دعائیں فرماتے۔ حضور کا تشریف لانا کبھی رات میں ہوتا اور کبھی دن میں علاوہ ازیں بعض قبروں پر حضور نے اپنے دستِ رحمت سے مٹی ڈال کر خود ہی پانی کا چھڑکاؤ فرمایا ہے۔ مثلاً قبر سیدنا ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت فاطمہ بنت اسد جو مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ ماجدہ ہیں اُن کی لحد حضور نے اپنے دست پاک سے کھودی اور دفن کرنے سے پہلے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس میں لیٹ کر تلاوت کلام مجید کی فرمائی پھر اپنی قمیص مقدس اُن کے کفن میں رکھی تاکہ ایک تبرک اُس جگہ ہمیشہ باقی رہے۔

دس ہزار ایسے اصحاب کرام جن کی جلالت و کرامت معروف تھی اس مقبرہ میں آرام فرما ہیں اور بعض تو وہ ہیں جو جماعت صحابہ میں آفتاب و ماہتاب ہیں مثلاً خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت عباس ابن عبد المطلب، عبد الرحمٰن ابن عوف، عثمان بن مظعون، عبد اللہ ابن مسعود، امام حسن ابن علی، عبد اللہ بن جعفر، سعد ابن معاذ، ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت عائشہ، حضرت صفیہ، حضرت رقیہ، حضرت سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ رضی اللہ عنہن اجمعین صحیح حدیث میں وارد ہے کہ اہل بقیع میں سے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ان سب کے چہرے ایسے روشن و منور ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند۔

اگر ہو سکے تو ہر روز[1] ورنہ جمعہ کے روز ادب و وقار کے ساتھ یہاں آ کر پہلے سلام کہو

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْبَقِیْعِ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ نَحْنُ لَکُمْ تَبَعٌ وَّ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔[2]

پھر یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَھُمْ۔ وَلَا تَفْتِنَّا

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) اسے ختم کر دیا۔ (مدینۃ الرسول، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۲۵۶) ہے مسجد قبلتین، مدینہ طیبہ سے شمال مغرب میں ڈیڑھ، دو میل کے فاصلے پر ہے، بیت المقدس کے رُخ والی محراب اب توڑ دی گئی ہے۔ مدینہ یونیورسٹی کی عمارت بھی یہاں سے بالکل سامنے دکھائی دیتی ہے۔

[1] لیکن خیال رہے کہ جنت البقیع کو آج کل بالعموم مقفّل رکھا جاتا ہے (روزنامہ "وفاق" لاہور ۴ا جولائی ۱۹۸۴ء صفحہ آخر کالم ۴۔ مضمون: مصطفیٰ صادق) نوٹ:۔ نقشہ جنۃ البقیع کتاب کے آخر میں ملاحظہ ہو)

[2] اے اہلِ بقیع! آپ پر سلام ہو۔ آپ ہم سے آگے جا چکے ہیں، اور ہم بھی آپ کے پیچھے آنے والے ہیں اور اگر اللہ نے چاہا تو یقیناً ہم آپ سے ملنے والے ہیں۔

بَعْدَهُمْ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ۔[1]

اب گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھکر اس کا ثواب اہل بقیع کو ہدیہ بھیجو۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص مقبرہ میں گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھکر اہل مقبرہ کی ارواح کو ہدیہ بھیجتا ہے تو رب کریم اُسے اجر اتنا دیتا ہے جس تعداد میں میت وہاں آسودہ ہیں سلام و ایصال ثواب میں جمیع آل و اصحاب اور مومنین کا جو بقیع میں آسودہ ہیں قصد کرو۔

جبل احد | نفس اس پہاڑ کی زیارت بھی مستحب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پہاڑ محبوب تھا آپ نے اس کے حق میں فرمایا ہے اُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ یعنی احد پہاڑ ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اُسے محبوب رکھتے ہیں۔ علامہ نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کو تمیز عطا فرمائی ہے اس لئے یہ پہاڑ حبیب رب العالمین کو محبوب رکھتا تھا۔ ایک دوسری روایت ہے

اِذَا مَرَرْتُمْ عَلَيْهِ فَكُلُوْا مِنْ اَشْجَارِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فَمِنْ نَبَاتِهٖ یعنی جب اُحد پہاڑ[2] پر آؤ تو اُس کا پھل کھاؤ اور اگر پھل نہ ملے تو اُس پر کی گھاس یا پتا ہی کھالو

شہدائے احد | یہاں شہدائے صحابہ مدفون ہیں ان کی زیارت بھی مستحب و مسنون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کے مقابر پر تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مزار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر تشریف لے جانا معتمد روایتوں سے ثابت ہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔

شہدائے اُحد کی فضل و کرامت میں یہ حدیث بیہقی میں مروی ہے کہ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ اَحَدٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا رَدُّوْا عَلَيْهِ یعنی تا قیام قیامت جو شخص ان پر سلام بھیجے گا وہ اُس کے سلام کا جواب دیا کریں گے۔

ان شہدا کے مشہد پر حاضر ہو کر اس طرح سلام عرض کرو۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ، سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

---

[1] الٰہی "بقیعِ غرقد" (یہاں پہلے غرقد نام کے درخت بہت تھے اس لیے اس کو بقیع غرقد کہا جاتا ہے) کے بسنے والوں کی مغفرت فرما۔ الٰہی ہمیں اُن کے اجر (ثواب) سے محروم نہ رکھ، اور ہمیں اُن کے بعد آزمائش میں نہ ڈال۔ اور ہمیں اور انہیں سب کو بخش دے۔ [2] اُحد مدینہ منورہ سے جانب شمال تین[3] میل کے فاصلے پر ہے، اور مدینہ منورہ سے نظر آتا ہے لیکن جناب محمد عاصم جو مولانا اُبوالاعلیٰ مودودی (متوفی ۱۹۷۹ء) کے سفرنامہ ارض القرآن کے مرتب ہیں، لکھتے ہیں کہ "جو لوگ اُحد کی زیارت کے لیے آتے ہیں، انہیں وادیٔ قناۃ سے آگے بڑھنے نہیں دیا جاتا۔"

دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ[1] - پھر آیۃ الکرسی اور سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھکر ان کے ارواح زکیہ کو ایصال کرو۔ تفصیل کے لئے دیکھو رد المحتار اور اختیار۔

سب سے پہلے حضرت حمزہ کے مزار پر حاضر ہونا چاہیے۔ پھر دیگر شہدا کے جناب میں۔ بقیہ شہدا کا مزار بھی مزار حمزہ کے آس پاس ہی ہے۔[2]

مزار حضرت حمزہ اور جبل احد کے درمیان ایک قبہ ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک کا وہ حصہ جو جنگ احد میں شہید ہوا تھا دفن ہے۔ یہاں پہنچ کر صرف صلوٰۃ وسلام عرض کرو۔

مساجد احد یہاں بھی چند مساجد ہیں ان میں حاضر ہوکر نفل پڑھو اور دعا مانگو۔

مسجد فسیح جنگ احد سے فارغ ہوکر نماز عصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ پڑھی تھی۔[3]

مسجد عینین حضرت حمزہ اس جگہ مجروح ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے روز ظہر کی نماز اس مقام پر ادا فرمائی تھی۔[4]

مسجد الوادی[5] حضرت حمزہ جب مجروح ہوئے تو جبل عینین سے چل کر یہاں تک تشریف لائے

بس اس قدر زیارت گاہوں کی زیارت اگر دورانِ قیام میں ادب واحترام کے ساتھ حاصل ہوجائے تو کمال خوش نصیبی ہے۔

آبار سبعہ اب آخر میں اُن سات کوؤں کا ذکر کیا جاتا ہے جنھیں سرکار دو عالم سے کوئی نسبت ہے۔ ان کا پانی پینا ایمان کی تازگی اور نخلِ آرزو کی سرسبزی وشادابی ہے۔[6]

بیر اَرِیس اریس بروزن جلیس مسجد قبا سے قریب اُس کے غربی جانب واقع ہے۔ اس کا دوسرا مشہور نام بیر خاتم ہے۔ یہ کنواں کھاری تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں آب دہن مبارک ڈالا اُس وقت سے اس کا پانی نہایت ہی شیریں اور لطیف ہوگیا۔ اس کوئیں پر ایک خاص حالت وکیف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں لٹکا کر بیٹھنا پھر حضرت ابوبکر

---

[1] تم پر سلام ہو تم نے صبر کیا۔ پس کیا ہی اچھا ہے گھر آخرت کا، اے مومنوں کی بستی کے رہنے والو! تم پر سلام، اور بے شک ہم بھی اِنشاء اللہ تعالیٰ تمہارے سے ملنے والے ہیں۔ [2] لیکن سعودی حکومت نے ہر کسی جگہ کوئی نشان یا علامت نہیں چھوڑی۔ (شب جائے کہ من بودم، ص ۲۵، ۱۴۸)۔ [3] مسجد فسیح یا مسجدُ الفسیح، مسجد جبلِ اُحد کے نام سے بھی مشہور ہے۔ [4] سیدنا حمزہ کے مزار کے جانب قبلہ، جس پہاڑ پر واقع ہے اسے جبل الرمات کہتے ہیں۔ غزوہ کے موقع پر تیرانداز بھی اسی جگہ کھڑے تھے۔ [5] بعض علماء نے اس مسجد کو مسجد العسکر بھی لکھا ہے۔ (جذب القلوب، وفاء الوفار، جلد دوم، ص ۵۰)

[6] افسوس کہ اب نہ وُہ کنوئیں رہے نہ ان کے نشانات کچھ ہیں۔

عمر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کا نوبت بہ نوبت حاضر ہو کر اُسی نشست سے بیٹھنا بخاری و مسلم میں نہایت مفصل مذکور ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مہرِ نبوت جس کوئیں میں گری اور پھر نہ ملی وہ بھی بیرارِیس ہے۔ اسی مہر کی نسبت سے اسے بیرِ خاتم کہتے ہیں۔ [۱]

بیرِ غَرس | بفتح غین معجمہ و سکون را مسجد قبا سے نصف میل پر شرق و شمال کے جانب یہ کنواں واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پانی مرغوب تھا۔ اس کے پانی سے وضو بھی فرماتے اور نوش بھی فرماتے حضور نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی بھی اس میں ڈالا ہے۔ حضور نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے غسل اسی غَرس کے پانی سے دیا جائے۔ چنانچہ بعدِ وصال اسی سے غسل دیا گیا۔

بیرِ رُومہ | بضم را و سکون واو یہ کنواں وادی عقیق میں مسجد قبلتین کے شمال جانب ہے اس کوئیں کا مالک اس کا پانی گراں قیمت پر بیچا کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کنوئیں کے خریدار کو جنت کے نہر کی بشارت دیتا ہوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پینتیس ہزار درہم میں یہ کنواں [۲] خرید کر وقف فی سبیل اللہ کر دیا اور اُس بشارت کے مصداق ہوئے جو اس کے خریدار کے لئے فرمائی گئی تھی۔

بیرِ بضاعہ | بضم با و فتح ضاد و عین یہ کنواں مدینہ طیبہ کے باب شامی کے پاس ہے۔ اس کوئیں کے پانی اور اس کے پانی پینے والوں کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے برکت فرمائی ہے۔ اس میں لعاب دہن مبارک بھی ڈالا ہے۔ عہد رسالت میں صحابۂ کرام بیماروں کو اس کا پانی پلاتے اور انھیں نہلاتے حق سبحانہ اُس کی برکت سے صحت عطا فرماتا۔

بیرِ بُصّہ | بضم با و تخفیف صاد یا تشدید۔ یہ کنواں جنت البقیع کے قریب ہے۔ بقیع سے جو راستہ مسجد قبا کو گیا ہے اُس کے مشرق جانب واقع ہے۔ اس کوئیں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک دھویا ہے۔ سر کا غسالہ اور موئے مبارک جو دھونے میں سر سے جدا ہوئے

---

[۱] ۱۹۶۲ء / ۱۳۸۱ھ تک کنواں موجود تھا ـــــ افسوس کہ اب یہ مقدس کنواں بھی ختم ہو چکا ہے اور آج کل اس جگہ کھلا میدان ہے جہاں قبا کے زائرین کی گاڑیاں کھڑی ہوتی ہیں۔

[۲] یہ کنواں تو موجود ہے، البتہ اس میں پانی نہیں۔ پاس ہی ٹیوب ویل کام کر رہا ہے۔

اسی کوئیں میں برکت کے لئے آپ نے ڈال دیا ہے۔

بیر حا مسجد نبوی کے قریب شمالی طرف ایک چھوٹے سے باغ میں واقع ہے اس کنوئیں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے صحیح تلفظ اس کا یہ ہے کہ را بیر کی موقوف اور حا مقصور۔

بیر العہن بکسر عین و سکون ہا مسجد قبا کے شرقی جانب ایک بڑے باغ میں واقع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پانی سے وضو فرمایا ہے اور اس کے لئے دعائے برکت فرمائی ہے۔

وطن کی طرف واپسی آداب و احترام کے ساتھ جب تک رہنا نصیب ہو فضول ولایعنی امور سے احتراز رکھو۔ زندگی کی تباہی کب جائز ہو سکتی ہے لیکن یہاں علاوہ تباہی کے بڑی محرومی ہے اگر سانس غفلت میں گزر جائے۔ ایسا مکان ایسا مکین ایسا شہر اور ایسا شہریار پھر کہاں نصیب ہوگا ؎

مبارک[1] منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد

ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

زیارت وداع اب جب کہ وطن کا عزم ہو سامان سفر سے فارغ ہو کر سواری پر سوار ہونے سے پہلے اُس کریم رؤف و رحیم کے آستانہ پاک پر حاضر ہو اور مانگو جو کچھ مانگنا چاہتے ہو ؎

اگر خیریت[2] دنیا و عقبےٰ آرزو داری

بدرگاہش بیا و ہرچہ می خواہی تمنا کن

مسجد نبوی میں حاضر ہو دو رکعت نفل محراب النبی کے پاس یا اُس سے قریب پڑھکر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے حجرۂ شریفہ پر حاضر ہو پہلے اپنے آقا سید الانبیا پر سلام و صلوٰۃ عرض کرو سلام کا وہی طریقہ جو پہلے ذکر ہو چکا ہے عمل میں لاؤ۔ پھر اپنے لئے اپنے بزرگوں اور عزیزوں کے لئے حصول سعادت کونین کی دعا مانگو پھر اللہ تعالیٰ سے وطن عافیت وسلامت کے ساتھ پہنچنے کی دعا کرو۔ اب یہ دعا مانگ کر اُنھیں آداب کے ساتھ جو سفر کے لئے بتائے گئے روانہ ہو جاؤ

---

[1] وُہ منزل کتنی مُبارک ہے کہ اُس میں ایسے محبُوب کا قیام ہو اور وُہ سلطنت کتنی خوش بخت ہے کہ اُس میں ایک عرصہ ایسا شہنشاہ رہا ہو۔

[2] اگر تُو دُنیا اور آخرت میں خیریت کی آرزو رکھتا ہے تو اُس کی بارگاہ میں حاضر ہو اور جو چاہے مانگ۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی[۱]
اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ نَبِیِّكَ وَمَسْجِدِهٖ وَحَرَمِهٖ وَیَسِّرْ لِی الْعَوْدَ
اِلَیْهِ وَالْعُکُوْفَ لَدَیْهِ وَارْزُقْنِیَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ
وَرُدَّنَا اِلٰی اَهْلِنَا سَالِمِیْنَ غَانِمِیْنَ - آمین

نا دیدہ رخت عمرے سودائے تو ور زدیم
فارغ زتو کے باشم اکنوں کہ ترا دیدم[۲]

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم[۳] وصلی اللہ تعالٰی علی خیر
خلقه محمد واله وصحبه اجمعین - امین

حررہ بقلمہ
فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ

محلہ میرداد
بہار شریف
ضلع پٹنہ

---

[۱] اے اللہ! ہم تجھ سے اِس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا سوال کرتے ہیں اور اُس عمل کا سوال کرتے ہیں جسے تو پسند کرے اور راضی ہو۔ اے اللہ! تو اِس سفر کو اپنے نبی، اُن کی مسجد اور اُن کے حرم کا آخری سفر نہ کر۔ اور میرے لیے دوبارہ آنا اور اُن سے نفع لینا آسان فرما اور دُنیا و آخرت میں عفو اور عافیت عطا فرما۔ ہمیں اپنے گھر والوں تک صحیح سلامت، کامیاب لوٹا۔ آمین۔
[۲] آپ کو بغیر دیکھے مَیں نے آپ کے تصوّر میں اپنی عُمر کا بستر باندھ رکھا تھا۔ اب جب کہ مَیں نے آپ کی زیارت کرلی ہے، مَیں آپ کو چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہُوں۔
[۳] اے ربّ! تُو ہماری طرف سے قبُول فرما۔ بے شک تُو سُننے، جاننے والا ہے۔ اللہ کی بہترین مخلوق حضرت محمد ﷺ، آپ کی آل اور تمام اصحاب پر اللہ کی رحمتِ کاملہ نازل ہو۔

مختصر فہرست سامان سفر

چوں کہ میں اب سے دو سال پہلے حج بیت اللہ و زیارت روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل کر چکا ہوں، اس لئے مجھے ضروری سامان سفر کی ترتیب کا حکم دیا گیا ہو جو میں اس ارشاد کی تعمیل میں اور اپنے لئے دعائے خیر کے وعدہ اور امید پر بعض دوسرے رفقا سفر مبارک کے مشورہ سے درج ذیل کرتا ہوں۔

سامان کے انتخاب میں سب سے مقدم اصول یہ ہونا چاہئے کہ وہ کم سے کم اور ہلکے سے ہلکا ہو۔ دوسرے یہ کہ معمولی خام اجناس خوردنی صرف گھر سے بمبئی اور وہاں سے جدّہ تک کے لئے لیں۔ حجاز کی گرانی کا (اگر واقعی ہو بھی) ہرگز ہرگز خیال نہ کریں کیوں کہ گرانی کی زیر باری انشاءاللہ بار برداری کی زحمت سے بدرجہا خفیف تر ثابت ہوگی۔ بلکہ جو سامان تجویز کیا گیا ہو اس کے بھی اکثر حصہ میں یہ بات قابل لحاظ ہو کہ دوران سفر میں اس کی قدرے کمی اتنی تکلیف دہ نہ ہوگی جتنی اس کی زائد از ضرورت بیشی۔ کیوں کہ حجاز کے دوسرے شہر ایک طرف خود "وادی غیر ذی زرع" (مکہ مکرمہ) ایک ایسا بابرکت و پُر رحمت مقام ہو کہ انسانی زندگی کی کوئی ضروری شے ایسی نہیں جو وہاں میسر نہ آتی ہو۔ سبک بار مردم سبک تر روند

پارچہ

کرتہ شلوکہ یا بنیان پائجامے مناسب موسم (کم از کم دو جوڑے میل خورے ہوں) اچکن۔ فرش پارچہ کم از کم چھ گز مربع۔ دری بستر۔ کمّل دو عدد۔ چادر دو عدد۔ احرام دو جوڑی۔ چارشف۔ پنکھیا احرام جوتہ ہندوستانی ۳ جوڑی۔ کھڑاؤں نواڑ۔ صابن دیسی۔ چپل جوتہ (مساجد وغیرہ اور خصوصاً گرم وقت میں مطاف پر چلنے کے لئے)

جنس

گھی (صرف بمبئی تا جہاز تک کے لئے) چاول مثل ہذا۔ مونگ کی۔ بڑی میتھی۔ سویا۔ ناشتہ شیرینی نمکین خشک

انڈا جہاز کے لئے - آلو جہاز کے لئے - پھل (علی الخصوص سنترہ) جہاز کے لئے - اچار چٹنی (خصوصاً جہاز کے لئے)
بسکٹ و ڈبل روٹی جہاز تک کے لئے - چار جہاز کے لئے - لیمو جہاز کے لئے - مصالحہ ہر قسم کا (پسا ہوا)
دودھ کا ڈبہ جہاز کے لئے - تھولی - مکھن جہاز کے لئے - کھچڑی - ستو - مرمرے - معمولی شکایتوں مثل
قبض تلی بخار زکام کھانسی خراش خفیف ضرب وغیرہ وغیرہ) کی رعایت سے کچھ ادویہ۔

سامان

سرمہ کنگھا - انگیٹھی - چولھا تیل مٹی (مع تیل جہاز کے لئے) کلہاڑی خرد - طشت خرد و کلاں
توا - سٹ چائے (اگر چائے کی عادت ہو) دسپنا - بالٹی - پیپا پانی - لوٹا - گلاس - ناشتہ دان - ہولڈال
بیگ خرد و کلاں (کپڑے اور دوسری ضروری چیزیں رکھنے کے لئے) تھیلے اور بورے خرد و کلاں (متفرق سامان
بھرنے کے لئے) رکابی اوسط - پیالے اوسط - چمچے اوسط - دیگچی - کلوخ - پاکٹ برقی لمپ - ڈک چیر - ٹوٹ پلنگ
ٹوٹ چوکی حاجتی - لالٹین چھتری - چھڑی - سوئی ڈورا - موم بتی - دیا سلائی - مشکیزہ - غباری عینک - گگر
کوئلہ جہاز کے لئے - ترپال پردہ اور سایہ کے لئے - سوجا بوری وغیرہ سینے کے لئے - سُتلی باریک - سُتلی موٹی
(اشیا اُدھڑوں وغیرہ کی بندش کے لئے) چاقو یا چھری تیز کاغذ دوات قلم۔

کسی چیز کی تعداد یا وزن وغیرہ کا تعین اس لئے نہیں کیا گیا کہ اُسے ہر شخص یا قافلہ اپنی ضرورت اور
مخصوص حالت کے اعتبار سے خود بہتر متعین کر سکتا ہے۔

یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ کونسی چیز کہاں سے لی جائے - جو چیزیں بمبئی میں عمدہ اور بافراط و ارزاں
مل سکتی ہیں ان کو گھر سے ہرگز نہ لینا چاہیے۔

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ - وکفیٰ باللہ حسیبا

علی گڑھ
رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

نوٹ:- آج کل ہر سال حج کے موقعہ پر حکومت کی طرف سے حجاج کرام کو سامان کی فہرست مہیا کی جاتی ہے جو سامان وُہ
ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ مندرجہ بالا فہرست سامان اُس زمانہ میں کار آمد تھی۔ (ناچیز ناشر)

ضمیمہ

صفحہ ۸۲ پر درج شدہ عربی عبارات کا ترجمہ

بارگاہِ نبوّت کا سلام

یا نبی اللہ! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ اے اللہ کے رسُول! آپ پر سلام ہو، اے مخلوقِ خدا میں سب سے بہتر! آپ پر سلام ہو۔ اے گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے! آپ پر سلام ہو۔ آپ اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب اور آپ کی تمام اُمّت پر سلام ہو۔

○

صدّیقِ اکبر کا سلام

اے رسُول اللہ کے خلیفہ برحق! آپ پر سلام ہو۔ اے رسُول اللہ کے وزیر! آپ پر سلام ہو۔ اے رسُول اللہ کے غار کے ساتھی! آپ پر سلام ہو، اور اللہ کی رحمتیں اور اُس کی برکتیں نازل ہوں۔

○

فارُوقِ اعظم کا سلام
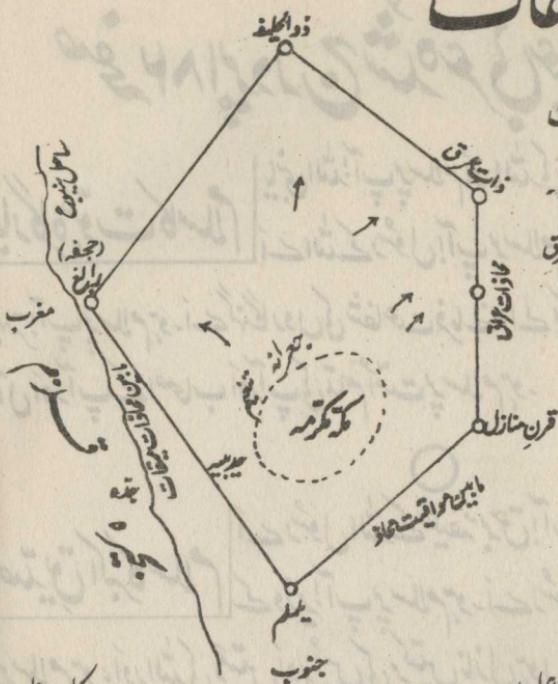
اے مؤمنوں کے امیر! آپ پر سلام ہو۔ اے چالیسویں[۴۰] اسلام قبول کرنے والے! آپ پر سلام ہو۔ اے اسلام اور مُسلمانوں کو عزّت دینے والے! آپ پر سلام، اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

○

دونوں خُلفاء کا سلام

اے رسُول اللہ کے دونوں خلفاء! آپ پر سلام ہو، اے رسُول اللہ کے دونوں وزیرو! آپ پر سلام ہو۔ اے رسُول اللہ کے پہلو میں آرام فرمانے والو! آپ پر سلام، اللہ کی رحمتِ کاملہ اور برکتیں نازل ہوں۔ مَیں آپ دونوں کے واسطے سے رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی شفاعت طلب کرتا ہُوں۔ اے اللہ تعالےٰ اس (نبی) پر اور آپ دونوں پر درُود اور برکت اور سلام بھیج۔

○

نقشہ حُدودِ میقات

مکّہ معظّمہ کے چاروں طرف میقات کی حدّیں دِکھائی گئی ہیں۔ اِن مقامات سے حج یا عُمرہ کرنے والے کو بغیر احرام باندھے آگے بڑھنا منع ہے۔

(الحج۔ ص ۲۴)

فاصلے
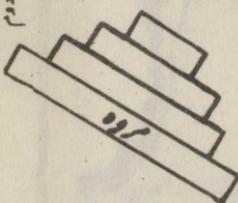
۱۔	مکّہ سے ذُوالحلیفہ (یا بیرِ علی)	۴۵۲ کِلو میٹر
۲۔	مدینہ سے ذُوالحلیفہ	۸ کِلو میٹر
۳۔	مکّہ سے ذاتِ عرق	۸۰ کِلو میٹر
۴۔	مکّہ سے قرنُ المنازِل	۸۰ کِلو میٹر
۵۔	مکّہ سے یَلَمْلَم	۶۰ کِلو میٹر
۶۔	مکّہ سے جُحفہ	۱۸۰ کِلو میٹر
۷۔	جدّہ سے یَلَمْلَم	۷۰ کِلو میٹر
۸۔	مکّہ سے تنعیم	۵ کِلو میٹر
۹۔	مکّہ سے جعرانہ	۱۸ کِلو میٹر
۱۰۔	مکّہ سے حُدیبیہ	۲۱ کِلو میٹر
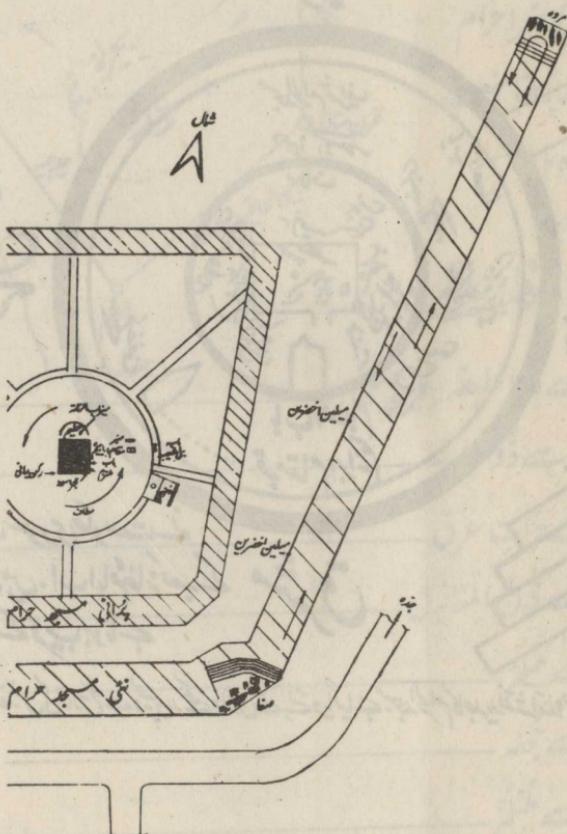
یہ نقشہ حجازِ مقدس کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے دیا گیا ہے مسجد الحرام کا جدید نقشہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو

نقشہ سعی صفا و مروہ

("الحج" ــــــ ص ۱۰۳)

منع فرمایا ہے۔ (ص ۱۱۹)

مسجد الحرام۔ مکہ مکرمہ

میزاب رحمت
رُکنِ شامی
حطیم
رُکنِ عراقی
مُلتزم
بیتُ اللہ شریف
بابِ کعبہ
مقامِ ابراہیم
رُکنِ یمانی
حجرِ اسود
چاہِ زم زم (ڈھکا ہوا)
صحنِ مسجد
صحنِ مسجد
زم زم
مکبرہ
یعنی اذان دینے کی جگہ
بر آمدے
بر آمدے
بر آمدے
بر آمدے
بر آمدے
بر آمدے
مغرب
میدان
میدان
شبیکہ
ابراہیم
ابی بکر
العمرۃ
الوداع
اُمّ ہانی
جیاد
بلال
حنین
اسماعیل
صفا
سڑک
سڑک
ہسپتال
جبلِ ابی قبیس
جنوب
صفا
السلام
النبی
عباس
علی
ہاشم
ارقم
کرنے
والوں
کے
لئے
غسل خانے
غسل خانے
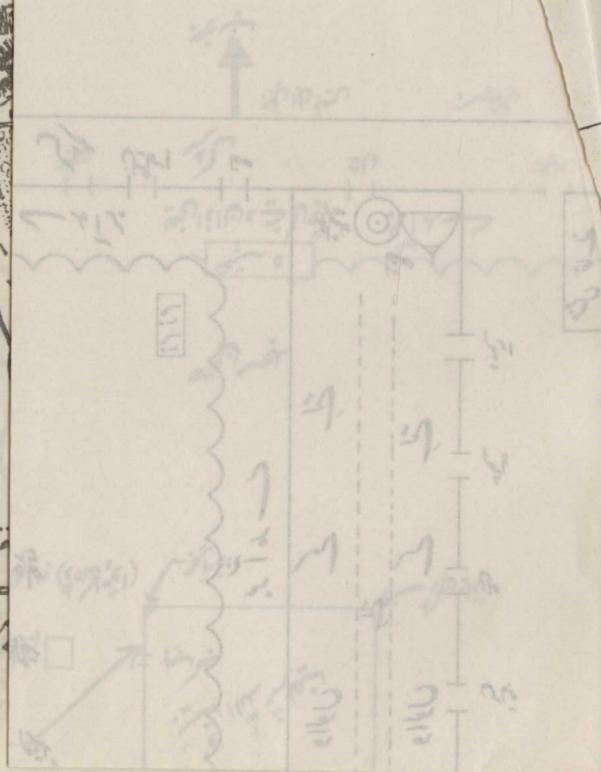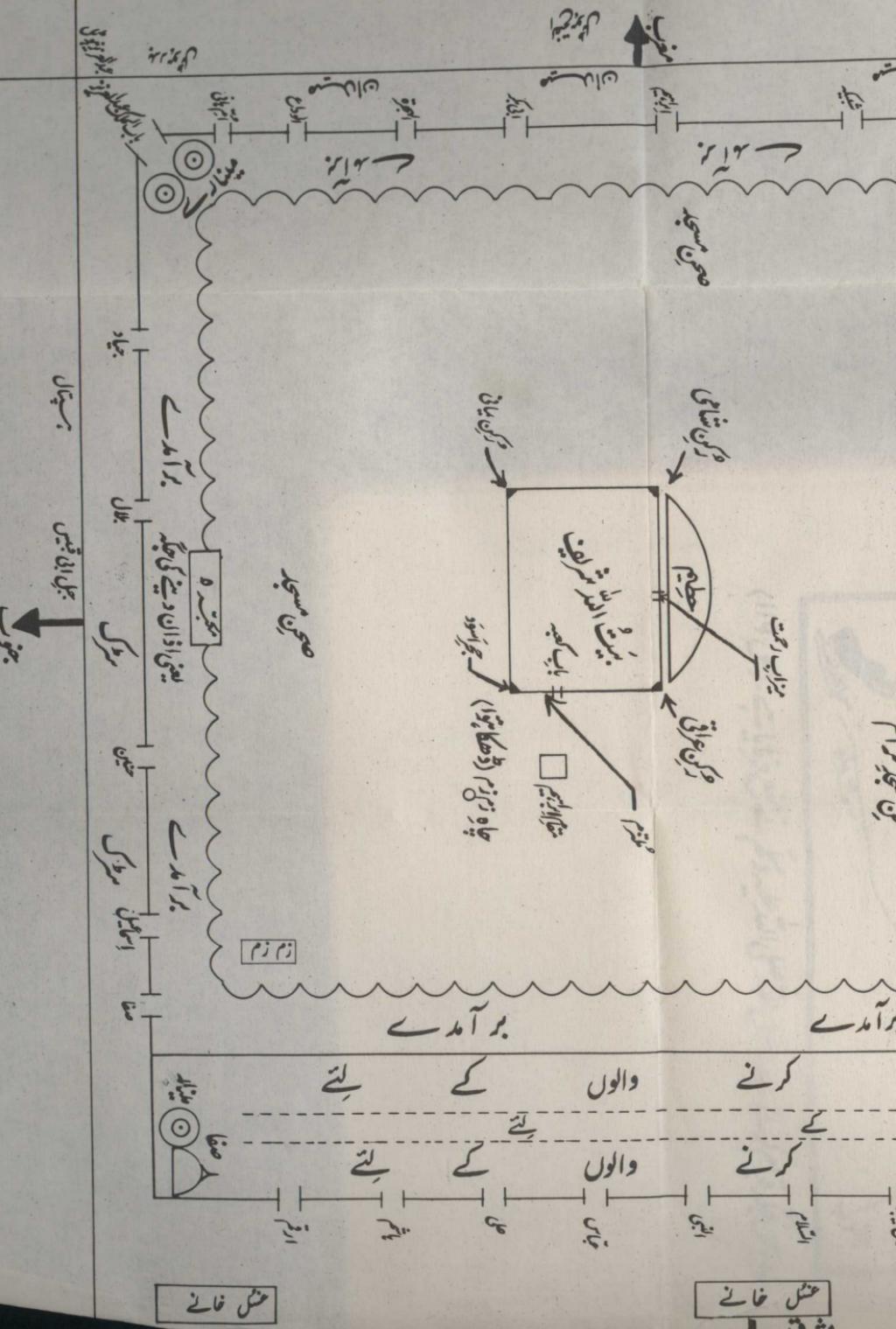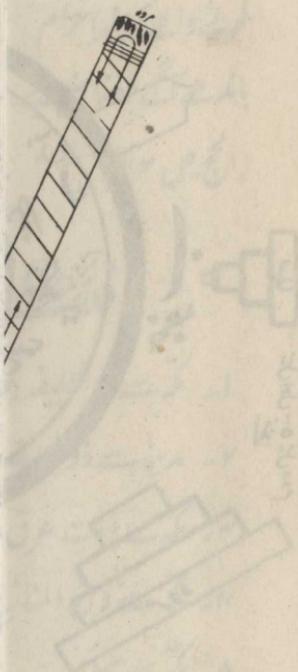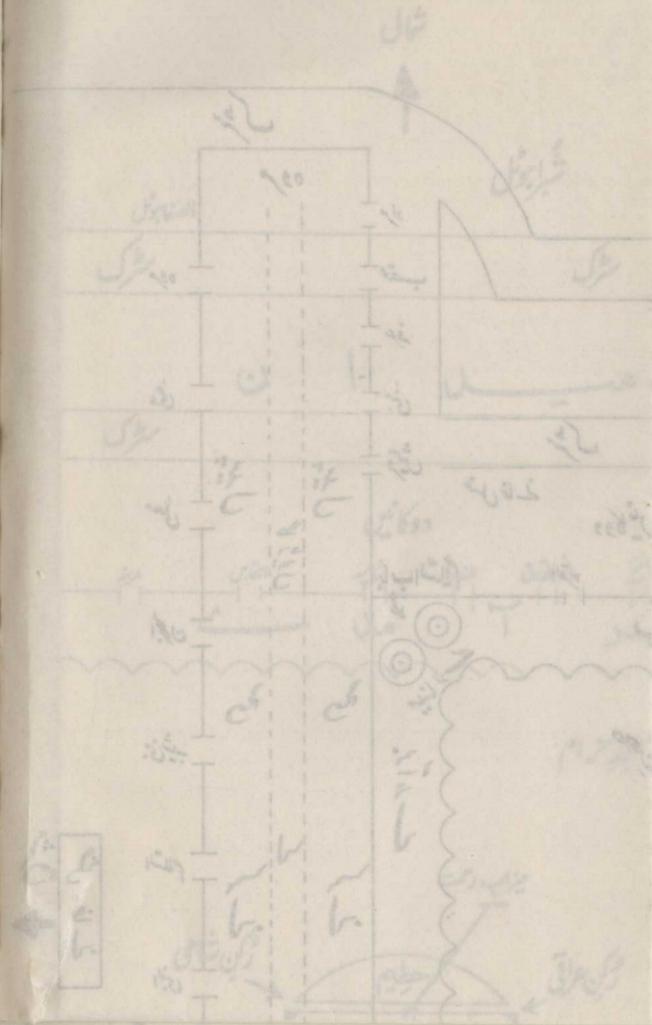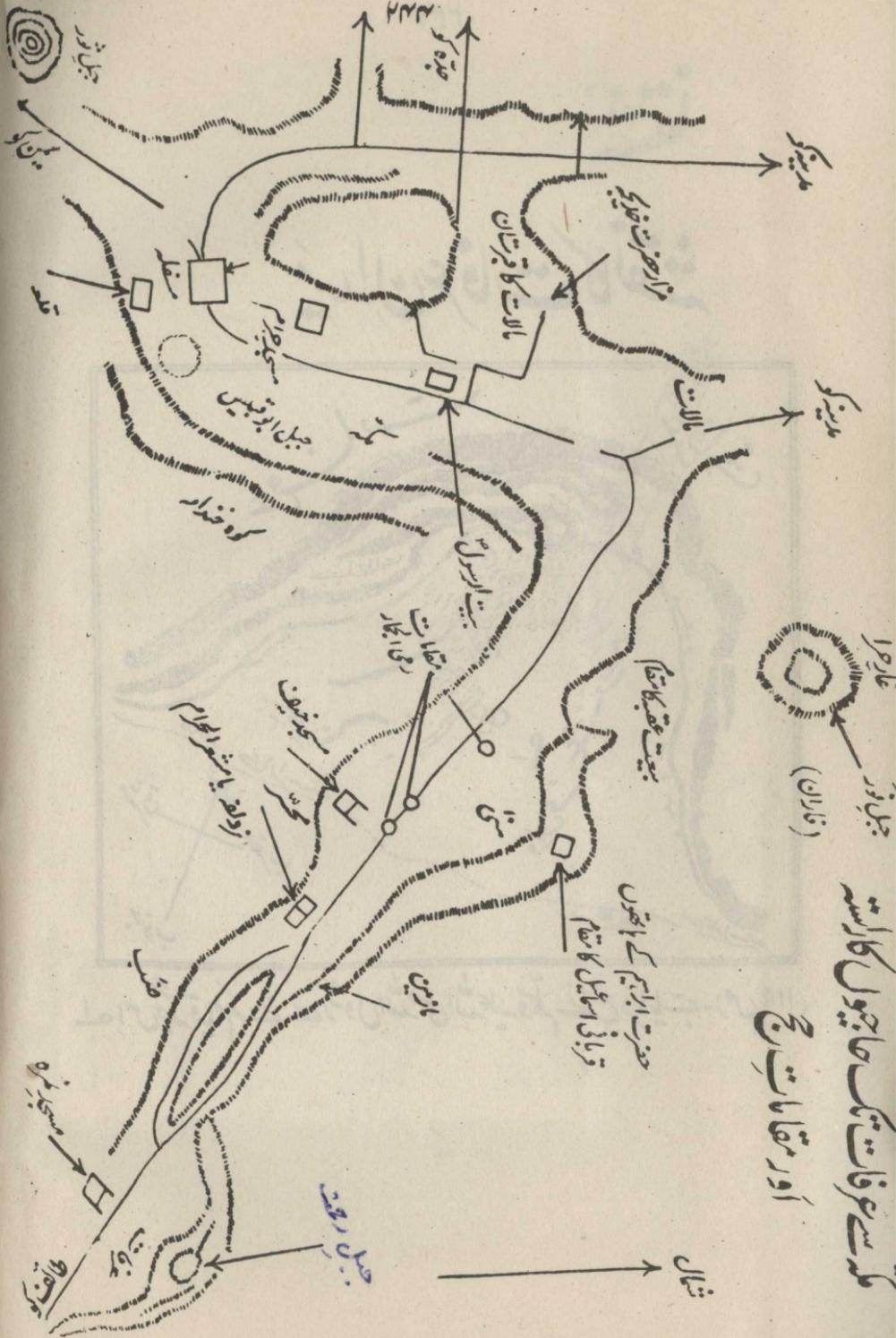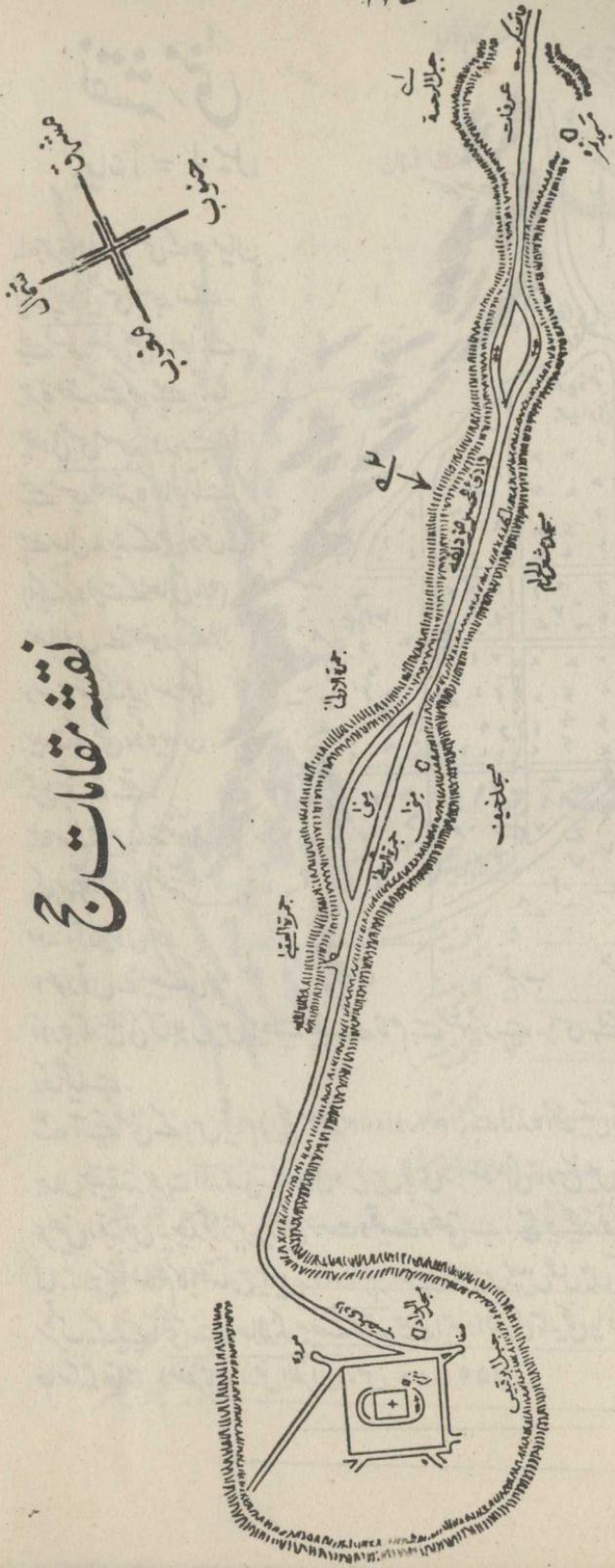
میدانِ عرفات کا نقشہ

لے اس جگہ قیام کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے منع فرمایا ہے۔(ص ۱۱۹)

مکہ سے عرفات تک حاجیوں کا راستہ اور مقاماتِ حج

نقشہ مقاماتِ حج

شمال
مشرق
مغرب
جنوب

جمرۃ العقبیٰ
جمرۃ الاولیٰ
منٰی
جمرۃ الوسطیٰ
مسجد خیف
مروہ
مسجد الوداد
جبل ابو قبیس
وادی محسر مزدلفہ
مسجد مشعر الحرام
جبل الرحمۃ
عرفات
مسجد نمرہ

۱ے جبلِ رحمت جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ بیس ہزار یا ایک لاکھ چالیس ہزار کے اجتماع کو خطاب فرمایا۔ (الحج ص ۱۲۰)

۲ے یہاں سے تیز گزر جانے کا حکم ہے۔ (ص ۱۳۶)

نقشۂ منیٰ

پیمانہ ۱" = ½ میل

۱ے جمرۂ اولیٰ و وسطیٰ کے درمیان ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ جسے مسجد المنحر بھی کہا جاتا ہے۔ جمرۂ عقبہ سے کچھ پہلے ایک چھوٹی سی مسجد اور ہے۔ جسے مسجد العشرہ کہا جاتا ہے پہلے سال مدینہ کے جن دس، (ایک روایت کے مطابق بارہ) انصاریوں نے حضور کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی تھی، وہ یہاں جمع ہوئے تھے۔
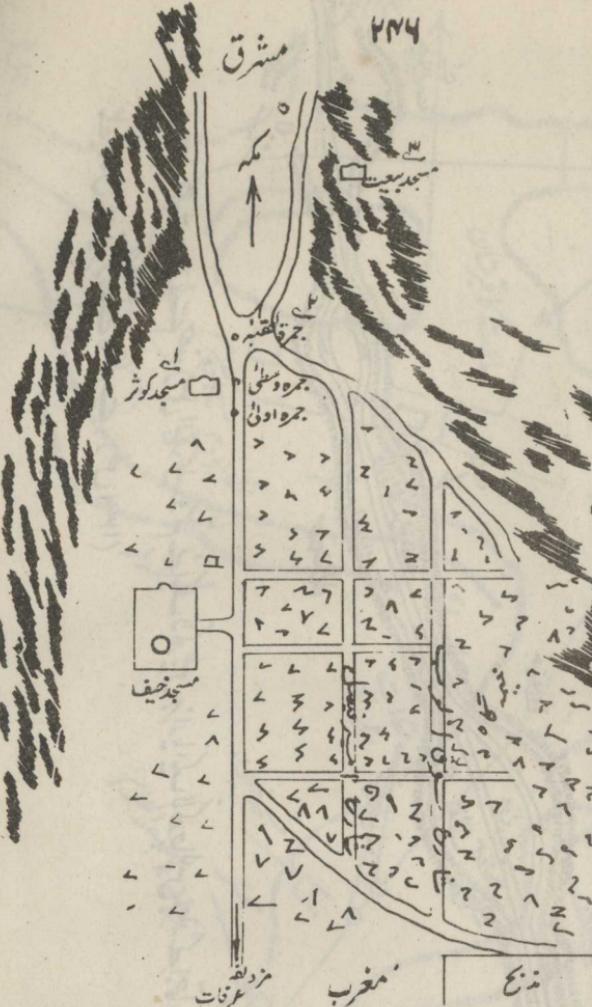
۲ے سنہ ۲ھ میں مدینہ منورہ کے بہتر (۷۲) یا (تہتر) ۷۳، آدمیوں اور ۲ عورتوں نے بیعت کی۔ اور جو تاریخ کی کتابوں میں بیعتِ عقبہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی لئے اس جمرہ کا نام بھی جمرۂ عقبہ رکھا گیا ہے۔

۳ے آئیے منیٰ کے اس قیام (الحج صفحہ ۱۴۴، اور ۱۴۶) سے فائدہ اٹھائیں اور ذرا دیر کے لئے عقبہ چلیں، جہاں حقیقتہً ہجرت اور مدنی زندگی کی داغ بیل پڑی۔ اسلام کی تاریخ میں اور عالمِ اسلامی کے طویل و عریض رقبہ میں یہ چند گز زمین بڑی حرمت و قیمت رکھتی ہے۔ سچ پوچھئے تو بدر کی فتح سنگِ بنیاد یہیں رکھا گیا، تاریخ اسلام کا افتتاح یہیں ہوا۔ عالمِ اسلام کی تاسیس یہیں عمل میں آئی —— "مگر یہ جگہ بھی اب نئی سڑک کے نیچے آگئی ہے، حالانکہ بیعتِ عقبہ جیسے اہم واقعہ کی تاریخی یادگار کو ذرا سی توجہ سے محفوظ رکھا جاسکتا تھا۔" (سفرنامہ ارض القرآن، ص ۱۵۸، ۱۵۹)

نقشہ حجاز

شمال

پیمانہ اَ = ۵۰ میل

مشرق

جنوب
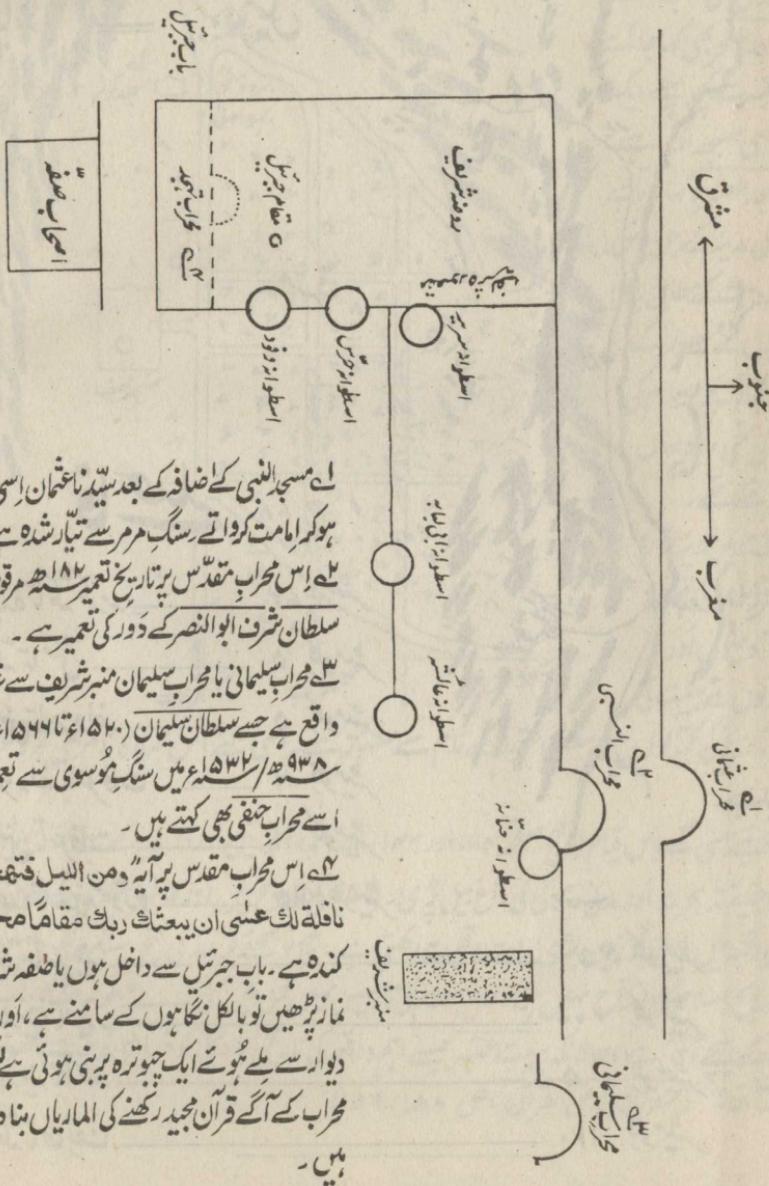
فاصلے

۱۔ جدّہ تا مکّہ مکرّمہ ———— ۷۲ کِلومیٹر

۲۔ مکّہ تا منیٰ ———— ۵ کِلومیٹر

۳۔ منیٰ تا مزدلفہ ———— ۵ کِلومیٹر

۴۔ مزدلفہ تا عرفات ———— ۶ کِلومیٹر

۵۔ منیٰ تا عرفات ———— ۱۱ کِلومیٹر

۶۔ جدّہ تا مدینہ منوّرہ ———— ۴۲۵ کِلومیٹر

۷۔ مکّہ تا مدینہ ———— ۴۵۶ کِلومیٹر

۸۔ مدینہ تا بدر ———— ۱۰۰ کِلومیٹر

۹۔ مدینہ تا اُحد ———— ۵ کِلومیٹر

۱۰۔ مکّہ تا طائف ———— ۱۲۰ کِلومیٹر

اسطواناتِ رحمت

(ستونوں کا نقشہ)

۱ے مسجد النبی کے اضافہ کے بعد سیدنا عثمان اِسی جگہ کھڑے ہو کر اِمامت کرواتے۔ سنگِ مرمر سے تیار شدہ ہے۔

۲ے اِس محرابِ مقدس پر تاریخ تعمیر سنہ ۱۸۲ھ مرقوم ہے جو سلطان اشرف ابو النصر کے دَور کی تعمیر ہے۔

۳ے محرابِ سلیمانی یا محرابِ سلیمان منبر شریف سے غربی جانب واقع ہے جسے سلطان سلیمان (۱۵۲۰ء تا ۱۵۶۶ء) نے سنہ ۹۳۸ھ/ سنہ ۱۵۳۲ء میں سنگِ مُوسوی سے تعمیر کرایا، اسے محرابِ حنفی بھی کہتے ہیں۔

۴ے اِس محرابِ مقدس پر آیہ "ومن الیل فتھجد بہ نافلۃ لك عسیٰ ان یبعثك ربك مقامًا محمودا" کندہ ہے۔ بابِ جبرئیل سے داخل ہوں یا صفہ شریف پر نماز پڑھیں تو بالکل نگاہوں کے سامنے ہے، اَور شمالی دیوار سے ملے ہُوئے ایک چبوترہ پر بنی ہوئی ہے لیکن اَب محراب کے آگے قرآن مجید رکھنے کی الماریاں بنا دی گئی ہیں۔

قبلہ

مسجد نبوی

یا تھا، مدفون
یں اسلام
بہت سی
ی کی طرح
بہار الحق
مرتبہ رئیس احمد

نقشہ
ریاض تا مدینہ منوّرہ
شمال
مدینہ منورہ
بئر علی
(ذوالحلیفہ)
المسیجید
بئر الشیخ
مستورہ

سوی سے تعمیر کرایا،

ن اللیل فتہجد بہ
ک مقامًا محمودًا"
ہوں یا طفہ شریف پر
سامنے ہے، اور شمالی
بنی ہوئی ہے لیکن اب
المار یاں بنادی گئی

نقشہ جنّۃ البقیع

جنّۃ البقیع میں محوِ استراحت

اہلِ بیتِ نبوّت، جلیل القدر صحابۂ کرام کے چند ایک اسماءِ گرامی کی ایک جھلک آپ کتاب کے صفحہ ۱۸۸ پر بھی ملاحظہ فرما چکے، اور پھر شمار میں نہ آسکنے والے ان کے تابعین اور تبع تابعین اور قرونِ مابعد میں پیدا ہونے والے بے گنتی و بے شمار ائمۂ عظام اور اولیاءِ کرام اس میں آسودۂ خواب ہیں ــــ یہاں کتاب کے ضمیمہ میں اہلِ بقیع میں سے چند مدفونین کا مزید ذکر کیا جاتا ہے، مثلاً فاتحِ عراق سعد سعد بن ابی وقاص، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، حضرت سعد بن زُرارہ اور خُنیس بن حذافہ سہمی۔ اِن اکابر اصحابِ کرام سے آگے چلئے تو شمال مغربی جانب دیوار سے متّصل وہ ستّر شہداء صحابہ و اہلِ مدینہ جن کو واقعہ حرہ میں یزید کے دورِ حکومت میں ۶۳ھ میں شہید کیا گیا تھا، مدفون ہیں۔ ــــ یہاں چپّہ چپّہ پر ایمان و جہاد اور عشق و محبّت کی تاریخ کندہ ہے، ایک ایک ڈھیر میں اسلام کا خزانہ دفن ہے۔ ع "دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز" ــــ ترکوں کے دور تک یہاں بہت سی پختہ قبریں اور اُن پر خوبصورت قبّے بنے ہوئے تھے ــــ لیکن جنّۃ المعلیٰ (مکّہ معظّمہ کے قبرستان) کی طرح اب یہ تمام قبّے اور قبریں شہید کر دی گئی ہیں۔ جس کی تفصیل نجدی تحریک پر ایک نظر، از مولانا بہاء الحق قاسمی، شب جائے کہ من بودم، مصنّفہ شورش کاشمیری، نگارشاتِ محمد علی (جوہر)، مرتّبہ رئیس احمد جعفری اور مولانا مودودی کے سفرنامہ ارض القرآن وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حجِ بیتُ اللہ

نتیجۂ فکر: قمر یزدانی

نشاطِ دائمی ملتی ہے مومن کے دل و جاں کو
دلِ مضطر کو سامانِ سکوں ہے حجِ بیتُ اللہ
یہ مظہر ہے محبّت کا مساوات و اخوّت کا
امینِ دولتِ جذبِ دروں ہے حجِ بیتُ اللہ

○
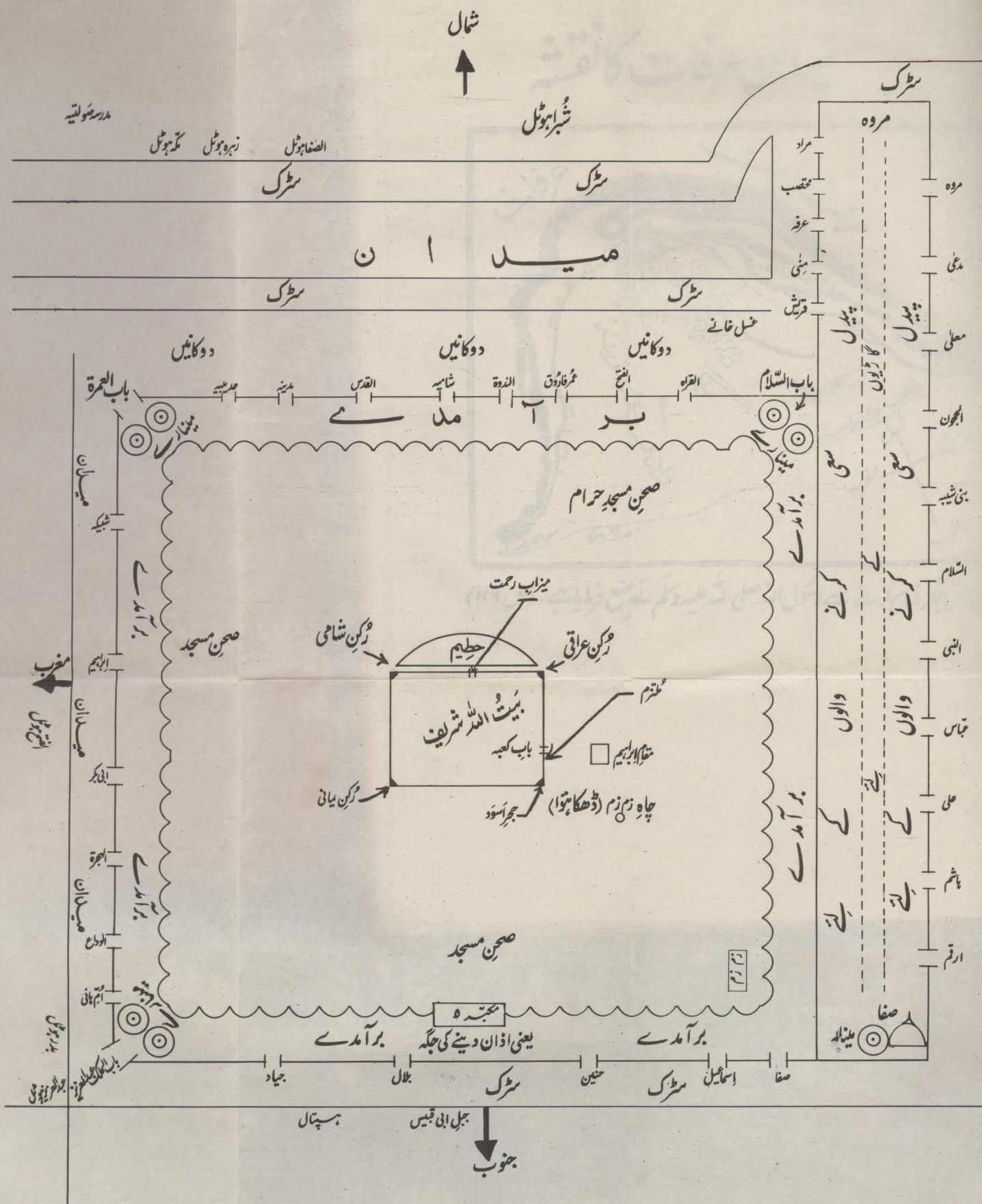
کسی مہتابِ عالمتاب کے دیدار کی خاطر
عرب کو کاروان در کارواں عشّاق جاتے ہیں
ہجومِ اہلِ دل ہے کوچۂ محبوب میں ہر سُو
جو سائل ہیں وہ اِس در سے مُرادیں لے کے آتے ہیں

○

شرابِ عشق سے مخمور ہر قلبِ مُسلماں ہے
محبّت اہلِ ایماں کی نگاہوں سے برستی ہے
نظر کے سامنے اُس شہرِ خوباں کی ہیں تنویریں
وہ منظر، ہر نظر جس کے نظارے کو ترستی ہے

○

دیارِ شوق میں اے مومنو! جانا مبارک ہو
دلوں سے ماسوا کی آرزو نابود ہو جائے
شرف حاصل ہوا ہے حجِ بیتُ اللہ کا تم کو
سنور جائے یہ دُنیا، عاقبت محمود ہو جائے

○

اِسی کی آرزو آباد ہے مُسلم کے سینے میں
جہاں میں اس کی عظمت کا امیں ہے، حجِ بیتُ اللہ
قمرؔ! تدریس ہوتی ہے یہاں درسِ اخوّت کی
حقیقت میں ستونِ قصرِ دیں ہے حجِ بیتُ اللہ

مسجد الحرام۔ مکہ مکرمہ

شمال
نقشہ
ریاض تا مدینہ منوّرہ
مشرق
مغرب
جنوب
مدینہ منورہ
رابغ
الرجیع
عسفان
جدہ
ام السلم
بحرہ
وادی فاطمہ
مکہ معظمہ
منیٰ
مزدلفہ
عرفات
عین زبیدہ
شرائع
موقع غزوہ حنین
وادی الیمانیہ
سیل کبیر
سیل صغیر
حویا
العشیرہ
موقع عکاظ
وادی محرم
طائف
پختہ سڑک
کچی سڑک یا
اونٹوں کے رستے